نجم الہدیٰ

مرزا ریاض احمد

سیّدنا الشیخ سیّد محمد چراغ علی شاہ (مراڑوی) قدس سرّہ العزیز

اَلمَعرُوف شاہِ نَقشبَند ثانی

کی

شخصیّت، پاکیزہ حیات اور خدمات کا ایک مختصر مگر جامع تذکرہ

نجم الہُدیٰ

تصنیف

مرزا ریاض احمد

Please visit our Web site: www.yaanabi.com

نام کتاب نجم الہدیٰ

مصنف مرزا ریاض احمد

اشاعت اوّل 1986ء

اشاعت دوم 2003ء

ناشر Thinksoft Publications

ٹائٹل شہزاد احمد۔ شازیہ احمد

ملنے کا پتہ:

(1) دربار عالیہ چراغیہ نقشبندیہ مجددیہ

پیر کالونی، والٹن روڈ لاہور۔

(2) ادارہ تعلیم القرآن

228 رضوان بلاک، اعوان ٹاؤن لاہور۔ فون نمبر: 7845769

(3) TRACE College

236 Badar Block (Main Multan Road)

Allama Iqbal Town, Lahore

Phone No: 7848212-13, 7443768-69

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

دادا جان کے نام!

جن کی پُر خلوص محبت اور تربیت نے
میرے شب و روز کو صحیح سمت بخشی

مادہ تاریخ کتاب

نَجْمُ الْهُدٰی هَادِ اَوْلٰی لِاُمّۃِ مُحَمّد رَسُول اللّٰه عَلیْهِ السَّلام

۱۴۰۲ھ

ترجمہ

نجم الھدیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی اُمّت کیلئے بہترین راہنما ہے

فہرس

عرضِ ناشر

اللہ کریم نے اپنے بندوں پر جب اپنی رحمتوں اور مہربانیوں کا اعلیٰ ترین صورت میں اظہار کیا تو اپنے محبوب کو رحمۃ للعلمین کے نام سے موسوم فرمایا۔ قرآنِ حکیم میں یہ گواہی دی کہ میرے پیارے رسول کی زندگی میں بہترین عملی نمونہ ہے۔ کائنات کے محسنِ اعظم نے مسلمانوں کو یہ نوید جانفزا سُنائی کہ قرآنِ پاک اور میری سُنّت پر عمل پیرا ہونے والوں کیلئے کامیابی ہی کامیابی ہے۔ ساتھ ہی اللہ کریم نے صحابہؑ کرام کی جانثار جماعت کو یہ فہم عطا کیا کہ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر لحہ، ہر ادا اور ہر شان کو محفوظ بھی کرتے جائیں۔

اولیائے کاملین کی اصطلاح ان کامیاب لوگوں کا مقدر بنی جو سُنّتِ رسولِ آخرالزّماں پر عمل پیرا ہوئے۔ ان لوگوں نے سُنّت کی عملی تصویر ہم جیسے لوگوں کو دکھائی۔ ایسی زندگیاں بذاتِ خود بے شمار گم کردہ راہ لوگوں کیلئے کامیابی کی راہیں متعیّن کرتی ہیں۔

بزرگانِ دین کی سیرت کا تذکرہ ابتدائے اسلام ہی سے چلا آرہا ہے۔ یہ دراصل عشاق کا اپنے مرشد کو خراجِ تحسین ہوا کرتا ہے۔ Thinksoft Publication کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مادیت کے اس دور میں شمعِ ہدایت تھامے ہوئے اجالے کیلئے سرگرداں ہے۔ میرے خیال میں نجم الھدیٰ اندھیری رات کے ماتھے پر جھومر کی طرح چمکے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذاتِ رحیم وکریم ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کی اشاعت وتدوین میں حصہ لینے والے تمام احباب کی دنیا وآخرت سنوار دے۔ (آمین)

اعجاز احمد

دوسرا ایڈیشن

نجم الھدیٰ پہلی بار جولائی 1986 میں پیر طریقت صاحبزادہ حافظ سیّد محمد ارشاد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی منصۂ شہوُد پر آئی۔ اہل ذوق نے اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ چند سال سے یہ کتاب نایاب ہو چکی تھی، قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ (سید چراغ علی شاہ) کے حلقہء ارادت سے وابستہ احباب اس عدم دستیابی کو شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ مزید براں اس عرصہ میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام صاحبزادگان اور آپ سے فیض پانے والے خلفائے عظام میں سے بھی اکثر و بیشتر وصال فرما چکے ہیں۔

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ زندگی کے شب وروز پر محیط آپ کی شخصیت کو قلم و قرطاس میں محفوظ رکھنے کیلئے اسے دوبارہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا تا کہ قبلۂ عالَم کی اعلیٰ شخصیت آنے والے زمانے میں بھی فیض رساں رہے، وقت کی قید اور زمانے کا فرق عادات وخصائل کی اعلیٰ صورت کو دھندلا نہ سکے۔

سیّد چراغ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات نابغہء روزگار ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہربانیوں کی اچھوتی مثال ہوا کرتی ہیں۔ مادّہ پرستی کے اس دَور میں محض رضائے الٰہی کی خاطر اعلائے کلمۃ الحق میں ایسے لوگوں کا کردار بڑا نمایاں ہوتا ہے۔ عملی زندگی میں شریعت مُطَہّرہ کی ایسی پابندی کہ مخلوقِ خدا کیلئے فکر وعمل کا حوالہ بن جائیں۔ آج کے پُر آشوب دَور میں جب مادّی مفاد اور مالی منفعت کی خاطر سادہ لوح لوگوں کو طرح طرح کے فریب دیے جا رہے ہوں۔ طریقت سے شریعت کو الگ کر کے اصل حقیقت کو دھندلایا جا رہا ہو، میرے مرشد کامل کی عملی زندگی طریقت اور شریعت کے حسین امتزاج کی اعلیٰ تصویر پیش کرتی ہے۔ ان حالات میں ایسی شخصیات کی زندگیوں کا تذکرہ پہلے سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

اندھیری رات میں پوری آب و تاب کے ساتھ چمکنے والے چاند کی مانند میرے مرشد کی زندگی اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ ظاہری زندگی سے پردہ پوشی کے بعد اُن کے احوال حوالہءِ قلم ہوں۔ قبلہءِ عالَم کی زندگی کا مطالعہ بہت سے گم کردہ راہ لوگوں کو ہدایت کا سامان فراہم کرے گا (انشاءاللہ)۔

اللہ والوں کا تذکرہ راہِ ہدایت کے متلاشیوں کیلیئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

بقول مولانا روم

پیرِ کامل صورتِ ظلِّ الٰہ
یعنی دیدِ پیر دیدِ کبریا

نئے ایڈیشن میں قارئین کی سہولت کے پیشِ نظر قرآنی آیات، احادیث مبارکہ کے حوالہ جات اور ترجمہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ عربی، فارسی عبارات اور اشعار کے ترجمہ کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کی ابتدا میں نعت شریف، توحید و رسالت، منقبت اور قبلہ عالم کے مرشدِ کامل، شہنشاہِ ولایت پیر سیّد جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔

کتاب کے مندرجات اور اسلوب تحریر میں بعض مقامات پر اصلاح کے ساتھ جہاں ضروری تھا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ حسنِ کتابت اور طباعت کے اعتبار سے اس ایڈیشن میں جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ کیا گیا ہے جس سے کتاب کی باطنی افادیت کے ساتھ ساتھ ظاہری خوبصورتی اور جاذبیت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

قبلہءِ عالَم کی اپنے مُرشد پیر سیّد جماعت علی شاہ لاثانی کی مبارک زندگی پر لکھی ہوئی کتاب تنویر لاثانی کی دوبارہ اشاعت نے میری اس تحریک کو جِلا بخشی کہ نجم الھدیٰ بھی دوبارہ شائع کی جائے۔

تنویر لاثانی اپنے قاری کو روحانی اور باطنی فیوض سے بہرہ مند کرنے میں اپنی مثال

آپ ہے۔ اس میں بہت سے علمی نِکات پر بھی بحث کی گئی ہے۔ بعض اہم پیچیدہ روحانی، دینی معاملات اور موضوعات کو آسان اور دلنشیں انداز میں سمجھایا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی عرصہ 30 سال بعد دوبارہ شائع ہوئی۔

نجم الھدیٰ کی از سرِ نو اشاعت، ترتیب و تدوین اور پروف ریڈنگ میں جن برادرانِ طریقت اور عزیزوں نے تعاون فرمایا، میں اُن سب کا ممنون و مشکور ہوں، بالخصوص اعجاز احمد کی کاوش سے کتاب کی خوبصورتی اور افادیت میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی سعی کو قبول فرمائے۔

اٰمین بجاہ سَیِّدُ الْمُرسَلِیْن خَاتَمَ النَّبِیِّن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

ریاض احمد مرزا

ریاض احمد مرزا

یکم ربیع الاوّل 1423ھ

گزارشِ احوال

غوث صمدانی، محبوب سبحانی السید محمد چراغ علی شاہ قدس سرہ العزیز المعروف شاہ نقشبند ثانی کے وصال کے فوراً بعد ہی آپ کی پاکیزہ زندگی قلمبند کرنے کا احساس پیدا ہوگیا تھا، اسی نقطۂ نظر سے آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلقہ معلومات یکجا کی گئیں۔ تقریباً بارہ برس گزر جانے کے باوجود کوئی مثبت پیش رفت نہ ہوسکی۔ اس عظیم کام کیلئے سب سے زیادہ توقعات صاحبزادہ سید محمد مقبول حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ، پیر سید محمد شاہسوار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا غلام نبی رحمتہ اللہ علیہ سے وابستہ تھیں۔ یہ تینوں ہستیاں علم اور تقویٰ کے اعتبار سے اس کام کی پوری اہلیت رکھتیں تھیں مگر یکے بعد دیگرے ہم سے جدا ہوگئیں۔

حضرت مخدوم کے صاحبزادگان حافظ سید محمد ارشاد حسین شاہ صاحب اور سید محمد انیس المجتبیٰ ضیاء الحسن صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ کا پیہم اصرار تھا کہ اس عظیم امر خیر میں اب مزید تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ کئی بار وعدہ کیا مگر اس خیال سے کہ حضرت الشیخ رحمتہ اللہ علیہ کے اعتراف و اظہار عظمت کے لئے ایک ایسے شخص کا ہونا لازمی ہے جو فی الواقع اس کی اہلیت رکھتا ہو، میں یہ ذمہ داری قبول کرنے سے گریزاں رہا۔ تاہم اپنی علمی بے بضاعتی کے باوصف میں نے توکل علی اللہ مصر کی بڑھیا کی طرح یوسف علیہ السلام کے حصول کا کئی بار ارادہ کیا، چاہا کہ قبلہ عالم کی سیرت لکھوں لیکن مداح اور ممدوح میں ذرّہ اور آفتاب کی نسبت بھی نہ دیکھ کر ہر بار ہمت ہار دیتا۔ وقت جوں جوں گزرتا رہا میری یہ دلی خواہش چنگاری کی طرح سلگتی رہی۔ بالآخر میں نے اس اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے مبارک دن یعنی 12 ربیع الاول 1402ھ بمطابق 9 جنوری 1982ء کو اس اعتراف کے ساتھ کہ میں سوت کی اٹی لئے یوسف کے خریداروں میں شامل ہو رہا ہوں، تالیف کا کام شروع کر دیا۔

مجھے اپنی علمی اہلیت کی بجائے اپنے پروردگار کی شانِ کریمی پر اعتماد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمتوں پر یقین تھا کیونکہ میرے مرشد و مربی ساری زندگی مشکل حالات میں مجھے کبھی تنہا نہ چھوڑا، انہی کی نظر کرم نے مجھے اس قابل بنایا کہ یہ کتاب احاطۂ تحریر میں لا سکوں۔ اگر کتاب میں جاذبیت ہے تو اسی محبت بھری شفقت کی وجہ سے، جو اس سارے عرصے میں میرے ساتھ رہی۔ دورانِ تحریر قبلۂ عالم اپنے روحانی تصرف سے ہر لمحہ میری رہنمائی فرماتے رہے۔

عام مشاہدہ یہی ہے کہ بزرگان دین کی سیرت پر لکھی گئی کتابوں میں زیادہ توجہ فضائل و کرامات ہی پر دی جاتی ہے۔ جب ہم مشاہیر اسلام کی روزمرہ زندگی کے مختلف گوشوں کو ان کتابوں میں تلاش کرتے ہیں تو عملی زندگی سے متعلق مناسب اور ٹھوس معلومات نہیں ملتیں، جن کو چراغ راہ بنا کر زندگی کی سمت متعین کی جائے۔ میں نے اس کمی کو بخوبی محسوس کرتے ہوئے اس روایتی روش سے ہٹ کر مطلوبہ عصری تقاضوں کے مطابق قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی زندگی کے حالات کو دس ابواب میں مرتّب کیا ہے۔ ہر باب میں مختلف موضوعات کے تحت حالات و واقعات کو مربوط طریقے سے جمع کر دیا ہے جو قبلۂ عالم کی نورانی زندگی کا کسی حد تک خاکہ فراہم کرے گا۔

دورانِ تحریر میں میرے سامنے سب سے اہم بات یہ رہی کہ آپ کی زندگی کے ہر

پہلو کو قارئین کے سامنے لایا جائے تا کہ اس عظیم روحانی ہستی کے شب و روز، معمولات اور عادات واحوال واضح صورت میں نظر آئیں۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم ہستیوں کے تفصیلی حالات وواقعات اہلِ ذوق کے لئے سرمایۂ تسکین وعمل ہوں۔اس کے ساتھ ہی اس بات کو بطورِ خاص مدِّنظر رکھا گیا کہ روایت ثقہ، مصدقہ اور ہر نوع کی مبالغہ آرائی سے پاک ہو، آپ کی سیرت کا نقشہ حقیقت پسندانہ اور ہو بہو ہو۔

میں نے اس کتاب میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے اہم گوشوں کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔ مجھے پوری توقع ہے کہ یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود اپنے اصل مقصد کو پورا کرنے میں ناکام نہیں رہے گی۔ (انشاءاللہ)

قبلۂ عالَم قدس سرہ میرے مرشد، محسن اور مربی سب کچھ تھے۔ مجھے ان کی عظمتوں کو بہت قریب سے دیکھنے کی نہ صرف سعادت ملی ہے بلکہ میرے ظاہر و باطن پر اس کے اثر کی گہری چھاپ بھی ہے۔تاہم میں نے روایتی خوش اعتقادی سے مغلوب ہوئے بغیر اس کتاب کو ایک حقیقت پسند تذکرہ نگار کے طور پر لکھنے کی کوشش کی ہے۔ میں اس میں کس حد تک کامیاب رہا ہوں، اس کا فیصلہ قارئین پر ہے۔

اس کتاب کی تدوین کے سلسلہ میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادگان نے نہ صرف خصوصی تعاون فرمایا بلکہ وقتاً فوقتاً مفید مشوروں اور ہدایات سے رہنمائی بھی فرمائی۔ مسلسل چالیس سال تک شب و روز حاضر خدمت رہنے والے خوش نصیب غازی عطا محمد نے کثیر، جامع اور مستند معلومات فراہم کیں۔ جن دیگر احباب اور برادران طریقت نے معاونت فرمائی میں ان سب کا شکر گزار ہوں۔ان کے تعاون کے بغیر میرے لیے یہ کتاب لکھنا ممکن نہ ہوتا۔

آخر میں اپنے برادر طریقت اور عالمِ اسلام کے بطلِ جلیل پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب ایم اے اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی) کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مشکور وممنون ہوں جنہوں نے اپنی تدریسی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود مسودہ پر نظرِ ثانی فرمائی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم وحکمت کو سمندر کی سی وسعت عطا فرمائے اور ان کے فیضانِ علم کو قبول عام بخشے۔

امین بجاہِ سیدالمرسلین خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ریاض احمد مرزا

جمعۃ المبارک 13 ذوالحجہ 1405ھ بمطابق 30 اگست 1985ء

گُفتنی

از الحاج صاحبزادہ حافظ سیّد محمد ارشاد حسین شاہ مراڑوی مدظلہ

بِسۡمِ اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِی نَوّر قلوب المؤمنین بأنوار المعرفة والأسرار وَالصَّلوٰة وَالسَّلاَم علٰی مُحمّد سیّد الأخیار. وَعلٰی اٰلہٖ وَأصحابہٖ مِن المهاجرین والأنصار. نسأل اللّٰه المحبة والمعرفة فی آناء اللیل والنّهار

أمّا بعد ۔ خدا کی معرفت بڑی دولت اور اعلیٰ سعادت ہے جو شریعت کی رعایت (پابندی) اور اہلِ طریقت کی متابعت کے سوا ممکن نہیں ۔ یہ تمام تر توجہات کو ہمہ وقت صاحبِ ارشاد (مرشد) کی طرف مبذول رکھنے کا ثمرہ ہے۔

تاترا حالے نبا شد ہمچومن
حالِ من باشد ترا افسانہ پیش

مؤلف مرزا ریاض احمد 1964ء میں قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں مراڑہ شریف حاضر ہوئے اور آپ کی سوانح کو ضبطِ تحریر میں لانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ قبلۂ عالَم نے اپنی عادت کریمہ کے مطابق اچھا کہا اور مسکرا دیے۔ اُن کا تبسم ہی دولت خلوص کے بارگاہ صمدیت میں مقبول ہونے کی بشارت ہوتی تھی۔ واقعہ مذکورہ سے تقریباً خمس صدی بعد کتاب نجم الھدیٰ منظرِ عام پر آئی۔

سلجھا ہوا تھا کس قدر تیرا دماغِ رہبری

میں نے کتاب کو لفظ بلفظ پڑھا ہے۔ اس میں تمام واقعات صحیح اور مستند ہیں۔ مسوّدہ کے بغور مطالعہ کے بعد صاحبِ سیرت کے بارے میں احتیاط کے پیشِ نظر یہی کہہ سکتا ہوں۔

یُعطِی فتعُطیٰ مِن لھٰی یَدہ اللُّھی وتری برؤیة رأیه الآراءُ

اس کے سائل مسئول بن جاتے ہیں اور ان کی رائے کو صائب سمجھنے والے صاحبِ رائے بنا دیے جاتے ہیں

دُعا ہے ربّ کریم جملہ مسلمین و متوسلین اور سیرِ صالحین کے مؤلفین کو دینی و دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ اس کتاب کو نافع الخلق بنائے اور اپنی پاک بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے۔ (آمین)

قبلۂ عالَم فداہ روحی کی سیرت مبارکہ کو قلم و قرطاس کے رشتہ میں منسلک کرنے کی یہ سعیِ اوّل ہے۔ بلا شبہ مؤلف نے بڑی جدوجہد سے آپ کے صاحبزادگان، خلفائے عظام اور برادرانِ طریقت سے رابطہ قائم کیا۔ بعد از تحقیق مستند روایات کو یکجا کر کے معلومات کا ایک قیمتی خزانہ فراہم کیا ہے۔ تاہم اگر کسی دوست کے پاس اس سے متعلقہ کوئی مستند مواد ہو تو وہ ادارہ تک پہنچا دے تاکہ اسے دوسرے ایڈیشن میں شائع کیا جا سکے۔

وباللہ التوفیق الفقیر

صاحبزادہ ارشاد حسین عفی عنہٗ

15 جولائی 1986ء

تقدیم

از پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی لاہور

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

اس وسیع و بیکراں کائنات کے خالق و مالک ربّ کریم نے جہاں اپنے بندوں کے لیے جسمانی غذا اور جسمانی راحت وسکون کے وسیع انتظامات فرما رکھے ہیں وہاں اُن کی روحانی غذا اور روحانی کیف وسرور کا بھی پورا پورا اہتمام فرمایا ہے۔ روحانی کیف و مسرت کا اس سے بڑھ کر اور کیا تصور کیا جا سکتا ہے کہ بندہ اپنے آقا و مولا کا محبوب بن جائے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے اسی مضمون کی ایک روایت نقل کی گئی ہے جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرزندانِ توحید کو اللہ تعالیٰ کے قرب ومحبت کے حصول کی راہ دکھائی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بیان فرمایا ہے

لا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتیّ احببته فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الّذی یبصر به

(بخاری شریف)

میرا بندہ نفلی عبادات سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اُس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اُس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

جب بندہ ایمان وایقان کی لذت وحلاوت سے بہرہ ور ہوتا ہے تو وہ توحید کا متوالا

اور شمعِ رسالت کا پروانہ بن جاتا ہے۔ فضائل اخلاق سے آراستہ اور رذائلِ اخلاق سے منزّہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا اُسے خصوصی قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ تقویٰ اور طہارت کے اس بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے جسے ولایت کہتے ہیں۔ ابو داؤد نے حضرت عُمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے۔

قَال رسُول الله صلی الله علیه و آلهٖ وسلم " انّ من عباد اللّٰه لَاُ ناسا ماھم با نبیاء ولا شهداء یغبطهم الانبیاء و الشهداءُ یوم القیامة بمکانهم من اللّٰه قالو ا یا رسول الله! تخبر نا من هم؟ قال هم قومٌ تحابوا بروح الله، علٰی غیرأرحام بینهم و لا اموال یتعاطونها، فو اللّٰه إنّ وجوههم نورٌ و انّهم لعلی منابر نور لا یخافون اذا خاف الناسُ ولا یحزنون اذا حزن الناس" وقرء هذه الایة

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن قیامت کے دن قربِ الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہداء اُن پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کی

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ہمیں بتائیے وہ کون ہیں؟

فرمایا

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں نہ ان میں رشتہ ہے اور نہ مالی منفعت، بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے اور انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ حزن

وملال میں مبتلا ہوں گے لیکن انہیں کوئی حزن وملال نہ ہوگا۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

(سورہ یونس آیت 62)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا؟

من اولیا اللہ

اولیا اللہ کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

الذین اذارؤ واذکر اللہ

جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ یاد آجائے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مکتوبات شریف میں اولیائے کرام کے ذکر میں اس حدیث کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔

اللہ والوں کے حالاتِ زندگی لکھنے سے دو مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ لکھنے والے کو اپنی عقیدت اور اخلاص کے اظہار کا موقع ملتا ہے دُوسرے واقعات محفوظ ہو جاتے ہیں اور آنے والی نسلیں جب اپنے اکابر کے کارناموں کو پڑھتی ہیں تو ان کے اندر ایک جذبہ اور ولولہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے نقشِ قدم پر چل کر وہ بھی ساحلِ مراد تک پہنچیں۔

محترم مرزا ریاض احمد آفرین وستائش کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے شیخ طریقت کی پاکیزہ زندگی کو قلمبند کر کے نہ صرف اپنے جذبات واحساسات میں ایک

لذّتِ تازہ پیدا کرنے کا اہتمام کیا ہے بلکہ جملہ مسلمانوں کیلئے بالعموم اور حضرت کے عقیدت کیشوں کیلئے بالخصوص روحانی کیف وسرور کا سامان فراہم کر دیا ہے۔ اپنے مربیّ ومرشد کے ساتھ پُرانی مجالس کی حسین یادوں کے تذکرے سے سوز وحلاوت کی کیفیت پیدا کی ہے۔ کتاب میں ضمناً بعض تاریخی واقعات بھی آ گئے ہیں جس سے اس کتاب کی تاریخی اہمیت میں خوشگوار اضافہ ہو گیا ہے۔

مرزا صاحب نے یہ کتاب عقیدت ومحبت میں ڈوب کر لکھی ہے۔ اسلوب دلنشیں ہے۔ کتاب کا مطالعہ شروع کر کے دل یہی چاہتا ہے کہ ختم کر کے دم لیں۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ روح کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی بات روح کی گہرائیوں تک اثر انداز ہوتی ہے۔

نغمہ وہی ہے نغمہ کہ ظالم
روح سُنے اور روح سنائے

کتاب میں بعض مواقع پر قرآن حکیم کی آیات اور احادیث کا ذکر بھی آیا ہے۔ اگر اُن کے حوالہ جات بھی درج کر دیے جاتے تو بہتر ہوتا۔ آئندہ ایڈیشن میں اس کا اہتمام کر دیا جائے تو مناسب ہوگا۔

احقر العباد
بشیر احمد صدیقی عفی عنہٗ
17 جون 1986ء

نوٹ: زیر نظر ایڈیشن میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کے حوالہ جات کے ساتھ ترجمہ کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ (مئولف)

حصّہ اوّل

توحید و رسالت

اور

مرشدِ کامل

شانِ کریمی

الحمد للہ رب العالمینoالرحمن الرحیمo

سب تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، مالکِ حقیقی ہے آسمانوں اور زمین کا، وہی غالب حکمت والا ہے۔ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں۔ وہ بے حساب مہربان اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ نہ تو اُس کی مہربانیوں کا کما حقہ شکر ادا کیا جا سکتا ہے اور نہ اُس کے رحم کرنے ہی کا اِدراک ہو سکتا ہے۔ وہی مالک ہے روزِ جزا کا۔ قیامت کے روز بھی اُسی کا اختیار اور قدرت ہو گی۔ وہ کریم رب اپنے بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ صد ہا ناشکریوں کے باوجود بھی وہ الطاف و عنایات ہی کرتا رہتا ہے۔

اول حمد ثنا الٰہی جو مالک ہر ہر دا
اس دا نام چتارن والا کسے میدان نہ ہردا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں عمل کرنے اور پَرکھنے کے لیئے بھیجا۔ اس کے ساتھ ساتھ انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ذات وصفات کی تعلیم فرماتے رہے۔ انبیاء کرام چونکہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت یافتہ تھے، لہٰذا اپنی ذمہ داری احسن ترین انداز میں ادا فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کی لاتعداد صفات میں سے صفتِ رحمٰن اور رحیم بھی ہے۔ جس سے وہ اپنی مخلوقات کو کسی استحقاق کے بغیر پیہم ناشکریوں اور نافرمانیوں کے باوجود اپنے لطف و کرم سے ہمہ وقت نوازتا رہتا ہے۔ اس کے لطف و کرم کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں فرمانے اور رحم کرنے کی صفت باقی تمام صفات پر سبقت لے گئی جس کا اندازہ اِس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی ابتداء ہی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

سے کر کے اپنی صفتِ رحمانیت اور رحیمیت کا اظہار فرما دیا۔
سورہ الفرقان میں اللہ کریم اپنی رحمت اور بخشش کا اظہار اِس طرح فرماتا ہے

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡماً

(آیت 70)

مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے تو یہ وہ لوگ ہیں بدل دے گا اللہ تعالیٰ اُن کی برائیوں کو نیکیوں سے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔
مسلم شریف کی روایت ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی اِس اظہار بندہ نوازی اور شانِ کریمی پر اتنی خوشی ہوئی کہ چہرہ اقدس پر تبسّم کے آثار نمایاں ہو گئے۔

اسی آیہ مبارکہ کے تحت علاّمہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں

جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ غلطی سرزد ہو جانے کی وجہ سے ندامت اور شرم کے باعث اپنے آپ کو حقیر خیال کرتے ہوئے۔ سچی تڑپ کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں انتہائی عجز وانکسار کے ساتھ عذاب کے خوف سے کانپتے ہوئے ندامت کے آنسو بہا کر مغفرت کی التجائیں کرتا ہے۔ اس وقت وہ سچی توبہ کرنے والا گنہگار بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مہبط بن کر محبوبانِ بارگاہ قدس کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔
سبحان اللہ! ربِ کائنات کی رحمت کا کیا ٹھکانہ، رحمتِ خداوندی نہ صرف گنہگاروں کو معاف کرنے کی بشارت دیتی ہے بلکہ مہربان ہو کر گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل

کرنے کی خوشخبری بھی ہے۔ گنہگار بندے جو عمر بھر اپنے اوپر زیادتیاں کرتے رہے، جن کے شب وروز فسق و فجور میں لت پت رہے۔ جنہوں نے گناہوں سے اپنے آپ کو برباد کرلیا، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ
آؤ میرے گنہگار بندو! میری رحمت کا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہے کیونکہ

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَتَه

(الانعام آیت 54)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر (تمہارے لئے) رحمت کو لازم کرلیا ہے۔
بشرطیکہ تم نے سچے دل سے تائب ہو کر از سرنو پاکیزہ زندگی گزارنے کا عزم مصمم کر لیا ہو۔ پھر تمہارے گناہ بے شمار اور کتنے سنگین ہی کیوں نہ ہوں، معاف کردیے جائیں گے کیونکہ

وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ

(البروج آیت 14)

وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔
ہمیں بالیقین وہ اپنی بارگاہِ رحیمیت سے مایوس نہیں لوٹائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے اظہار میں صرف اِسی پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اپنے پیارے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

(الزمر آیت 53)

پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرما دیجیے میرے اُن گنہگار بندوں کو

جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے، بلاشبہ وہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں کی بخشش اور قبولیتِ توبہ کیلئے احسان عظیم فرماتے ہوئے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ لانے کی راہ بھی دکھا دی۔ ارشادِ باری ہے

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَلَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا

(النساء آیت 64)

(اے نبی) جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھتے تھے تو آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فرماتے ہیں

مجرم بلائے آئے ہیں جَــــاءُوْکَ ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

یعنی جب قرآن عظیم خود گنہگاروں کو حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں بلا رہا ہے تو پھر کریموں کی یہ شان نہیں کہ اپنے در پر بلا کر رد کر دیں۔ ان کا تو بلاوا ہی مہربانیاں فرمانے کے لیے ہے۔ ایسے مہربان نبی کہ بن مانگے عطا کریں۔

یارب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

یا اللہ تو بھی کریم ہے اور تیرا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کریم ہے۔ لاتعداد

شکر ہے کہ ہم دو کریم ہستیوں کی پناہ میں ہیں۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے گنہگار بندوں کو بخشش کی نوید سنائی ہے۔ حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کی اَن گنت مہربانیوں کا ذکر جا بجا ہے۔ وہ ذات تو بس رحمت ہی ہے، کمی ہے تو صرف ہم میں ہے اور ہماری طلب میں۔ یعنی اللہ بالذات کریم ہے اور نبی پاک بعطائے الٰہی کریم ہیں۔

حکیم الامت علامہ اقبال اس شانِ کریمی کی یوں ترجمانی کرتے ہیں

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی راہ روِ منزل ہی نہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا شکر گزار بندہ بننے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(آمین)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہر زبان پہ چرچا ہے ان کے آستانے کا
نور ہے زمانے میں آپؐ کے گھرانے کا

بھیک لے کے آقا سے چاند مسکراتا ہے
عکس دیکھو پھولوں میں ان کے مسکرانے کا

در بدر نہیں پھرتا ان سے مانگنے والا
ہے گدا محمدؐ کا بادشاہ زمانے کا

عکس میری آنکھوں میں دیکھ لو مدینے کا
میں نے خواب دیکھا ہے ان کے در پہ جانے کا

آقا نے غلاموں کو اس لئے بلایا ہے
یہ بھی اک طریقہ ہے ہم کو بخشوانے کا

ان کی پیاری یادوں سے اشک آنکھیں ہوں
خاص یہ طریقہ ہے آپؐ کو بلانے کا

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(سورہ الانبیاء آیت 107)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لیے

حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کائناتِ ارضی و سماوی کیلئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ایک ایسا پُر اثر اور عظیم البرکت انقلاب ہے جس نے سارے عالمیان کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ انسانی زندگی کا ہر گوشہ اس نور مبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے جگمگانے لگا۔ ایمان و یقین کے ایسے پھول کھلے جن کی خوشبو سے راہ گم کردہ بندے کو نہ صرف منزل ملی، بلکہ اپنے رب کا وہ قرب نصیب ہوا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ اِس ''سراجِ منیر'' کے ظہور قدسی سے کائنات کا ذرہ ذرہ مہک اٹھا۔ انبیاء، جن، ملائکہ، حیوانات، نباتات اور جمادات غرضیکہ ساری کائنات آپ سے فیض یاب ہوئی۔ آپ نے گم گشتہ منزل انسانوں کو راہ ہدایت دکھلائی۔ آپ غلاموں کے محسن، یتیموں کے مولا، غریبوں کے ماوٰی، دردمندوں کے ملجا اور ضعیفوں کے سہارا بن کر آئے۔ معاشرے کو عدل و انصاف کی دولت سے نوازا اور عفو و درگزر کا درس دیا۔ عورت، جو معاشرے میں ذلت و رسوائی کی علامت سمجھی جاتی تھی کو اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمایا۔ بیٹی کو رحمت اور ماں کے قدموں میں جنت کا اعلان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے عبدِ کامل اور انسانیت کے محسنِ اعظم ہیں جن کی تعریف ہمیشہ ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

اس ظہور قدسی سے کائنات رنگ و بو کو نئی زندگی ملی۔ وجہ تخلیقِ کائنات کا جب ظاہری صورت میں اس دنیا میں ظہور ہوا تو ہر شے اپنے وجود پر نازاں ہوئی۔ ہر چیز

اپنے مقدر پر رقصاں ہوئی کہ مقصودِ کائنات آ گئے۔ پیر کا دن سرداری کا دعویدار ہوا۔ صبح صادق نے اعلان کیا کہ بھلا کسی اور کا مقدر ایسا ہو سکتا ہے۔ ربیع الاوّل نے کہا کہ بہار تو اس برس آئی۔

نثار تیری چہل پہل پہ ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

مکہ شہر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک اور مقدس ہوا۔ عربی زبان نے اپنی قسمت ثریا پر جاتی ہوئی دیکھی۔ سیّدہ آمنہ کا سر خداوند قدوس کی بارگاہ میں اس عظمت کے شکر میں جھک گیا۔ سردار مکہ و قریش عبدالمطلب نے اپنے بڑھاپے میں وہ توانائی اور عزت پائی کہ جوانی بھی رشک کرنے لگی۔ ابو طالب خوشی میں جھومنے لگے کہ مرحوم بھائی کے ہاں عرب کا چاند آ گیا۔ کائنات جو پہلے ہی اندھیری رات کی لمبی مسافت سے پریشان تھی، صبح نور پا کر رفعتوں اور عظمتوں کا پیکر بن گئی گویا کہ

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

(اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی)

پیر نفیس الحسینی اپنے جذبات کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں

بزمِ کونین پہلے سجائی گئی پھر تیری ذات منظر پہ لائی گئی
اے ازل کے حسیں، اے ابد کے حسیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

بزم کونین جن کی خاطر سجائی گئی وہ عظیم المرتبت ہستی دنیا میں تشریف لے آئی۔ قربان جایئے اِن لمحوں پر جن سے افضل و برتر لمحے اس کائنات کو نصیب ہی نہ ہوئے۔ سب جانتے ہیں کہ اللہ کے حبیب، انبیاء کے سردار اور کائنات کے غمگسار

تشریف لے آئے۔ آج سے ہر پست بالا ہوا۔ ہر محروم کو سعادت نصیب ہوئی۔ بے کسوں کے والی آ گئے۔ معلّم کائنات امّی لقب کائنات کو علم و حکمت سکھانے آئے۔ بے سہاروں کو ایسا سہارا نصیب ہوا جو اس جہان ہی میں نہیں ہر جہان میں عظمتوں کی پہچان بنا۔ جس نے اس نور مبین کو پہچان لیا اس کی تمام خطائیں معاف ہو گئیں۔ جو ان پر ایمان لے آیا وہ ایمان کا حوالہ بن گیا۔ جس نے ان کی غلامی اپنالی وہ کائنات کا آقا بن کر ابھرا۔

تیری نگاہ سے ذرّے بھی مہر و ماہ بنے
گدائے بے سروساماں جہاں پناہ بنے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی یوں فرماتے ہیں

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
ساتھ ہی منشیءِ رحمت کا قلمدان گیا

وہ تو آئے ہی عطا کرنے تھے۔ وہ قاسم رزق ایسے کہ کسی نے محرومی کا شکوہ نہ کیا۔ وہ اپنے رب کے محبوب خاص اور مختارِ عام ہیں۔

جس کی زبان کے صدقے حسنِ کلام تیرا
محبوب خاص تیرا مختارِ عام تیرا

جس نے اُن کے چہرے کی زیارت کر لی، وہ ساری زندگی اس کی رعنائی میں کھویا رہا۔ جس نے اُن کی آواز سن لی، ساری زندگی اپنی سماعت پر فخر کرتا رہا۔ جس پر اُن کی نظرِ کرم پڑی وہ شادابی میں ڈوب گیا۔ جس نے اُن کے ہاتھ کو چھو لیا وہ ساری زندگی اپنے ہاتھ کو تکتا رہا اور چومتا رہا۔ جس گھر میں انہوں نے قدم رنجہ فرمایا، وہ گھر خوشحالی اور سکون کا مسکن ٹھہرا۔

جس ایسی شخصیت کے حسن نے حسینوں کو حسن دیا، کائنات کے ہر ہر گوشے کو رعنائی بخشی ہے۔

[illegible]
میں تو کہتا ہوں کہ جہاں بھر پہ ہے حسن تیرا

(احمد ندیم قاسمی)

[illegible] اس محبوب رب کائنات کے صدقے سے [illegible] کائنات کی [illegible] جہاں بھر [illegible] رحمتیں ہیں۔

لامکاں تک ہے تیری رسائی گیت گاتی ہے تیرے خدائی
وہ جگہ ہی نہیں ہے جہاں میں جس جگہ تیرا جلوہ نہیں ہے

جس جسم اطہر کا پسینہ دنیا کی تمام خوشبوؤں کو شرمندہ کرتا ہو اس پاک ذات کے چہرہ انور کی خوبصورتی کون بیان کر سکتا ہے۔

تجھ کو عنبر چاہیے اے دوست خوشبو کے لیے
مجھ کو رخسارِ محمدؐ کا پسینہ چاہیے

ایسی ہستی کی آمد ہمارے جیسے عاصیوں اور محروموں کے لیئے عید نہ ہو تو کیا ہو کیونکہ

ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سَو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

ہم اپنی قسمت پہ نازاں کیوں نہ ہوں کہ ہماری ہدایت کے لئے رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ یہی نہیں روزِ محشر اُن کی شفاعت کی خوشخبری ہمارے جیسے ناقص العمل لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں تو اور کیا ہے۔ امام احمد رضا خانؒ کی زبان میں

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے، تیرے لئے امان ہے

تخلیقِ کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعتِ شان واضح کرنے کیلئے تمام انبیاء کرام کی ارواح کو اکٹھا کیا اور اُن سے وعدہ لیا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ

(الِ عمران آیت 81)

اور یاد کرو اللہ نے انبیاء کرام سے عہد لیا تھا کہ آج ہم نے تمہیں کتاب وحکمت عطا کی۔ کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ (مفہوم)

یہ آیت کریمہ آیت میثاق کے نام سے مشہور ہے۔ اس آیت کے تحت پیر محمد کرم شاہ الازھری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ضیاء القران میں لکھتے ہیں کہ

سیدنا علی المرتضی اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی سے یہ پختہ وعدہ لیا ہے کہ اگر اس کی موجودگی میں میرا پیارا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف فرما ہو تو اُس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت پر ایمان لا کر آپ کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی ہر طرح تائید ونصرت کرے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے بھی یہی عہد اپنی اپنی امتوں سے لیا۔ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہونا اظہر من الشمس ہے۔ آپ ہی کا فیض نبوت قیامت تک جاری رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء سابقین آپ کے امتی ہونے کے متمنی رہے۔

چوں بشانش نگاہِ موسیٰ کرد
شدن از امتش تمنا کرد

جب موسیٰ علیہ السلام نے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ملاحظہ فرمائی تو امتی ہونے کے آرزومند ہوئے۔

قبلہَ عالَم سید محمد چراغ علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف تنویر لاثانی میں "باعثِ تخلیقِ کائنات" کے عنوان میں یوں رقمطراز ہیں کہ ذات حق جل وعلا فرماتی ہے

لَوْلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

(زرقانی، مواہب)

اے میرے پیارے حبیب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا یہ حدیث قدسی آپ ہی کی شان میں وارد ہے۔ بقول شاعر

محمد گر نہ بودے کس نہ بودے
نہ بودے ہیچ عالَم در وجودے

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا، کسی عالم کو وجود نصیب نہ ہوتا۔ امام شرف الدین بوصیری رحمتہ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں یوں اظہار حقیقت فرماتے ہیں

لو لاک لم تخرج الدنیا من العدم

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود آشنا نہ ہوتی۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ اس مقام پر فرماتے ہیں

وہ جو نہ تھے تو کچھ بھی نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ بھی نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

بقول مولانا ظفر علی خان

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تمہیں تو ہو

شاعرِ مشرق علامہ اقبال جواب شکوہ میں یوں فرماتے ہیں

ہو نہ یہ پھول، تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو پھرمے بھی نہ ہو، خُم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

روز قیامت علمِ شفاعت آپ ہی کے مبارک ہاتھ میں ہوگا۔ شفیع مذنباں اپنے گناہگار امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس دن سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمتیں اور اختیارات ہر کس و ناکس پر عیاں ہوں گے۔ مقام محمود آپ ہی کے لئے مختص ہے۔ مَازَاغَ الْبَصَرُ کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ مرتبہ مُصطفائی ومُجتبائی نبی کریم کے لئے ہی مختص ہے۔ و قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ آپ

کا مقدر رہا۔ حبیبِ رحمان کا لقب آپ ہی کو ملا۔ آپ ہی مظہرِ اتم ہیں آپ ہی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

کی شان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کی بلندی کا اعلان فرما دیا ہے۔
روز جزا آپ ہی کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔

(تنویر لا ثانی طبع جدید صفحہ 18)

شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی مکرم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ دنیا میں کوئی نبی اور رسول مبعوث نہیں ہوا جس نے اپنی اُمت کو ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی بشارت نہ دی ہو۔ اپنی امت سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے کا عہد نہ لیا ہو۔

قرآن مجید کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے اپنی امت کو

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ط

(الصف آیت 6)

یعنی میں بشارت دینے والا ہوں اُس رسولِ معظم کی جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے

فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی۔ قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل بھی ہر امت اپنے مشکل وقت میں حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نام کا وسیلہ پیش کر کے بارگاہِ خداوندی میں دعائیں کیا کرتی تھی، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں یوں فرمایا

وَ كَانُوْ ا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

(آیت 89)

اوراس سے پہلے وہ اِسی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کا واسطہ دے کر لوگ بارش کے لئے بارگاہ رب العزت میں التجا کیا کرتے تھے۔

حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پیشتر یہود کا شعار تھا کہ جب کبھی کفار ومشرکین سے اُن کی جنگ ہوتی اور اُن کی فتح کے ظاہری امکانات ختم ہو جاتے تو اُس وقت تورات کو سامنے رکھتے۔ وہ مقام کھول کر جہاں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات وکمالات کا ذکر ہوتا وہاں ہاتھ رکھتے اور دعا کرتے۔

(ضیاء القران جلد اوّل)

اسی آیت کے تحت تفسیر در منثور میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ اور نزول قرآن کریم سے پہلے یہود اپنی حاجات کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کا وسیلہ بارگاہِ خداوندی میں پیش کر کے دعا میں یوں کہا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمّ اِنَّا نَسْتَنْصِرُکَ بِحَقِّ النَّبِیِّ الْاُمِّیْ تَنْصُرْنَا عَلَيْهِمْ

خدایا! ہم تجھ سے بحقِّ نبی الامّی دعا مانگتے ہیں کہ تو ہم کو ان (کافروں) پر فتح دے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے بھی جب بارگاہِ خداوندی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ پیش کر کے یوں دُعا کی

يَا رَبِّ اَسْاءُ لُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِی

(حاکم وطبرانی)

اے میرے پروردگار! میں تجھ سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میری خطا معاف فرما دے

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی امر کے متعلق کہا

اگر نام محمدؐ را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

شان رسالت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ رب کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے سرفراز فرمایا۔ اس رات بیت المقدس میں سید الانبیا نے جمیع انبیاء کی امامت فرمائی۔

رفعت ذکر

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِکَ مَعِیَ وَ قَالَ اَیْضاً جَعَلْتُ ذِکْراً مِّنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ

(الشفاء۔ قاضی عیاض)

میں نے ایمان کے مکمل ہونے کیلئے اپنے ذکر کے ساتھ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا ذکر مشروط کر دیا ہے اور یہ بھی حدیث قدسی ہے کہ آپ (نبی پاک) کے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے آپ (محبوب رب العالمین) کا

ذکر کیا پس اس نے میرا ذکر کیا۔

(ضیاء القرآن جلد پنجم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ

آپ کا کریم رب پوچھتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں (اللہ تعالیٰ) نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا؟

میں نے جواب دیا

اس حقیقت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے

جبرئیل امین نے عرض کیا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے رفعِ ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا (اللہ تعالیٰ کا) ذکر کیا جائے گا وہاں آپ کا ذکر بھی میرے ساتھ کیا جائے گا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ اسی کے تحت لکھتے ہیں کہ

اس سے بڑھ کر رفع ذکر اور کیا ہوسکتا ہے کہ کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام ملا دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ خود اور اس کے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور مؤمنوں کو بھی درود اور سلام پڑھنے کا حکم فرمایا۔ حد تو یہ ہے کہ اللہ کریم نے جب بھی آپ سے خطاب فرمایا تو

یا ایھا المدثر، یا ایھا المزمل، طٰہٰ اور یٰسین

جیسے معزز القاب سے مخاطب فرمایا جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کے اسمائے گرامی سے مخاطب فرما کر احکام صادر فرمائے۔ آج دنیا کا کوئی آباد ملک ایسا نہیں

جہاں شب وروز میں پانچ بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو۔

نمازوں میں اذانوں میں اقامت میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غرضیکہ کوئی الہامی صحیفہ یا کتاب ایسی نہیں جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف وکمالات کا تذکرہ موجود نہ ہو۔ ذات باری تعالیٰ نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ آپ کے مبارک ذکر کو ایسا بلند فرمایا کہ وہ زمان ومکان کا پابند نہیں بلکہ اس وقت بھی ہوگا جب کچھ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ان کا ذکر اللہ فرمائے گا جو قائم الذات اور باقی ہے۔

خدا کا ذکر کرے ، ذکر مصطفیٰ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زبان خدا نہ کرے

سورہ والضحیٰ کی آیت نمبر 4 میں رب کریم کا ارشاد ہے

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى

اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ (نبی کریم) کے لئے پہلی گھڑی سے بدرجہا بہتر ہے۔

یعنی رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم اور انعام واحسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے اعلیٰ اور بہتر سے بہتر ہوگی۔ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ روز بروز آپ کے درجے بلند فرمائے گا عزت پر عزت اور منصب پر منصب عطا کرے گا۔ یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

ہر زباں پہ چرچا ہے ان کے آستانے کا
نور ہے زمانے میں آپ کے گھرانے کا

عفو ودرگزر

وہ کونسا ظلم، تکلیف اور زیادتی تھی جو قریشِ مکہ نے روا نہ رکھی ہو۔ مکی زندگی میں شِعبِ ابی طالب کی محصوری، راستے میں کانٹوں کا بچھایا جانا، جسم اطہر پر خاک وگندگی کا پھینکنا، بارگاہِ صمدیت کے حضور بیت اللہ میں سجدہ ریزی کی حالت میں مردہ اونٹ کا اوجھ اٹھا کر آپ کی مبارک گردن پر رکھ دیا جانا۔

اللہ اللہ نبی پاک دا حوصلہ
سختیاں سہہ کر وی مسکراندے رہے

مگر وہ پیکرِ رحمت ورافت جب پورے عظمت وجلال کے ساتھ فاتح مکہ بن کر حرم مقدس میں داخل ہوتے ہیں تو اُن خون کے پیاسوں کو

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

(یوسف آیت 92)

یعنی آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف فرمائے وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے

کہہ کر درگزر فرما دیتے ہیں۔ عفو ودرگزر کے اس عمل کو قیامت تک جاری رکھنے اور اس کی اہمیت اور فضیلت کو اجاگر کرنے کے لئے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِى الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِى السَّمَآءِ

(بروایتِ ابوداؤد)

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

یہ عالی ظرف پیکر شفقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا اخلاق ہو سکتا تھا جس نے جان کے دشمن، دیوانہ اور کاہن کہنے اور مکہ شہر چھوڑنے پر مجبور کرنے والے ظالم جب زیر دست ہوتے ہیں تو ان پر مہربانیوں کی انتہا کر دی۔ چچا کے قاتلوں کو معاف کر دیا۔ یہ وہ وقت تھا جب اختیار و اقتدار سراپا رحمت کے ہاتھ میں تھا اور ظلم و ستم کرنے والے مجرموں کو وہ سب زیادتیاں اور ناانصافیاں یاد آ رہی تھیں۔ بدلے کا خوف کتنا کرب انگیز ہو گا مگر وہ یہ کب جانتے تھے کہ رسول اللہ عفو و درگزر کا حوالہ ہیں۔ عالی نسب تو ہیں ہی عالی ظرف بھی ہیں۔ معاف کرنا کسی نے سیکھنا ہو تو عرب کے تاجدار سے سیکھے۔ خطائیں بخشنی ہوں تو سرکار مدینہ کی کریمی کو دیکھے۔ کائنات کے سردار کی کسی صفت کا ثانی کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

دنیا اگر ڈھونڈے گی ثانیِ محمد
ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا

پیہم معاف کرنے والے ساری زندگی اسی جذبہ عفو و درگزر کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالی ظرفی اور شان عفو و درگزر کے متعلق فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے بدلہ نہیں لیا۔

(بخاری شریف کتاب الاداب)

علوم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَ عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ کَانَ فَضْلُ اللہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

(سورہ النساء آیت 113)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ (رسول کریم) پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتاب وحکمت دی۔ آپ کو اُن جملہ امور کا علم بھی عطا فرمایا جن کا آپ کو پہلے علم نہ تھا، یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ جس ذاتِ اقدس واطہر پر اللہ کا فضل ہو اور فضل بھی تھوڑا سا نہیں، فضل عظیم ہو تو اُس کے علوم ومعارف کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ متعدد احادیث صحیحہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ وسیع کا ذکر ہے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

پیارے آقا! دنیا اور آخرت آپ ہی کی سخاوت میں ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علمِ بحر بیکراں کا ایک جزو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم حبیب معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن علوم سے نوازا اور

اسرار و معارف کے جن خزانوں سے آپ کے سینۂ اقدس کو لبریز فرمایا، اُن کا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر فرمایا ہے۔ کائناتِ عالَم میں کوئی فرد آپ کے اس وصفِ کمال میں برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضون اللہ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا کہ

آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت بڑی حسین اور پیاری صورت میں کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی۔ جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی شرح اشعۃ للّمعات میں اس حدیث پاک کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

اِس ارشاد نبوی کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی اور کلّی نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہو گئے جن کا انھوں نے احاطہ کرلیا۔

بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور تخلیق کائنات کی ابتداء سے لے کر اہل جنت کے اپنی منازل پر، اہل دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہونے تک کے تمام حالات سے ہمیں خبر دی۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا۔ بھلا دیا اُسے جس نے بھلا دیا۔

(ضیاء القرآن جلد سوئم صفحہ 460)

قرآن کریم کا علم اسقدر وسیع ہے تو صاحب قرآن کے علم کا احاطہ کیسے ممکن ہے؟ جب سکھانے والی ذات رحمٰن ہو سیکھنے والے مدینۃ العلم سرکار دو جہاں ہوں اور قرآن سکھایا جا رہا ہو، تو علم کا بحر بیکراں کیا کیا خزانے لیے ہوئے ہوگا۔ امّی لقب دنیا کو علم

سکھانے ہی تو آئے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں علم کے ایسے ذخائر موجود ہیں کہ رہتی دنیا تک ان کے غواصی کبھی تشنگی محسوس نہیں کریں گے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کا تقاضا

ایمان اور نجات کا دارومدار صرف اور صرف حضور سید عالم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر موقوف ہے۔ جس دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کامل ہوگی اس کا ایمان بھی کامل ہوگا۔ متعدد آیاتِ قرآنی اور احادیث مقدسہ میں اس امر کا صراحۃً حکم پایا جاتا ہے۔ سورہ توبہ کی آیت نمبر 24 میں اللہ کریم فرماتے ہیں

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآ ؤُكُمْ وَاَبْنَآ ؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَا جُكُمْ وَ عَشِيْـرَتُكُـمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَـرَفْتُـمُوْهَـا وَتِجَارَةٌ تَـخْشَوْنَ كَسَادَهَاوَمَسٰكِنُ تَـرْضَـوْنَهَـآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍفِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَـرَبَّـصُـوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

میرے پیارے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرما دیجیے اے لوگو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری عورتیں، تمارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر رہتا ہے اور تمہارے مکان جنہیں تم پسند کرتے ہو، اِن میں سے کوئی چیز بھی تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار کرو کہ اللہ تم پر اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اسی طرح حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے امام بخاری روایت فرماتے ہیں

لَا یُوءْ مِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ أَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنّاسِ اَجْمَعِیْنَ

تم میں سے اُس وقت تک کوئی مومن نہ ہوگا جب تک میں اُس کے نزدیک اُس کے ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس حدیث کے تحت حضرت سہل بن عبداللہ التستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر حالت میں اپنا مالک نہ جانے اور اپنی ذات کو اُن کی ملکیت میں نہ سمجھے وہ حلاوتِ سنت سے محروم ہے۔

(المواہب شرح الشفاء)

اسی موقع پر مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا زکوۃ اچھی
میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اللہ کی رضا اتباع رسول میں

سورہ ال عمران آیت نمبر 31 میں ارشاد ربانی ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

اے محبوب آپ فرمائیے انہیں کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تب محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بندے کے ساتھ اپنی محبت کو اتباعِ حبیب کبریا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشروط فرما دیا۔ اگر کوئی خدا کا محبوب بننا چاہتا ہے تو اس کے لئے اطاعت واتباعِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار کرنا شرط اولین ٹھہرا۔ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کرنا، آپ کے اسوۂ حسنہ کو مشعلِ راہ بنانا اور آپ سے محبت کرنا ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے۔

سرکار دو جہاں سے بے نیاز ہو کر رضائے الٰہی کی توقع یا نجاتِ اُخروی کی امید رکھنا خام خیالی اور سراسر گمراہی ہے۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مسلمان کی سب سے بڑی متاع اور قوت ہے۔ اتباع رسول نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

(سورۃ الحشر آیت 7)

اور رسول کریم جو تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں، رک جاؤ۔

یہ واضح حکم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کلّی کا اظہار ہے۔ اب آپ کے حکم کی اتباع اللہ تعالیٰ کی اتباع ہے۔

اختیاراتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی عطا، غنا اور نعمت کے ساتھ ہی اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا، غنا اور نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ

(توبہ آیت 74)

انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول نے انہیں اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیا۔

اللہ کے پیارے رسول کا یہ اختیار فیض عام ہے اور اس کا ذکر قرآن پاک میں جا بجا ہے۔

سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ

(توبہ آیت 59)

عطا فرمائے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول

اللہ تعالیٰ کی نعمت ارزانی فرمانے کے ذکر کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانیوں کا بھی اسی انداز سے ذکر کیا جا رہا ہے۔

اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ

(الاحزاب آیت 37)

جسے اللہ نے نعمت دی اور آپ (رسول کریم) نے بھی نعمت دی

اختیار مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاکمیت اور حتمیت کی دلیل قرآن پاک ان الفاظ میں دیتا ہے

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ

(الاحزاب آیت 36)

نہ کسی مومن مرد کو اور نہ کسی مومن عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب فیصلہ فرما دے اللہ تعالیٰ اور اُسکا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار رہا اپنے اِس معاملہ میں۔

ایک یہودی اور منافق میں کسی معاملے پر تنازعہ تھا۔ یہودی نے یہ رائے دی کہ فیصلے کے لئے تمہارے نبی کے پاس چلتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

دونوں کا موقف سننے کے بعد فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ رسول اللہ سے بڑا عادل اس کائنات میں کون ہوسکتا ہے۔ یہاں سے نکلنے کے بعد اس منافق نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی فیصلہ کروا لیتے ہیں۔

وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ منافق نے اپنا موقف بیان کرنا شروع کیا تو یہودی جناب عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا

''ہم آپکے نبی سے فیصلہ لے آئے ہیں''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے اس بات کی تصدیق کی اور اندر تشریف لے گئے۔ دوبارہ باہر تشریف لائے اور اپنی تلوار سے اس منافق کا سر قلم کر دیا۔ یوں واضح کر دیا کہ

''جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے بعد کوئی اور دانشمند نظر آتا ہو، اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں''

اسی جذبہ ایمانی اور سچے یقین کی بدولت حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروقِ اعظم کہلائے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''عمر مسلمان اور منافق میں فرق کرنے والے ہیں''۔

حرام اور حلال وہ ہے جسے اللہ اور اس کا رسول قرار دیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے قرار دیے گئے حرام اور حلال پر کسی اور کو حجت کرنے کی اجازت نہیں۔

وَلَا یُحَرِّ مُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ

(التوبہ آیت 29)

اور کیا وہ اسے حرام نہیں سمجھتے جسے حرام کیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

ان سب آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل اختیارات عطا کئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرام کئے ہوئے عمل کو حرام قرار دیا۔ عظمت مصطفیٰ بیان کرنے

کے لئے جہاں اپنے اختیارات کا اظہار فرمایا وہیں اپنے محبوب کے اختیارات کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

تعلق باللہ

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار بیعتِ رضوان کے موقع پر اِن الفاظ میں فرماتے ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَا یِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَا یِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُاللّٰہِ فُوْقَ اَیْدِیْھِم

(الفتح آیت نمبر 10)

بیشک جولوگ آپ (رسول اللہ) کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

یہ بیعت 1400 جاں نثارانِ شمعِ رسالت، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ حق پرست پر کر رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال شفقت اور مہربانی سے اس عمل کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا

اگرچہ یہ ہاتھ جس پر تم بیعت کر رہے تھے بظاہر میرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ تھا لیکن درحقیقت یہ میرا (اللہ تعالیٰ کا) ہاتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو

مَن یُّطِعِ الرَّ سُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ

(النساء آیت 80)

جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اُس نے اطاعت کی اللہ کی

فرما کر اپنی اطاعت قرار دیا۔ رب کریم نے جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کرنے والوں کو اللہ سے بیعت کرنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح میدانِ بدر میں جس وقت گھمسان کی جنگ ہو

رہی تھی۔ کفار مکہ کی جمعیت اور سامانِ حرب وضرب، جاں نثارانِ اسلام کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھا تو امت کے غمخوار آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدانِ بدر سے مشت خاک اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی۔ اللہ کریم کو اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اس کا ذکر

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

(الانفال آیت 17)

(اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہیں پھینکی آپ نے وہ مُشتِ خاک بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی

کے الفاظ سے بیان فرمایا۔

ان کلمات میں حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے، جس کا مشاہدہ دوست و دشمن سب نے میدان بدر میں کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مٹھی میں زمین سے خاک لی اور لشکر کفار پر پھینک دی۔ کوئی کافر بھی ایسا نہ رہا جس کی آنکھوں کو خاک کے ذرات نے بھر نہ دیا ہو۔ سب کی آنکھیں دیکھنے سے معذور ہو گئیں۔ وہ حواس باختہ ہو کر اپنے مقتولوں کے لاشے چھوڑ کر بھاگ اُٹھے۔ دوسری طرف امت کو یہ بتانا مقصود تھا کہ میرے محبوب کے عمل کو مجھ سے جدا گمان نہ کرنا۔ جب میرا پیارا محبوب کنکریاں پھینک رہا تھا تو گو پھینکنے والا ہاتھ رسول اللہ کا تھا لیکن قوت وقدرت میری تھی جو اس میں کارفرما تھی۔ میرے محبوب کی رضا میں میری رضا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

(والضحیٰ آیت 5)

اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائینگے

فرما کر مخلوق کو سمجھا دیا کہ میری رضا کو مدنی تاجدار کی رضا سے الگ خیال نہ کرنا۔ جو اس کی رضا وہی میری رضا ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

(سورۃ الحشر آیت 7)

اور رسول کریم جو تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں رک جاؤ۔
اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ واضح فرما رہا ہے کہ میرے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جو حکم دیں اس کا اتباع کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے، لہذا زندگی کے ہر شعبہ میں احکام رسالت کی پابندی کیجیے۔ انہیں سر آنکھوں پر رکھیئے اسی میں فلاح ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے کہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ

(الانفال آیت نمبر 24)

اے ایمان والو! لبیک کہو اللہ اور (اُس کے) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمہیں۔
یہاں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک کے بلانے پر بلا تامل بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہونے کا حکم فرماتا ہے کیونکہ انہی کی پیروی میں بقاء دوام کا راز مضمر ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری شریف میں حضرت ابی سعید بن المعلیٰ سے روایت کی ہے

میں نماز پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا۔ میں نماز ختم کرنے کے بعد جب آقا کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت آپ نے غلام کو یاد فرمایا تھا اُس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اب فارغ ہو کر حاضرِ بارگاہ ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

ابو سعید! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں پڑھا

اَسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ

حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پکارا۔ انہوں نے جلدی جلدی نماز مکمل کر کے حاضرِ خدمت ہو کر سلام عرض کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا

تمہیں فوراً جواب دینے سے کیا بات مانع ہوئی

عرض کیا

حضور میں نماز پڑھ رہا تھا

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

کیا تم نے قرآن پاک میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ، حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

(اعلیٰ حضرتؒ)

فقہائے کرام اس مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے بلائیں تو وہ فوراً نماز چھوڑ کر حاضرِ خدمت ہو جائے۔ بارگاہ رسالت

ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی بجا آوری کے بعد واپس آ کر وہیں سے نماز ادا کرے جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل سے اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

(تفسیر مظہری)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیۂ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ سنتِ نبوی کی اطاعت سے دل زندہ ہوتا ہے جبکہ اس کی نافرمانی سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب

حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم فرضِ عین ہے۔ آپ کی بارگاہ میں ادنیٰ سی بے ادبی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے

وَ تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

(سورہ الفتح آیت 9)

(اے اہل ایمان) میرے حبیب کی تعظیم وتوقیر کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھا کرو۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام عالی اور شانِ رفیع کے آداب کو ملحوظ رکھنے کی سورہ النور میں یوں تاکید فرماتا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

(النور آیت 63)

میرے پیارے حبیب کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

بارگاہ رسالت میں شور کرنے اور عامیانہ انداز میں آواز دینے سے منع کیا گیا ہے۔
آپس میں روز مرّہ زندگی میں حفظ مراتب کا خیال رکھے بغیر ایک دوسرے کو بے تکلفانہ پکارنے اور گفتگو کرنے کا طرز تکلم اختیار کرنے سے روک کر یہ بات واضح فرما دی کہ میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرح مت سمجھ لینا۔ اس بارگاہ میں ادنیٰ سی بے ادبی بربادی کا باعث بن جائے گی۔ سورہ الحجرات میں یوں حکم فرمایا گیا

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

(الحجرات آیت 2)

اے ایمان والو! بلند نہ کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے اور نہ آپکے ساتھ اونچی آواز کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے زور سے باتیں کرتے ہو۔ اس بے ادبی سے کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

اللہ کریم اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آواز دیکر گھر سے بلانا نا پسند فرماتا ہے۔ سورہ الحجرات ہی میں دوسرے مقام پر فرمایا

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ

(الحجرات آیت 4)

بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ اُن میں سے اکثر نا سمجھ ہیں۔

رسول کریم سے ملاقات کے آداب میں حجرہ سے آواز دے کر پکارنے کی بجائے صبر اور انتظار کا حکم دیا جاتا ہے۔ اِن آیات میں بارگاہِ رسالت کے آداب اور گفتگو کا

طریقہ بتایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر واضح فرما رہا ہے کہ اگر تمہیں میرے محبوب کریم کی بارگاہ میں شرف باریابی نصیب ہو اور تمہیں ہمکلامی کی سعادت نصیب ہو تو تمہاری آواز میرے محبوب کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے۔ حاضری کے وقت ادب و احترام کے تمام تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھو۔ اگر تم نے ذرا سی غفلت اور لاپروائی سے کام لیا اور تم سے آواز اونچا کرنے کی بے ادبی ہو گئی تو اس کا انجام یہ ہو گا کہ تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
ہے سخت بہت خطرہ یہاں بے اَدَبی کا

(کوثر نیازی)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اونچی آواز بھی ایسی گستاخی ہے جس سے تمام عمر کی نیکیاں ضائع ہو جانے کی وعید ہے۔ حضور کی شانِ عالی میں سوقیانہ باتیں کرنے والے، حضور کے خداداد علم و اختیارات پر معترض ہونے اور ادب و احترام کو ملحوظ نہ رکھنے والے اپنے انجام کے بارے میں خود غور فرمائیں۔ یہ تو وہ بارگاہ ہے جہاں جنید رضی اللہ عنہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے خاصانِ خدا کو بھی دم مارنے کی اجازت نہیں۔ عزت بخاری کی زباں میں

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اس مقام پر میرے شیخ طریقت مولائی و مرشدی سید محمد چراغ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ابلیس جو معلم الملکوت کا بڑا رتبہ اپنائے ہوئے تھا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و تجلیات لامتناہیہ کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جل گیا۔ اس وجہ سے

بے ادبی وگستاخی اس کے جسم میں سرایت کر گئی۔ جب سیدنا آدم صفی اللہ کا وجود مسعود تیار ہو چکا تو اللہ کریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں رکھ کر سب فرشتگان کو **اسجدو لآدم** (آدم کو سجدہ کرو) کا حکم صادر فرمایا۔ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ افروزی دیکھ کر سب نے تعمیلِ حکم کی۔ ابلیس لعین نے جو اپنے آپ کو فرشتوں سے بالاتر سمجھتا تھا سجدہ سے انکار کیا اور کہا **انا خیر منه** میں اس سے بہتر ہوں۔

(سورۃ صٓ آیت 76)

اس تکبر کے صلہ میں ابلیس پر

علیک لعنتی الی یوم الدین

تجھ پر میری لعنت برسے گی قیامت تک

(سورۃ صٓ آیت 78)

کا عتاب نازل ہوا۔

حقیقتاً اس ملعون نے سرور انبیاء صلوات اللہ علیہ وسلامہ کی شان میں گستاخی کی۔ سرکار عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں ادنیٰ سی کج سوچنا ایمان گنوانے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے ابلیس ملعون اور گستاخ قرار پایا۔ جو شخص ذرہ بھر گستاخی جنابِ منبع حسناتِ کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرے، اللہ تعالیٰ اس بے ادب کو توبہ کی توفیق رفیق نہیں فرماتے۔

(تنویر لاثانی طبع جدید صفحہ 22)

توسل بالرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے اللہ رب العزت کے حضور دعا کرنا

مستحسن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(المائدہ 35)

اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اُس تک پہنچنے کا وسیلہ، اور جدوجہد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت کریمہ سے نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل ثابت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ سب وسیلوں سے زیادہ افضل اور برتر ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

(النساء آیت 64)

(اے نبی) جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔ (مفہوم)

تیرا سکہ رواں کل جہاں میں ہوا، اس زمیں میں ہوا آسماں میں ہوا
کیا عرب کیا عجم سب ہے زیر نگیں، تجھ سا کوئی نہیں تجھ سا کوئی نہیں

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے نہ صرف مانگنا مستحسن ہے بلکہ اس کا حصول بھی آپ کے ذریعہ ہی سے ہوتا ہے۔ آپ کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ خداوند

قدوس کی عطا کردہ دولتِ دین و دنیا کو تقسیم کرنے والے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تو ہیں۔ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُوءْتِيْ

(بخاری شریف)

بے شک میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والے ہیں

واء نی قد اء عطیت مفاتیح خزائن الارض

(بخاری شریف)

بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں ہیں۔
اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی اس کے تحت فرماتے ہیں

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ کریمی کچھ اس طرح بھی

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

صاحبزادہ نصیر الدین گولڑوی اپنے اشعار میں یوں ترجمانی کرتے ہیں

سرکار کا در ہے در شاہاں تو نہیں ہے
جو مانگ لیا مانگ لیا اور بھی کچھ مانگ

اس در پہ یہ انجام ہوا حسنِ طلب کا
جھولی میری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ

جھولی ہی میری تنگ تھی کیا مانگتا ان سے
وہ کہتے رہے مانگ ارے اور بھی کچھ مانگ

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی تائید ان ارشادات خداوندی سے بھی ہوتی ہے

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ

(سورہ توبہ آیت 74)

اور انہیں کیا برا لگا یہی کہ انہیں دولت مند کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے ایک دوسرے مقام پر فرمایا

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

(سورہ توبہ آیت 59)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ خوش ہو جاتے اِس سے جو دیا تھا انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

بلاشبہ غنی کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر دونوں آیات میں نعمتوں کے عطا کرنے کی نسبت اللہ رب العزت نے اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی فرمائی۔ جس کا مطلب یہ کہ معطی حقیقی تو اللہ جل شانہٗ ہی ہیں مگر اس کی نعمتوں کی تقسیم کرنے والے حبیب کبریا علیہ تحیۃ والثناء ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ

(احزاب آیت 37)

اُس شخص کو جس پر اللہ نے بھی احسان فرمایا اور آپ (نبی رحمت) نے بھی احسان فرمایا۔

اِس ارشاد خداوندی کے مطابق بھی منعم حقیقی تو خالق کائنات ہی ہیں مگر حضور پر نور

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نعمت دینے والا قرار دیا گیا ہے۔ جس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور برکتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے ذریعے سے ملتی ہیں۔ جب خالق یکتا کی بخشش کا دستور یہ ہے تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو وجہ تخلیق کائنات ہیں کے وسیلہ جلیلہ سے کون بے نیاز ہو سکتا ہے۔

چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

ماہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زِحد می گزرد تشنہ لبی

عاصیانیم زِ ما نیکیٔ اعمال مپرس
سوے ماروئے شفاعت بکن از بے سببی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

(حاجی محمد جان قدسی)

اے قریشی، ہاشمی اور مطلبی لقب پانے والے اپنی رحمت کی آنکھ کھولیے اور ہم پر نظر فرمایئے۔ ہمارے ہونٹ تو پیاسے ہیں اور آپ آب حیات ہیں۔ کرم فرمایئے کہ ہماری پیاس حد سے گزرتی جا رہی ہے۔ میں ایسا گناہگار ہوں جس کے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نہیں۔ اگر آپ نے شفاعت نہ فرمائی تو میرا بس نہیں چلے گا۔ اے میرے سردار، میرے محبوب اور دل کے حکیم قدسی آپ کے آستانے پر بغرض علاج حاضر ہوا ہے۔

عظمتِ شفاعت

مدحت شافع محشر پہ مقرر رکھا
میرے مالک نے میرے بخت کو یاور رکھا

(افتخار عارف)

فرمانِ خداوندی

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

(سورہ النساء آیت 64)

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب کریم تمہارے حضور حاضر ہوں
سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب لوگ (گناہوں کی وجہ سے) اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اُن کی معافی، قبولیت توبہ اور رحمتِ الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوں۔ سچے دل سے تائب ہوکر اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں۔ حبیب کبریا علیہ تحیۃ والثناء اللہ تعالیٰ سے اُن گنہگار امتیوں کی بخشش کی سفارش بھی کریں تو پھر یقیناً اُن کی توبہ درجہ قبولیت کا مقام حاصل کرلے گی۔ آیت مذکورہ پر غور کرنے سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں کی طلبِ مغفرت پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ حصول بخشش کو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش سے مشروط کردیا۔ یہ اختیارِ شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری تک ہی موقوف نہیں ہے۔ مخلوق خدا قیامت تک آپ کی اس عظمت واختیار سے بہرہ ور ہوتی رہے گی۔

حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس کی حاضری حصولِ بخشش ورحمت کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کے در اقدس پر بعد از وصال حاضر ہونے کا

شرف حاصل کرنا بھی ایسے ہی ہے جیسے آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں۔ اس ضمن میں امام طبرانی، دار قطنی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

من حج فزار قبری بعد موتی کمن زارنی في حیاتی و صحبتی

(بحوالہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

جس شخص نے حج کیا، بعد از وصال میری قبر کی زیارت کی، گویا اس نے ظاہری حیات میں میری زیارت کی اور صحبت پائی۔

سورہ النساء کی مذکورہ بالا آیت کے تحت امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لئے آیا۔ جب اُسے اپنے کریم آقا کے وصالِ مبارک کی اطلاع ملی تو وہ فرطِ رنج وغم سے مزارِ پُر انوار پر گر پڑا۔ خاکِ پاک کو اٹھا کر اپنے سر پر ڈالا اور عرض کرنے لگا

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

آپ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سراپا شفقت ورحمت آپ میری بخشش کے لئے اللہ کے حضور میری سفارش فرما دیں۔ یہ التجاء کرنی تھی کہ قبرِ انور سے آواز آئی

”اے اعرابی اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف فرما دیا“

(بحوالہ الجامع لاحکام القران)

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ضیا القران میں اس روایت کو نقل فرمایا

امام ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

امام عتبی فرماتے ہیں کہ میں ایک روز نبی رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزارِ پُرانوار پر حاضر تھا، ایک اعرابی آیا اور سرکار دوجہاں کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ کہنے لگا

یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

سن رکھا ہے۔ آپ کے پاس اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے آپ کو بارگاہِ رب العزت میں شفیع بنانے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ اِس کے بعد اس نے چند التجائیہ اشعار بھی سوز وگداز سے پڑھے اور چلا گیا۔

امام عتبی بیان فرماتے ہیں کہ جب اعرابی اپنی معروضات پیش کرنے کے بعد واپس چلا گیا تو مجھے نیند آ گئی، خواب میں مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

یا عتبی الحق الاعرابی فبشره إن الله قدغفر له

(تفسیر ابن کثیر)

اے عتبی اس اعرابی کو مل کر خوشخبری سنادو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا ہے۔

امام خازن اپنی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتِ شفاعت کے تحت بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے استغفرت لھم (آپ اُن کیلئے بخشش طلب کریں) کی بجائے استغفرلھم الرسول (اُن کے لئے میرا پیارا رسول سفارش کرے) کا اسلوب اپنا کر واضح کردیا کہ محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

سفارش کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت ہی پسندیدہ عمل ہے۔

دیکھا جو ان کو بانٹتے میں نے بھی بڑھ کے شوق سے
دست طلب بڑھا دیا دست عطا کے سامنے

(اعلیٰ حضرت)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ گنہگاروں کی شفاعت کے لئے جب بارگاہِ جودوعطا میں اٹھتے ہیں تو امتی خواہ کتنے ہی گنہگار، روسیاہ اور بدکار کیوں نہ ہوں، آپ کے رب کی رحمت اُن کو مایوس نہیں کرتی۔ اُن کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور اُن بیگانوں کو اپنا بنالیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مسلم مفکرین کی نظر میں

میں ہندو ہوں مگر مجھ کو محبت ہے محمدؐ سے
ذرا اندازہ تو کیجیے میری کافر ادائی کا

اپنے تو اپنے غیر مسلم مفکرین بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ پنڈت کرشن کنور دت شرما نے لکھا
حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جمالِ کبریائی کی وہ شعاعِ رنگ ونور ہیں جو ایک پیکرِ انسانی میں جلوہ گر ہو کر ظلمت کدہ جہاں کو رشکِ صد جہاں بنانے آئی تھی اور بنا گئی۔

انسانیت کا وہ عظیم مظہر اتم جس کے سامنے فرشتوں کی گردنیں جھک گئیں۔ وہ نادر روزگار ہستی جس کے مافوق الفطرت کمالات کو سمجھنے سے عقلِ انسانی باوجود اپنی بلند پروازیوں کے یکسر قاصر رہے گی۔

وہ جلیل القدر پیغمبر جس کا اسوہء حسنہ کائنات کے ہر شعبہء عمل میں تقلید کا بہترین اور

افضل ترین نمونہ بن گیا۔ وہ مینارِ رشد وہدایت، وہ سراجِ صداقت وحقانیت، جس کی ضیا باریاں ہر زمانہ میں گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت کے لئے صراطِ مستقیم کا پیغام ثابت ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔

سوامی لکشمن رائے اپنی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں

وہ کونسی اذیتیں تھیں، جو کفرستان عرب کے کافروں نے اپنے عقائد باطلہ کی حفاظت کے لئے اس بت شکن پیغمبر کو نہیں دیں۔ وہ کون سے انسانیت سوز مظالم تھے جو عرب کے درندوں نے اس رحم و ہمدردی کے مجسمہ پر نہیں توڑے۔ وہ کون سے زہرہ گداز مظالم تھے جو جہالت کے گہوارے میں پلنے والی قوم نے اپنے سچے ہادی پر روا نہیں رکھے مگر انسانیت کے اس محسن اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان فیض ترجمان سے بجائے بددعا کے دعا ہی نکلی۔

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی ذات اور قوم کے لئے نہیں، بلکہ دنیائے ارضی کے لئے ابر رحمت تھے۔ تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں جس نے احکامِ خداوندی کو اس مستحسن طرز سے انجام دیا ہو۔

انہوں نے اپنوں پرایوں کی جھولیاں بھر دیں
نہ ان سا اب کوئی ہو گا، نہ ہے، نہ تھا کوئی

سردار گوردت سنگھ دارا نے اپنی کتاب رسول عربی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی محبت کا اظہار یوں کیا

ایک صاحبِ کمال آیا، جس نے جلوۂ حق دکھایا، جس کسی نے اُسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا اس کی تمنائے آرزو پوری ہوئی۔ جس کی نگاہِ شوق اُس پر پڑی اسے منہ مانگی مراد مل گئی۔ جس بشر کو اِس من موہن نے اپنا درشن دیا اُس کا جنم بھر کا پاپ کٹ گیا۔

سبحان اللہ ! کیا ٹھکانا دریائے رحمت کی طغیانی کا تھا، یہ دریا امڈا اور ہر غلاظت و عفونت گناہ کی بہا لے گیا۔ رسول اللہ نے اپنے قتل کے قصد کرنے والوں کو، اپنی نور چشم کے قاتلوں کو، اپنے چچا کے کلیجا کھانے والوں کو، سبھی کو معافی دے دی اور قطعی معافی۔ قتلِ عام دنیا کی تواریخ میں اکثر سنتے تھے مگر قاتلوں کی معافی نہ سنی۔

وہ ایک رسول خدا، وہ ایک رحمت کا دریا نہ اُسے کینہ سے کام نہ انتقام سے غرض، وہ رحم کا چشمہ وہ محبت کا منبع، وہ بندۂ کبریا، وہ حبیبِ خدا

ذکر کر سرور انبیاء کا نام لے اس حبیب خدا کا
جلوتوں خلوتوں میں نیازی جو کبھی ہم کو بھولا نہیں ہے

منقبت

جیڑے لجپالاں دے منگتے او وی لجپال ہوندے نیں
جو منگتے نے سخی در دے او مال و مال ہوندے نیں

حقارت نال ناں ویکھیں پھٹے کپڑے فقیراں دے
میں سنیاں گدڑیاں اندر وی سُچّے لعل ہوندے نیں

جیڑھے گھر وچ وی پے جاوے کدی لجپالاں دا پھیرا
او گھر لجپالاں دی نسبت سدا خوشحال ہوندے نیں

مرن توں بعد وی رکھدے خیال اپنے مریداں دا
ولی اپنے مریداں دے ہمیشہ نال ہوندے نیں

نیازی مرشد کامل توں سب کجھ وار دے اپنا
جیڑھے مرشد توں وکھ جاندے کدوں کنگال ہوندے نیں

قطب الاقطاب، شہنشاہ ولایت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت

شہنشاہ ولایت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سید نظام الدین شاہ شیرازی ایران میں بلند پایہ بزرگ تھے۔ شہنشاہ ہمایوں دوبارہ ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے روانہ ہوتے وقت اُن کے پاس حاضر ہوا۔ فتح و سربلندی اور برکت کے لئے لشکر کے ساتھ ہندوستان چلنے کی درخواست کی۔ آپ نے اپنے پوتے سید حسین شاہ شیرازی کو ہمایوں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ سید حسین شاہ شیرازی کی اولاد سے گیارہویں پشت میں سید اکبر علی شاہ شیرازی نے ضلع سیالکوٹ میں ایک جگہ کو آباد کیا جس کا نام علی پور رکھا۔ آنے والے وقت میں یہ گاؤں علی پور سیداں کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔ سادات کے اس معزز گھرانے میں سید علی شاہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ عطا فرمایا جو بڑا ہو کر شہنشاہ ولایت پیر جماعت علی شاہ لاثانی کے نام سے مشہور ہوا۔ شاہ لاثانی کی ولادت باسعادت بروز جمعۃ المبارک 1276ھ بمطابق 1860ء بوقت صبح ہوئی۔

بچپن

سرکار لاثانی کا بچپن ایک عام دیہاتی بچے کی طرح تھا مگر طبیعت میں تنہائی پسندی غالب تھی۔ اُنہی دِنوں ایک بزرگ علی پور ٹھہرے ہوئے تھے جو کسی سے بات چیت نہ کرتے۔ اشیاء خورد و نوش کی جب ضرورت ہوتی تو کسی بھی گھر کے سامنے جا کر خاموش کھڑے ہو جاتے۔ اہل خانہ دیکھ کر ضرورت کی اشیاء پیش کر دیتے جسے وہ لے کر خاموشی سے واپس چلے جاتے۔ کمسنی میں آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ وہ مجذوب بزرگ آپ کے پاس آئے۔ سرکار لاثانی کو اشارہ سے بلا کر فرمانے لگے

تمہاری تخلیق کھیل کود کے لیے نہیں ہوئی، اس سے اجتناب کرو۔ اُس بزرگ کے ناصحانہ کلمات سن کر آپ کھیل کود چھوڑ کر اُن کے پاس بیٹھ جاتے۔ سرکار لاثانی اور مجذوب بزرگ آپس میں راز و نیاز کی باتیں کرتے جو اہل گاؤں کیلئے حیرانی کا باعث تھیں۔

تلاشِ شیخ

بچپن ہی سے آپ کے اطوار سے آثارِ ولایت نمایاں تھے۔ ایام طفولیت میں کبھی کبھی آپ گھر سے چلے جاتے اور تلاش کرنے پر کسی اہل اللہ یا اہل خانقاہ سے ملتے۔ جوں جوں شعور بڑھتا رہا آپ کا روحانی جذبہ بھی فزوں تر ہوتا گیا۔ یہی وہ جذبۂ عشقِ الٰہی تھا جس نے مخلوق خدا کیلئے آفتاب ہدایت بن کر چمکنا تھا اور راہ بھٹکتی روحوں کی صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرنا تھی۔

عنفوانِ شباب میں آپ شیخ کامل کی تلاش میں معروف خانقاہوں پر تشریف لے جانے لگے۔ علی پور سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر موضع چک قریشیاں میں جناب مرزا سکندر بیگ بڑے جلیل القدر، مغلوب الحال نسبت نقشبندیہ مجددیہ سے متصف پابند شریعت اور مداومتِ ذکر الٰہی کے حامل بلند پایہ بزرگ تھے۔ انہوں نے آپ کو سراج السالکین باباجی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت نقشبندیہ مجددیہ کے حصول کی ترغیب فرمائی۔ آپ مرزا سکندر بیگ کے فرمان کی تعمیل میں کشاں کشاں باباجی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ ارادتمندی کی تکمیل کیلئے چُورہ شریف ضلع اٹک روانہ ہوگئے۔ جوں جوں منزل قریب آتی جارہی تھی جذبۂ شوق بڑھتا جارہا تھا۔

مولائی و مرشدی قبلہ عالم پیر سید چراغ علی شاہ اپنے عالی مقام مرشد شاہ لاثانی کی باباجی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس حاضری کی منظر کشی اپنی تصنیف تنویر لاثانی میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قبلہ عالم (شاہ لاثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ) جن کا مبارک قلب محبت الٰہی میں لبریز تھا اور احکام شریعت کی ادائیگی میں ساعی تھا، مصفٰی چراغ روغن بتی تھے۔ جب آپ کو بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، بابا جی کے ایک ہی تصرف نے دل جو آتشِ عشقِ الٰہی سے معمور تھا، روشن فرما دیا۔

(تنویر لاثانی' طبع جدید صفحہ 28)

خلافت

بابا جی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت کے بعد شاہ لاثانی بہت مدت تک مغلوب الحال اور مراقبہ اسم ذات جَلَّ شَانُہٗ سے مست و مجذوب رہے۔ نماز پنجگانہ باجماعت ونوافلِ تہجد سے کبھی تغافل نہ فرمایا۔ آپ نے بابا جی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے تلاوت قرآن کی اجازت چاہی تو بابا جی صاحب نے فرمایا

قرآن کریم کی تلاوت، نوافل اور وظائف بہت اچھے ہیں مگر مقصود مراقبہ اسم ذات جَلَّ شَانُہٗ ہے

جب آپ ظاہراً وباطناً مکمل ہو چکے تو باذن الٰہی بابا جی صاحب (جناب فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ) نے خلافت واجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا فقیر جنا ہے یعنی جوانمرد و اولوالعزم ہے۔

(تنویر لاثانی' طبع جدید صفحہ 28)

زہد وریاضت

سرکار لاثانی فرائض پنجگانہ ہمیشہ باجماعت ادا فرماتے، حالتِ معذوری میں بھی آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے نماز باجماعت ادا فرماتے۔ مراقبہ اسمِ ذات جَلَّ شَانُہٗ میں اس قدر محویت تھی کہ حالتِ استغراق نہایت کو پہنچنے کے باوجود آپ وقت پر نماز باجماعت ادا فرماتے اور مراقبہ اسم ذات میں مشغول ہو جاتے۔

عبادات

فریضہ نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنے کے علاوہ نوافل تہجد بعد نصف شب ، درود شریف، شجرہ شریف اوّل آخر درودتاج، سورہ مزمل صحت و مرض اور سفر و حضر ہر حال میں ادا فرماتے۔ باقی تمام رات مراقبہ نفی اثبات و اسم ذات جَلّ جَلالہٗ میں مشغول ہو کر محویت رہتی۔

ادب واحترام مُرشد

اہل طریقت اِس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرید کیلئے اُس کا مرشد رہبر وراہنما ہے۔ مرشد کا ادب ملحوظ خاطر رکھے بغیر معرفت وسلوک کی منازل طے نہیں ہوسکتیں۔ شاہ لاثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تعلیمات میں آدابِ شیخ کے بارے میں بہت تاکید فرمایا کرتے۔ وہ خود اپنے مرشد کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے

مرشد کے ادب کی کوئی حد ہی نہیں۔

ایک دفعہ شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ زیارت شیخ کیلئے گئے، جب چورہ شریف کے قریب پہنچے تو دل میں خیال گزرا کہ کھانے کے وقت پہنچنا سوءِ ادب ہوگا۔ بہتر تو یہ تھا کہ کھانے سے پہلے پہنچ جاتے یا پھر کھانے کے بعد جانا چاہیے۔ اس خیال سے باہر ٹھہر گئے اور بوقت ظہر حاضر ہوئے۔ حضرت بابا جی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کو دیکھا تو گھر سے ایک باجرہ کی روٹی اور ایک پیالہ لسی اپنے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے لائے۔ شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کرتے ہوئے فرمایا

باہر بھوکے پیاسے نہیں ٹھہرنا چاہئے تھا کیونکہ مجھے آپ کی ہر تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔

ساتھ ہی فرمایا کہ

شاہ صاحب تمہاری والدہ (بابا جی چوراہی کی اہلیہ) کہتی تھیں کہ میں ابھی تازہ روٹی تیار کر دیتی ہوں تو فقیر نے کہا

شاہ صاحب (سرکار لاثانی) اپنا جنا (بیٹا) ہے غیر نہیں، بھوک کے وقت جو میّسر آئے وہی اچھا ہے۔

شاہ لاثانی نے جب اپنے مرشد کی زبان پاک سے "اپنا جنا" کے الفاظ سنے تو بے خودی میں ایسی وجدانی کیفیت طاری ہوئی جو سالوں تک حصول مقامات عالیہ کا سبب بنی۔ اپنا جنا کے محبت بھرے الفاظ کے روحانی فیضان سے جذبہ عشق محبت الٰہی ایسا غالب ہوا کہ کئی مقاماتِ روحانی یک لخت طے ہو گئے۔

(ماخوذ از تنویر لاثانی)

حُسنِ اَخلاق

شاہ لاثانی اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل اتباع فرماتے۔ خدمتِ خلق، مہمان نوازی، ایثار و تعاون، خلوص، ہمدردی، شفقت و محبت اور عطا و بخشش آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ نام و نمود کو ناپسند فرماتے۔ ساری زندگی سادگی میں گزاری، اسراف کو پسند نہ فرماتے۔ ہر معاملہ میں پیروی سنت نبوی کو مقدم رکھتے تھے۔ دینی اور دنیوی لحاظ سے شہنشاہِ وقت ہونے کے باوجود آپ کو لباس و خوراک میں ہر ممکن حد تک سادگی پسند تھی۔ اکثر اوقات مولی کو پتوں سمیت کوٹ کر روٹی تناول فرما لیتے۔ خشک طعام اور سبزی آپ کا معمول تھا۔ مرغن غذا قطعاً پسند نہ فرماتے۔

کرامات

آپ کی ظاہری حیات ایک مینارۂ نور تھی۔ آپ کا تصرف عالی نہایت سریع الاثر تھا۔ ایک ہی نگاہ میں قلبی کیفیت بدل کر رکھ دیتے، آپ کی پاکیزہ زندگی میں بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔

ایک آتش پرست نوجوان سیٹھ نے تحقیق حق کے ارادہ سے بمبئی میں مجلس مذاکرہ کے انعقاد کا اعلان کیا۔ اس میں تمام مذاہب کے علماء کو شرکت کی دعوت دی تا کہ وہ اپنے اپنے مذہب کی حقانیت بیان کریں۔ جو مذہب حق پر ہوگا وہ سیٹھ اُسے قبول کر لے گا۔ ان دنوں حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، سرکار لاثانی کے پیر بھائی بھی تھے، بمبئی میں اُن کا حلقہ ارادت بھی بہت وسیع تھا، بمبئی تشریف لے گئے۔ حافظ ظفر علی پسروری، جو سرکار لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت سے تھے، محدث صاحب کے ساتھ بطور خادم گئے ہوئے تھے۔

بمبئی کے مسلمانوں کو جب حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کا علم ہوا تو اہل علم نے محدث علی پوری کو اس مذاکرہ میں شرکت فرمانے کی درخواست کی تا کہ اُن کی برکت سے اسلام سربلند ہو۔ آپ نے حافظ ظفر علی پسروری کو مجلسِ مذاکرہ میں مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کا حکم فرمایا۔

حافظ ظفر علی صاحب فرماتے ہیں

محدث صاحب کا حکم سن کر میرا رنگ فق ہوگیا کیونکہ ہم لوگ مساجد میں اہل اسلام کو احکام خداوندی کی تبلیغ کے عادی تھے۔ ایسی علمی مجالس میں جانے کا کبھی اتفاق بھی نہ ہوا تھا اور نہ ہی ایسے علمی مباحث کا کچھ تجربہ تھا۔

اسی سوچ میں میں مجلس سے اٹھ کر دور پریشان کھڑا تھا کہ قبلۂ عالم سرکارِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے جمال باکمال کی جھلک پڑی۔ آپ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے انوار و فیضان سے میرے قلب کو منور فرمایا اور حکم دیا

حافظ صاحب فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ کا دین حق ہے۔

اس کے بعد آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میری طبیعت پُرسکون اور مطمئن ہو گئی۔ میں اپنے اندر اعتماد محسوس کرنے لگا۔

مذاکرہ میں مختلف مذاہب کے کچھ علماء اپنا اپنا بیان کر چکے اور کچھ ابھی باقی تھے کہ

حافظ ظفر علی پسروری صاحب کی باری آ گئی۔حافظ صاحب پسروری بیان کرتے ہیں
مجھے صرف اتنا علم ہے کہ میں نے منبر پر چڑھ کر صداقتِ اسلام وتائید حق کے متعلق
تقریر کا آغاز کیا۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کون مجھ سے کہلوا رہا
ہے۔جب ہوش آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علماء جو منبر کے پاس بیٹھے ہوئے
تھے میرے پاؤں چھوکر اپنے چہروں پر ملتے تھے اور کہہ رہے تھے
اس شخص کی زبان پر روح القدس بول رہا ہے۔
میری تقریر کے بعد کسی کو تقریر کرنے کی جرأت نہ ہوئی کہ اپنے مذہب کی صداقت
بیان کرے۔سیٹھ نے حافظ جی محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر
بیعت کی اور مشرف با اسلام ہوا۔لاثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف عالی کہ
ہزاروں میلوں کی مسافت پر آنِ واحد میں اپنے غلام کو دستِ شفقت سے حوصلہ دے
کر صداقت اسلام کا بول بالا فرما دیا۔

وصال مبارک

سرکار لاثانی کی طبیعت 1939ء کے آغاز ہی سے ناساز رہنے لگی مگر آپ
صاحب فراش نہ ہوئے۔رفتہ رفتہ آپ کی صحت بہت گرتی چلی گئی۔آپ 17 شعبان
المعظم 1358ھ بروز جمعہ پُر جوش جذبۂ عشقِ الٰہی میں 79 برس کی عمر میں داعیِ اجل
کو لبیک فرما کر واصل باللہ ہوئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ' یوصل الحبیب الی الحبیب

شاہ لاثانی کا مزار اقدس علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ شرقی جانب مرجع خلائق ہے۔
آپ کی مبارک زندگی کے مکمل حالات جاننے کیلئے قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف
تنویر لاثانی (طبع جدید) کا مطالعہ فرمائیں۔

حصّہ دوم

قبلۂ عالم پیر سید چراغ علی شاہؒ
کی
شخصیّت، سوانح حیات اور خدمات

باب 1

حالات زندگی

یک چراغیست دریں بزم کہ از پرتو آں
ھر کجامی نگری انجمنے ساختہ اند

دراصل اس بزم میں ایک ہی چراغ جلوہ گر ہے
اور ہر طرف اسی کے پرتو سے انجمن آرائی کی گئی ہے

اَللّٰهُ يَجتَبِى اِلَيهِ مَن يُّشَآءُ وَيَهدِىٓ اِلَيهِ مَن يُّنِيبُ

(القرآن)

اللہ اپنی قربت کے لئے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے
اور اپنی طرف رجوع کرنے والے کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے۔

پیدائش

سیّد محمد چراغ علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سادات کے معزز گھرانے میں سے تھے۔آپ نجیب الطرفین سیّد تھے۔آپ کا خاندان زہد وتقویٰ میں معروف تھا۔آپ کی والدہ ماجدہ سیّدہ فتح بی بی بڑی ہی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ ہمہ وقت عبادت میں مشغول رہتیں۔آپ کے والد مکرم سیّد حسن علی شاہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے صاحب مجاز بزرگ تھے۔اپنی گوری اور سرخ رنگت کی وجہ سے لوگوں میں سیّد بگے شاہ کے نام سے مشہور تھے۔حسنِ صورت کے ساتھ اخلاقِ جلیلہ کا پیکر تھے۔انتہائی علم دوست اور علم پرور تھے۔

سادات کا یہ گھرانہ ضلع ہوشیار پور (ہندوستان) کے قصبہ بسی ولی داد خان میں آباد تھا۔سیّد حسن علی شاہ صاحب ملازمت کے سلسلے میں انبالہ تشریف لے گئے اور ایک مدت تک ضلع کچہری میں بطور منشی کام کرتے رہے۔اس دوران میں آپ کی شادی ہوگئی۔1877ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرزند جلیل عطا فرمایا۔اس زمانہ میں انبالہ شہر میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور بزرگ حضرت مخدوم سائیں توکل علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مسندِ ارشاد پر فائز تھے۔سیّد حسن علی شاہ نوزائیدہ بچے کو لے کر حضرت مخدوم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برکت کی درخواست کی۔حضرت مخدوم رحمتہ اللہ علیہ نے نہ صرف آپ کو گھٹی عطا کی بلکہ خصوصی دعاؤں سے بھی نوازا اور آپ کا نام چراغ علی تجویز کیا۔یہی نام رکھا گیا۔آپ حضرت مخدوم رحمتہ اللہ علیہ کے مجوزہ اسم کے مطابق فی الواقع چراغ علی ثابت ہوئے گویا اسم بامسمّٰی ہوئے۔ چاردانگ عالم اس چراغ کی روشنی سے فیض یاب ہو رہا ہے۔سائیں توکل علی شاہ کی نگاہِ ولایت اُس وقت بھی آنے والے زمانے کے مرشد ورہبر کو پہچان رہی تھی۔اس نام کا اثر آج بھی قائم ودائم ہے۔اللہ تعالیٰ کا روشن کیا ہوا یہ چراغ آج بھی اپنی

ضوفشانی سے گمراہوں کے لیے راہِ ہدایت دکھلا رہا ہے۔

شیرِ خدا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الکریم کا چراغ پوری آب و تاب سے روشن ہوا اور آفتاب ولایت بن کر چمکا۔ مصائب و آلام کے اس اندھیرے دَور میں جب امت مسلمہ غلامی کی زندگی گزار رہی تھی۔ عقایدِ اسلام پر ہر طرف سے حملے کیے جا رہے تھے، یہاں تک کہ یہود و نصاریٰ کی سازش سے جھوٹا مدعی نبوت پیدا ہوا۔ اس پُرآشوب دور میں قبلہ عالَم عقایدِ باطلہ کی، علمی اور روحانی طاقت سے بیخ کنی فرماتے رہے۔ آپ نے ساری زندگی نہ صرف روشنی اور ہدایت کا سامان بہم پہنچایا بلکہ راہِ حق کے متلاشیوں کو منزل مقصود کی راہ بھی دکھلائی۔ یہ فیضانِ معرفت صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہ تھا، غیر مسلم بھی آپ کے زیر تصرف تھے۔ چراغ کی ضَو اپنے اندر آفتابِ ولایت کی روشنی لیے ہوئے تھی۔ علی شیرِ خدا کا یہ روحانی چراغ آج بھی ایسے ہی روشن ہے کہ اسے کسی رات کا اندھیرا یا دن کی روشنی ماند نہ کرسکی۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ دُرویش کہ جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

شجرۂ نسب

سیّد محمد چراغ علی بن سیّد حسن بن سیّد محمد لشکر بن سیّد محمد کرم بن سیّد محمد بن سیّد دسوندہی بن سیّد امیر بن سیّد محمد بن سیّد فتح بن سیّد حسین بن سیّد علی بن سیّد حسن بن سیّد عبدالواحد بن سیّد احمد بن سیّد محمد بن سیّد علاؤالدین بن سیّد زین العابدین بن سیّد فہم الدین بن سیّد شمس بن سیّد فتح اللہ بن سیّد صدرالدین بن سیّد زاہدالدین بن سیّد مومن الدین بن سیّد مشتاق بن سیّد علی قادر بن سیّد صالح عسکری بن سیّد عبدالرزاق بن سیّد محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ بن سیّد ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن

سیّد عبداللہ بن سیّد یحییٰ بن سیّد داؤد بن سیّد موسیٰ ثانی بن سیّد عبداللہ بن سیّد موسیٰ الجون بن سیّد عبداللہ المحض بن سیّد حسن مثنیٰ بن سیّدنا امام حسن بن سیّدنا علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہٗ۔

یوں 37 پشتوں کے بعد آپ کا سلسلہ نسب شیر خدا علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہٗ تک جا پہنچتا ہے۔

بچپن

1881ء میں سیّد حسن علی شاہ انبالہ چھاؤنی سے واپس اپنے گاؤں بسی ولی داد خان چلے آئے۔ ابھی چراغ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً پانچ چھ برس ہی کی تھی کہ والدہ ماجدہ نے رحلت فرمائی۔ سید چراغ علی شاہ اور آپ کے چھوٹے بھائی سیّد امام علی شاہ جن کی عمر اس وقت بمشکل تین سال کی تھی، شفقتِ مادری سے محروم ہو گئے۔ سیّد حسن علی شاہ صاحب کے اجداد ضلع گورداسپور (ہندوستان) کے مشہور قصبہ بھیٹ میں آباد تھے اور ان میں سے کسی کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ بیوی کی وفات کے بعد سیّد حسن علی شاہ موضع بسی ولی داد خان میں تنہائی محسوس کرنے اور غم زدہ رہنے لگے۔ بالآخر دونوں بچوں کی دیکھ بھال کے لیے آپ اپنے آبائی گاؤں موضع بھیٹ منتقل ہو گئے۔ ابھی تین سال گزرے تھے کہ سیّد حسن علی شاہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ دونوں بھائی پھر بے سہارا ہو گئے۔

کسے خبر ہے کہ واں جنبش قلم کیا ہے

شاید مشیت ایزدی اس طرح سرور کائنات رحمت مجسم سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ادا کروا رہی تھی کہ ظاہری سہارے ختم کر کے اپنی آغوش رحمت میں پرورش کرنا چاہتی تھی۔ موضع بھیٹ میں افغان قوم کی ایک نیک سیرت اور بلند اخلاق بی بی آپ کے ہمسایہ میں رہتی تھی۔ اس کے دو خرد سال بیٹے علی احمد خان اور سلطان

احمد خان تھے، اس خاتون نے دونوں یتیم بچوں کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ وہ ان دونوں یتیم بھائیوں کا اس قدر خیال رکھتی کہ اپنے بچوں سے پہلے ان کو کھلاتی پلاتی۔ جلد ہی یہ سہارا بھی ٹوٹ گیا اور وہ نیک سیرت خاتون اللہ کو پیاری ہو گئی۔

ان پے در پے صدموں کے بعد آپ (سیّد چراغ علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ) آٹھ سال کی عمر میں اپنے چھوٹے بھائی کو لے کر پیدل ہی اپنے ننیہال بٹالہ شریف ضلع گورداسپور (ہندوستان) تشریف لے گئے۔ دونوں بھائی چند روز وہاں ٹھہرے مگر عزیزوں نے سرد مہری دکھائی اور کوئی بھی کفالت کے لیے تیار نہ ہوا۔ یہ صورت حال دیکھی تو اپنے نانا کے مرید چودھری غلام محمد اور نور دین نمبردار کے پاس ضلع گجرات کے گاؤں چاڑ تشریف لے گئے۔ چند سال ان کے ہاں ٹھہرے۔ ان دونوں نے آپ کی خوب خدمت کی اور حق ارادت ادا کیا۔ اس دوران آپ کشتی کا شوق بھی فرماتے رہے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو آپ دونوں نیازمندوں سے اجازت لے کر اپنے والد کے عم زاد بھائی سیّد باغ علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پرزور اصرار پر ان کے ہاں مراڑہ شریف ضلع سیالکوٹ منتقل ہو گئے۔

سیّد باغ علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں کوئی بیٹا نہ تھا، آپ کی تین صاجزادیاں تھیں۔ انہوں نے ان دونوں بھائیوں کو بڑی شفقت سے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا۔ سیّد باغ علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی سلسلہ قادریہ کے صاحب ارشاد بزرگ تھے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی جوانی ایک دیہاتی نوجوان کسان کی سی تھی مگر اس کے باوجود آپ اپنے ہم عمر نوجوانوں سے بالکل مختلف تھے۔ دیہاتی نوجوانوں کی سرگرمیوں اور لہو ولعب سے الگ تھلگ رہتے۔ کم گو، تنہائی پسند، زیادہ وقت یادِ الٰہی اور فکر و مراقبہ میں گزارتے۔

نکاح

قبلۂ عالَم کی عمر سولہ سترہ برس کی تھی جب آپ کے تایا سیّد باغ علی شاہ صاحب نے اپنی بڑی صاحبزادی سے آپ کا نکاح کر دیا اور کھیتی باڑی کے کام میں ہاتھ بٹانے کے لیے کہا۔ آپ نے کھیتی باڑی کی طرف بھی توجہ مبذول کی مگر بایں ہمہ طبع اقدس کا میلان ذکر وفکر کی طرف زیادہ تھا۔ ازدواجی زندگی کے ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ ایک اور جانکاہ صدمے نے آلیا۔ آپ کی شریکِ حیات داغِ مفارقت دے گئیں۔

زندگی میں انقلاب

نیک سیرت بیوی کی اچانک موت نے قبلۂ عالَم کے فکر و ذہن کو خاصا متاثر کیا، آپ غمزدہ اور اداس رہنے لگے۔ اس صدمے نے آپ کے اندر سوز و گداز پیدا کر دیا اور طبع اقدس صوفیانہ کلام کے پڑھنے سننے کی طرف راغب ہوگئی۔ آواز میں بلا کا سوز تھا، گاہے گاہے تسکین ذوق اور تسلی طبع کے لیے دوپہر کے وقت احباب کے ساتھ مراڑہ شریف کے باہر حضرت بابا بخاری بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ وہاں احسن القصص (مصنفہ مولوی غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ) پنجابی اشعار میں سورۃ یوسف کی مشہور تفسیر اس سوز و گداز سے پڑھتے کہ سننے والوں پر ایک کیفیت اور آپ پر رقت طاری ہوجاتی۔

حسب عادت آپ ایک روز اپنے پرسوز انداز میں کتاب پڑھ رہے تھے کہ نوشاہی سلسلہ کے ایک بزرگ سائیں شیر علی رحمتہ اللہ علیہ پاس سے گزرے، جونہی سائیں شیر علی کی نگاہِ جوہر شناس نے قبلۂ عالَم کا چہرہ دیکھا تو فرمایا

''نوجوان! اللہ نے تمھیں اس کام کے لیے تو پیدا نہیں کیا جس میں مشغول ہو، تمہاری تخلیق کا کچھ اور ہی مقصد ہے، تم اس طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے۔''

یہ کہہ کروہ بزرگ تو چل دیے مگر قبلۂ عالَم کی طبیعت مضطرب ہوگئی۔ بار بار یہی بات دل میں آنے لگی اور دنیاوی ہنگاموں سے دل بالکل ہی اچاٹ ہوگیا۔ یہ زندگی میں انقلاب کا آغاز تھا جس نے مستقبل کا رخ ہی بدل دیا۔ علمِ دین کے حصول اور عرفانِ حق کی طلب ہر وقت تڑپانے لگی۔

راہ دے راہ دے ہر کوئی آکھے میں وی آکھاں راہ دے
بِن مرشد تینوں راہ نہیوں لبناں رُل مرسیں وچ راہ دے

(میاں محمد بخش)

بیعت

قبلۂ عالَم کے سازِ قلب پر سائیں شیر علی رحمتہ اللہ علیہ کے مضراب حقیقت نے ایسی ضرب لگائی تھی کہ آتش شوق بھڑک اٹھی، بے قراری حد سے بڑھ گئی۔ گوہرِ مقصود اور دُرِّ مطلوب کے حصول کی خاطر عازمِ سفر ہوئے۔ لاہور جانے کا مصمم ارادہ کرلیا اور اکیلے ہی مراڑہ شریف سے پیدل روانہ ہوگئے۔ ابھی ظفروال کے قریب ہی پہنچے تھے کہ صوفی محمد اسماعیل صاحب جندرانوی سے ملاقات ہوگئی۔ جندرانوی صاحب نے آپ سے پوچھا کیا ارادہ ہے اور کہاں جا رہے ہو؟ قبلۂ عالَم نے اظہار فرمایا تو صوفی صاحب کہنے لگے

کیا ہی اچھا ہو، اگر لاہور جانے سے پہلے کسی اللہ والے سے دعا کروالیں۔ سنا ہے اللہ تعالیٰ بزرگوں کی دعاؤں سے حصول مقصد میں آسانی پیدا کردیتا ہے۔ میں بھی کسی مردِ خدا کی تلاش میں ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ ایک اللہ والے سیّد جماعت علی شاہ صاحب لاثانی علی پوری ان دنوں قریبی گاؤں موضع چھچھو کھیوہ (تحصیل نارووال) میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں ان کی زیارت کے لیے وہاں جا رہا ہوں۔ اگر تم چاہو تو میرے ساتھ چلو، ان کی زیارت بھی کرواور ان سے دعا بھی کراؤ۔

آپ آمادہ ہو گئے اور صوفی صاحب کے ساتھ ہو لیے۔

سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت ایسا محسوس ہوا جیسے سرکارِ لا ثانی پہلے ہی سے آپ کے منتظر تھے۔ قبلۂ عالَم کا یوں حاضر خدمت ہونا گویا اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے خود بخود ہو رہا تھا۔ سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے جوہر قابل دیکھ کر معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ آنے کی غرض پوچھی۔ قبلۂ عالَم نے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور دعا کے لیے درخواست کی۔ شاہ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ مسکرائے اور اپنے خادم سائیں مہر شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے فرمانے لگے

"چراغ میں بتی اور تیل تو موجود ہے اب صرف ایک شعلہ کی ضرورت ہے جو چراغ کو روشن کر دے"

نیز فرمایا

"اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد شفیع کا نعم البدل بھیج دیا ہے"

ان ہی دنوں سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک محبوب خلیفہ مولانا محمد شفیع صاحب موضع بھرت ضلع گورداسپور (ہندوستان) میں انتقال کر گئے تھے جس کا آپ کو بہت ہی صدمہ تھا۔ سرکارِ لا ثانی علی پوری نے قبلۂ عالَم کو چند روز کے لیے علی پور سیّداں چلنے کو کہا۔ حسب الارشاد آپ ان کے ساتھ علی پور تشریف لے گئے۔ اگلے ہی روز آپ کے دل کی دنیا بدل گئی، قطبِ وقت سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ کرم اپنا کام کر چکی تھی۔ خصوصی توجہ سے بار بار سرفراز فرمایا یہاں تک کہ آپ علی پور ہی کے ہو گئے۔ تیسرے روز بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ میں داخل فرمایا اور سلوک کی تربیت شروع کر دی۔

قبلۂ عالَم نے جلد ہی منازل سلوک طے کیں اور مرشد پاک کی نگاہِ کرم سے درجۂ کمال پر فائز ہوئے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو شیخ سے ایسی نسبت ہوئی کہ آپ خود فنافی الشیخ ہو گئے اور اپنے شیخ کے بھی مطلوب و مراد ٹھہرے۔ اب کیا تھا، چراغ روشن

ہو چکا تھا اور اس کی روشنی پھیلنے لگی تھی بلکہ شیخ کو بھی یہ فرماتے ہوئے خوشی ہوتی کہ

"جماعت در چراغ اور چراغ در جماعت است"

فیض کی یہ نوری قندیل شمع فروزاں بن گئی جس نے محفل طریقت اور بزم تصوف کو جگمگا دیا۔ اس چراغ طریقت سے طالبان معرفت فیضان اور عشاق حقیقت نور عرفان پانے لگے۔ سائیں توکل شاہ کے دیئے ہوئے نام کو سرکارِ لاثانی نے حقیقت کا رنگ عطا کر دیا۔

دمِ عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے ریشۂ معنیٰ میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

(اقبال)

مرشد کے لیے ایثار و خلوص

شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت اور حصول فیضان کے کچھ عرصہ بعد قبلۂ عالَم اپنے گاؤں مراڑہ شریف واپس چلے آئے۔ یہاں آکر آپ نے اپنے صاحبزادے سیّد امداد حسین صاحب اور چند خدام بابا عظمت علی رحمتہ اللہ علیہ، چودھری فخر دین اور حکیم سردار علی صاحب دسوہہ والے کے ہاتھ اپنے تمام مویشی، نقدی، زیورات اور جایئداد کی تمام رجسٹریاں اپنے مرشد سیّد جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کے حضور بھجوا دیں۔ جب یہ سارا سامان خدمت مرشد میں پہنچ گیا تو قبلۂ عالَم خود حاضر ہوئے اور عرض کی

اَنَا وَ مَالِی لَکَ یا سیّدی و مُرشدی

اے میرے سردار میں اور میری سب متاع آپ ہی کے لیے ہے

براہ کرم اسے شرف قبولیت بخشیں۔ مرشدِ کامل نے جب یہ حال دیکھا تو فیضان کا بادل برس پڑا۔ تین مرتبہ زور سے زمین پر پاؤں مارتے ہوئے فرمایا

''قبول، قبول، قبول''

پھر دیر تک دعا فرمائی اور حکم دیا کہ شاہ صاحب کا مال بھی میرا ہی مال ہے، اب اسے میری طرف سے شاہ صاحب کو لوٹا دو۔ آج کے بعد مجھ میں اور شاہ صاحب میں کوئی فرق نہ جانے۔ سرکارِ لاثانی رات کو اپنی اہلیہ کے ساتھ حویلی میں تشریف لائے جہاں سارا سامان جمع تھا اپنے گھر والوں سے کہا

''اسے کہتے ہیں مریدی یہ چوتھا شخص ہے جس نے حقِ مریدی ادا کیا ہے۔''

اس واقعہ سے سیّدِ ناصِدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی وہ مثال یاد آجاتی ہے جب آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لیے لشکر کی تیاری کی خاطر چندہ طلب فرمایا۔ سیّدِ ناصدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر کا سارا مال اسباب اٹھا کر مسجد نبوی میں لائے اور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں پر ڈھیر کر دیا۔ آپ کے پوچھنے پر کہ گھر کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانے بقول ڈاکٹر محمد اقبال یوں گویا ہوئے

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

صحبت شیخ

قبلۂ عالم کم وبیش تیرہ برس شب وروز اپنے مرشد کامل کے سفر وحضر میں خدمت گزارر ہے اوراپنی روحانی تشنگی کو سیراب کرتے رہے۔سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں صحبت اور معیت شیخ کو منازل سلوک کے طے کرنے اور کرانے میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ صحبت شیخ کی برکات کے سلسلے میں فرماتے ہیں

''آج اس دولت عظمیٰ کا حصول اس بلند طبقہ نقشبندیہ کے ساتھ کامل اخلاص اوراس کی طرف توجہ اوررجوع کے ساتھ وابستہ ہے جوریاضت شاقہ اورمجاہدات شدیدہ سے بھی میسر نہیں آسکتی۔جوان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آجاتی ہے کیونکہ ان بزرگوں کے طریقے میں انتہا آغاز ہی میں میسر آجاتی ہے۔یہ بزرگ پہلی صحبت میں وہ کچھ عطا کردیتے ہیں جومنتہیوں کوانتہا پر جاکر میسر آتا ہے۔ان بزرگوں کا طریقہ صحابۂ کرامؓ کا طریقہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ کوحضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اول صحبت میں ہی وہ تمام میسر آگئے۔''

(مکتوبات شریف جلد اول مکتوب نمبر 90)

عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ بھی صحبت اولیاء اللہ کی برکات واہمیت کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا
نظرِ ایشاں خاک را اکسیر کرد
لطفِ شاں ہر دل تاثیر کرد

(یعنی اولیاء اللہ کی صحبت میں گزرا ہوا ایک لمحہ سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہو تا ہے۔ اُن کی نگاہِ کیمیا اثر سے خاک اکسیر بن جاتی ہے۔ اُن کے لطف و کرم سے کوئی دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا)۔

شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ قبلۂ عالَم سے بے حد محبت کرتے تھے، اپنی خصوصی توجہات سے پیہم نوازتے۔ یہی حال مرید کا بھی تھا کہ شیخ کی محبت میں فنا ہو چکے تھے۔ سرکار لاثانی مراقبہ اسم ذات میں حالت استغراق سے گزر کر بدرجہ کمال مغلوبیت کے ساتھ اصحاب سکر میں ہو گئے۔ انہوں نے اس حالت میں نماز پنجگانہ کی ادائیگی میں مدد کے لیے قبلۂ عالَم کو مقرر فرمایا۔ جب نماز کا وقت ہو جاتا تو قبلۂ عالَم امامت کراتے اور شاہ لاثانی آپ کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔ اس طرح پیر اور مرید کا عمل سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس سنت کی متابعت تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام وصال میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم فرمایا تھا۔

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ آپ شاہ لاثانی کو عشاء کا وضو کروا رہے تھے تو قبلۂ عالَم نے دیکھا کہ وضو کا لوٹا سوراخ دار ہو گیا ہے اور مسلسل ٹپک رہا ہے۔

رات گئے جب شاہ لاثانی آرام کے لیے سو گئے تو آپ چپکے سے اٹھے اور لوٹا لے کر علی پور شریف سے تقریباً 18 میل دور موضع ظفروال پیدل چلے گئے۔ ایک واقف کار سے ٹانکہ لگوا کر راتوں رات واپس علی پور شریف پہنچے اور اسی لوٹے سے آپ کو تہجد کا وضو کروایا۔

ایک دفعہ موسم سرما میں مسلسل بہت زیادہ بارشیں ہوئیں، کثرتِ باراں کی وجہ سے جلانے کی خشک لکڑی تقریباً ختم ہو گئی اور لنگر شریف کی پکوائی میں مشکل پیش آنے لگی۔

اس بات کا علم ہوتے ہی قبلۂ عالَم اپنے گاؤں مراڑہ شریف پہنچے۔ اپنے مکان

کی تمام چھتیں اکھاڑ کر کڑیاں اور شہتیر وغیرہ اتار کر بیل گاڑیوں کے ذریعے علی پور شریف لے آئے اور انہیں لنگر خانہ میں ڈال دیا تا کہ اس خشک لکڑی سے لنگر شریف کا کھانا بآسانی تیار ہو سکے۔ یہ کیفیت دیکھ کر آستانہ عالیہ کے تمام خدام بہت حیران ہوئے، ہر کوئی انگشتِ بدنداں رہ گیا۔

نیازی مرشد کامل تو سب کچھ وار دے اپنا
جیڑھے مرشد توں وک جاندے کدوں کنگال ہوندے نیں

قبلۂ عالَم نے اس عمل کے چرچے سے روک دیا لیکن شاہ لاثانی سے یہ بات کیسے چھپ سکتی تھی۔ جب کھانا تیار ہو کر آیا تو آپ نے پوچھا کھانا کیسے تیار کیا گیا ہے جبکہ خشک لکڑی تو دستیاب نہیں ہے۔

خدام نے سارا ماجرا کہہ سنایا، یہ سن کر سرکارِ لاثانی نے آپ کو گلے لگا لیا اور اس قدر شفقت و عنایت فرمائی کہ برسوں کی راہیں لمحوں میں طے ہو گئیں۔

تعلق شیخ

پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کو مراقبہ اسمِ ذات جل شانہ میں اس قدر محویت رہتی کہ حالت استغراق نہایت کو پہنچ گئی۔ نماز کا وقت ہوتا تو شاہ لاثانی رحمتہ علیہ کی خدمت میں عرض کی جاتی۔ سرکارِ لاثانی تیمّم کر کے نماز ادا فرماتے اور ادائیگی نماز کے فوراً بعد مراقبہ اسمِ ذات میں مشغول ہو جاتے۔ استغراقی حالت اتنی بڑھی کہ آپ عرض کرنے سے بھی متوجہ نہ ہوتے۔ قبلۂ عالَم آپ کی خدمت پر مامور تھے۔ وقتِ نماز ہونے پر قبلۂ عالَم اونچی آواز سے نماز پڑھتے جاتے اور سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ آہستگی سے ساتھ ساتھ ادا کرتے جاتے۔

ایک روز نماز ظہر کے لیے بار بار عرض کی گئی مگر استغراقی حالت کا غلبہ ہونے کی

وجہ سے سرکارِ لاثانی متوجہ نہ ہوئے۔قبلہ عالَم نے اس انتظار میں کہ آپ متوجہ ہوں تو حسبِ معمول آپ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرلی جائے گی اپنی نماز بھی ادا نہ فرمائی۔ انتظار کی وجہ سے نماز کا وقت قضا ہونے کو تھا۔مولانا عبدالغنی صاحب سرکارِ لاثانی کی زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے۔قبلہ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو فرمانے لگے

''سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ تو معذور ہیں آپ تو معذور نہیں۔نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے۔اپنی نماز تو ادا کرلیں''

اُن کے فرمانے پر قبلہ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے جونہی نماز ادا کی سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ نے آہستگی سے دریافت فرمایا

کیا نماز کا وقت ہو گیا؟

عرض کیا گیا

جناب سب نے نماز ادا کرلی ہے۔

شاہ لاثانی نے پوچھا

مراڑہ والے شاہ صاحب نے بھی؟

عرض کی گئی

جی ہاں

یہ سن کر سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ نے افسوس سے فرمایا

سب کو اپنی اپنی سوجھی ہے کسی نے میرا خیال نہ کیا

قبلہ عالَم فرماتے ہیں کہ سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے یہ الفاظ سن کر فقیر بڑا شرمسار ہوا اور حسرت سے یہ الفاظ یاد آئے۔

نمازیں گر قضا ہوں ، پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

خرقۂ طریقت

خلافت کی اہلیت کا معیار سرکارِ لاثانی سے بہتر کون جانتا تھا۔ اُن کی نگاہِ فیض نے اپنے جاں نثاروں کو علم و حکمت کے فیضان عطا کیئے۔ ضرورت مندوں کی حاجات پوری کرنے کے لیے محبت، شفقت اور رہنمائی کے اسباق سکھائے۔ جب قبلۂ عالَم سرکار لاثانی کی خدمت میں ظاہری و باطنی طور سے تکمیل مراحل کر چکے تو سرکار لاثانی نے آپ کو باذنِ الٰہی سلاسل اربعہ نقشبندیہ مجددیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ تبلیغ و ارشاد کے لئے کشمیر کے دور دراز علاقوں میں جانے کا حکم دیا تا کہ وہاں کے غریب اور سادہ لوگ فیض حاصل کریں۔ دشوار گزار راستوں کی وجہ سے ان لوگوں کے پاس دعوت و تبلیغ کے لئے بہت کم حضرات جاتے تھے۔ جس وجہ سے وہ طریقت کی نعمتوں سے محروم رہتے تھے۔

احترامِ مرشد

شیخ طریقت سے قبلۂ عالَم کی محبت کا عالم ایسا تھا کہ نام سنتے ہی آبدیدہ ہو جاتے، طبیعت میں ہیجان پیدا ہو جاتا اور گھگھی بندھ جاتی۔ سرد آہیں کھینچتے اور تصور شیخ میں گم ہو جاتے۔ شریعت و طریقت آخر ہے کیا؟ بس یہی احترام و ادب۔ جس طرح مسلمان ایک اللہ، ایک رسول اور قرآن پاک پر ایمان لائے بغیر مسلمان نہیں کہلا سکتا، بالکل اسی طرح مرید بھی اپنے پیر کے آداب کی رعایت (پابندی) کئے بغیر معرفت و سلوک کے منازل طے نہیں کر سکتا۔ امیر شریعت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ جو لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے برادر طریقت اور اپنے وقت کے بلند پایہ مشائخ میں سے تھے، احترام شیخ کا ذکر کرتے ہوئے قبلۂ عالَم کے بارے میں یوں فرماتے

''شاہ صاحب جیسے بچے مائیں شاذ و نادر ہی جنتی ہیں''

بعینہٖ صاحبزادہ سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین دربار لاثانیہ علی پور شریف نے قبلۂ عاَلَم سید چراغ علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سنی تو فرمایا

''آج پیر کا احترام کرنے والا دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اب ان جیسا مؤدب مرید شاید ہی پیدا ہو''

سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی قبلۂ عاَلَم سے بے حد محبت اور پیار تھا۔ آپ جب بھی مراڑہ شریف کی طرف تشریف لے جاتے تو سارے سفر میں کھانا قبلۂ عاَلَم ہی کے گھر سے منگوا کر کھاتے۔ کھانا اس طریقہ سے پیش کیا جاتا کہ اہل خانہ (میزبان) تک کو بھی خبر نہ ہوتی۔

یہ محبت واحترام صرف شیخ کی ذات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ آپ شیخ سے منسوب ہر چیز کا غایت درجہ احترام کرتے۔ علی پور شریف کا کوئی شخص بھی مل جاتا تو آپ کمال شفقت و محبت سے پیش آتے اور اس کا بہت خیال فرماتے۔ برادران طریقت کے ساتھ بھی یہی رویہ تھا۔ ان کی خدمت کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہتے اور ہر نوع کی مشکلات میں نہ صرف تعاون فرماتے بلکہ دلچسپی لیتے، یہاں تک کہ مسئلہ حل ہو جاتا۔ جب تک علی پور شریف میں قیام رہا، اپنے شیخ کے خدام خواہ ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ سب کے ساتھ فرداً فرداً کام میں یوں ہاتھ بٹاتے جیسے آپ کی کوئی امتیازی حیثیت ہی نہیں بلکہ منجملہ غلاموں میں سے ایک غلام ہیں۔ کریم بخش صاحب (جو آستانۂ عالیہ کے نمبردار تھے) کے سامنے ہمیشہ باادب بیٹھتے۔ آستانۂ عالیہ کی حدود میں کبھی بے وضو داخل نہ ہوتے اور یونہی واپسی پر الٹے قدموں لوٹتے تاکہ آستانۂ عالیہ نظر آتا رہے۔ علی پور شریف کے رہنے والوں کو خوش نصیب جانتے۔ سرکار لاثانی گاہے گاہے آپ سے مزاحاً فرماتے

شاہ جی تساں تے ساڈے درویشاں نوں وگاڑ دتا اے، ذرا خیال کریا کرو تے

ڈیرے توں جلدی چلے جایا کرو۔

شاہ صاحب ذرا خیال کیا کریں اور ڈیرہ سے جلدی چلے جایا کریں کیونکہ آپ کے ادب نے میرے درویشوں کا مزاج خراب کر دیا ہے۔

شیخ طریقت کی نظر میں آپ کا مقام

صاحبزادہ سید امداد حسین شاہ صاحب روایت فرماتے ہیں کہ سرکارِ لاثانی علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کے تینوں صاحبزادے سرکار لاثانی کی زندگی ہی میں وصال فرما گئے تھے۔ جب آپ کے تیسرے صاحبزادے بھی وصال فرما گئے تو احباب و متعلقین نے پُرسوز انداز میں جذبات کا اظہار کیا۔ اس وقت سرکارِ لاثانی نے انتہائی صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا

کیا ہوا جو میرے تینوں صاحبزادے وصال کر چکے ہیں میرے چوتھے بیٹے (قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) شاہ صاحب بھی تو ہیں۔

الحاج ڈاکٹر مہر دین صاحب (سمندری والے) قبلۂ عالم کی وساطت سے سرکار لاثانی کے دست حق پرست پر داخل سلسلہ ہوئے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب نے سرکار لاثانی کی خدمت میں عرض کیا کہ

باوجود تکلف و کوشش کے آپ کا تصور نہیں جمتا بلکہ الٹا چراغ علی شاہ صاحب نظر آتے ہیں

سرکار لاثانی نے یہ سن کر فرمایا

''میاں یہ تو اچھی بات ہے تمہیں میرے پاس بھی تو وہی لائے تھے اور دیکھو وہ اور میں دو تھوڑا ہی ہیں۔''

ایک دفعہ سرکارِ لاثانی اور محدث علی پوری (دونوں بزرگ پیر بھائی اور باہم رشتہ دار تھے) کے درمیان ایک حویلی کی ملکیت پر اختلاف ہو گیا۔ حویلی محدث علی پوری

کے قبضہ میں تھی۔حاسدوں نے اس اختلاف میں ایسا رنگ بھرا کہ دونوں بزرگ آپس
میں بے پناہ محبت کے باوجود ایک دوسرے سے ناراض ہو گئے۔جب معاملہ طول پکڑ
گیا تو قبلۂ عالَم چپکے سے محدث صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ
جناب یہ حویلی لِلّٰہ مجھے عطا کر دیں۔محدث صاحب ازراہ شفقت مان گئے،قبلۂ عالَم
فوراً سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ چلیں اور
متنازعہ حویلی پر قبضہ کر لیں۔سرکار لاثانی بہت حیران ہوئے مگر آپ کے کہنے پر فوراً
چل پڑے۔

حویلی میں محدث صاحب رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما تھے،سرکار لاثانی کو دیکھ کر
اٹھے اور بغل گیر ہو گئے۔دونوں بزرگ ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے، یہ حویلی آپ ہی
کی ہے آپ لے لیں۔دونوں بزرگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے،لوگ اس منظر
کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔اس طرح سے حاسدوں کا رچایا ہوا ڈرامہ قبلۂ عالَم کی
فراست سے محبت وایثار کی صورت میں ختم ہوا۔محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ قبلۂ عالَم
کی اس معاملہ فہمی کا فخریہ ذکر فرمایا کرتے تھے۔اس واقعہ کے وہی راوی ہیں۔

سرکار لاثانی کی ہیبت اس قدر تھی کہ مریدوں میں سے ہر کوئی ان کی خدمت
میں عرض کرنے کی ہمت نہ پاتا۔خدام خاص اور منظور نظر مریدین بھی کم ہی جرات
کرتے۔قبلۂ عالَم کو یہ شرف وخصوصیت حاصل تھی کہ سرکار لاثانی جب بھی کسی خادم
سے ناراض ہوتے آپ نہ صرف سفارش فرماتے بلکہ معافی بھی دلا دیتے۔قبلۂ عالَم کی
سفارش نہ صرف قبول کی جاتی بلکہ زیادہ شفقت کا ذریعہ بنتی۔

میاں محمد شریف جو کہ سرکار لاثانی کے خلفاء میں سے تھے،اکثر فرمایا کرتے تھے
شاہ صاحب کے اخلاق میں اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی جھلک
ہے

اسی طرح صوفی محمد دین صاحب ربداسی گوجرہ والے (یہ بھی سرکار لاثانی کے

خلفاء میں سے تھے) نے فرمایا

''آپ برادران طریقت پر انتہائی کریم تھے اور سرکار لاثانی سے ہم سب پر جو خصوصی نوازشات ہوتیں، وہ سب شاہ صاحب ہی کے وسیلہ وذریعہ سے ہوتیں''

سرکار لاثانی نے وصال سے چندروز قبل قبلۂ عالَم کو طلب فرمایا اور اپنے خُردسال پوتے سید علی حسین شاہ صاحب کا ہاتھ قبلۂ عالَم کے ہاتھ میں دے کر فرمایا

''ان کی تربیت آپ کے ذمّے ہے''

یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ قبلۂ عالَم کی عظمت اور کیفیت حال کی بڑی دلیل ہے۔آپ تعمیل ارشاد میں بکمال ادب اس خدمت کو بجالائے۔

قبلۂ عالَم جب دور دراز علاقوں میں تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے تو سرکار لاثانی آپ کی غیر حاضری شدت سے محسوس فرماتے، ہر آنے والے سے آپ کے بارے میں پوچھتے رہتے۔آپ کے تبلیغی اور روحانی کارناموں کا نہ صرف تذکرہ فرماتے بلکہ بڑی محبت کے انداز میں آپ کی تحسین وتعریف بھی فرماتے۔

علی محمد صاحب عرف بابا ابدال کا بیان ہے کہ جب میں سرکار لاثانی سے بیعت ہوا تو میری کیفیت میں فوری کوئی تبدیلی نہ ہوئی، قلب میں اضطرابی کیفیت تھی اور دل پوری طرح مطمئن نہ تھا۔علی پور سیداں سرکار لاثانی کے ہاں چندروز قیام کے بعد گھر واپس جانے کی اجازت چاہی تو سرکار لاثانی نے دریافت فرمایا

تمہارا گھر کس جگہ ہے؟

میں نے عرض کیا موضع کھرل۔آپ یہ سن کر فرمانے لگے

راستہ میں مراڑہ بھی آتا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔آپ نے فرمایا

وہاں ہمارے دوست چراغ علی شاہ سے ملتے جانا۔میں نے پوچھا شاہ صاحب آپ کے مرید ہیں یا پیر بھائی؟ انہوں نے فرمایا

''وہ میری مراد اور میرے حبیب ہیں''

شیخ طریقت کے حکم کی بجا آوری پر میں شام کے وقت شاہ صاحب کے پاس مراڑہ شریف پہنچا اور رات وہیں ٹھہرا۔قبلہٴ عالَم نے ایسی نگاہ کرم فرمائی کہ میری قلبی کیفیت بدل گئی اور میرا مقصد نہ صرف پورا ہوا بلکہ مکمل سکون ہو گیا۔ میں گھر لوٹنے کی بجائے دوبارہ سرکار لاثانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماجرا کہہ سنایا۔سرکار لاثانی یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ

میں نے اسی لئے تو کہا تھا کہ ان کے پاس ضرور جانا۔وہ میرے دوست ہیں اور اب ان ہی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہنا۔

صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب (آلومہار شریف والے جو اپنے وقت کے کامل بزرگوں میں سے تھے بوقت رحلت انہوں) نے اپنے جواں سال بیٹے سید فیض الحسن شاہ صاحب کو باطنی تربیت کے لئے سرکار لاثانی کے سپرد کیا۔صاحبزادہ صاحب جدید تعلیم سے بھی آراستہ تھے۔آپ نے نہ صرف ان پر کمال شفقت فرمائی بلکہ خصوصی برکتوں سے نوازا۔جب سرکار لاثانی کا آخری وقت آیا تو آپ نے قبلہٴ عالَم سے فرمایا کہ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ آپ کے سپرد ہیں۔اب ان کی تربیت آپ کی ذمہ داری ہے۔تعمیل ارشاد میں قبلہٴ عالَم نے صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب مدظلہ پر انتہائی شفقت فرمائی۔انہیں نیشنلسٹ اور کانگریسی علماء کے چنگل سے نکال کر اپنی خصوصی توجہ سے اسلاف کے طریق حقہ کی تبلیغ و تلقین پر مامور فرمایا۔

حصول فیض

قبلہٴ عالَم کو اپنے شیخ سرکار لاثانی کے علاوہ اس دور کے کئی نامور بزرگوں سے بھی روحانی فیض پہنچا۔ ''تنویر لاثانی'' میں بھی آپ ہی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ سرکار لاثانی علی پوری جب کسی مخلص کو تبلیغ و ذکر کے لئے روانہ فرماتے تو علاقہ کے سرکردہ درویش کی زیارت و ملاقات کی بطور خاص تاکید فرماتے۔ایک دفعہ سرکار لاثانی نے

قبلۂ عالَم کو تحصیل کھاریاں ضلع گجرات جانے کا حکم فرمایا۔ بوقتِ رخصت ہدایت کی کہ باولی شریف کے متصل موضع کنارہ ہے، وہاں حافظ محمد عالم صاحب بڑے بزرگ درویش ہیں، ان کی زیارت کرنا اور ہماری طرف سے سلام کہنا۔ قبلۂ عالَم فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حافظ صاحب مسجد کی ایک جانب چھپر کے نیچے قبلہ رو بوسیدہ سی گودڑی اوڑھے ایک چھوٹی سی چارپائی پر مراقب لیٹے ہوئے ہیں۔

حقارت نال نہ ویکھیں پھٹے کپڑے فقیراں دے
میں سنیاں گدڑیاں اندر وی سچے لعل ہوندے نیں

میں نے سلام عرض کیا۔ کچھ دیر کے بعد حافظ صاحب نے جواباً وعلیکم السلامؑ فرمایا اور پوچھا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ علی پور شریف سے حاضر ہوا ہوں اور سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے سلام کہا۔ یہ سن کر حافظ صاحب بہت خوش ہوئے۔ میں آپ کی انتہائی سادگی اور درویشی سے بہت متاثر ہوا اور خیال کرنے لگا کہ ایسی سادگی کسی جگہ نہیں دیکھی۔ اس وقت حافظ صاحب نے میری طرف جو خصوصی توجہ فرمائی اس کا یہ اثر ہوا کہ میں تجلیاتِ الٰہیہ سے نہ صرف فیض یاب ہوا بلکہ سارے جہاں کی وقعت و حقیقت میری نظر میں وہاں کے تنکے کے برابر بھی نہ رہی۔ دل میں ذکرِ الٰہی کا ایک خاص جذبہ موجزن ہوا جس کی کیفیت کا اظہار ممکن نہیں۔

جب توجہ فرما چکے تو مجھے نہ صرف رخصت عطا فرمائی بلکہ خصوصی دعاؤں سے بھی نوازا۔

ہجرت

اگست 1947ء میں جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا، قبلۂ عالَم تبلیغ و ارشاد

کے سلسلے میں بستی کالا افغاناں (ضلع ہوشیار پور) کے علاقہ میں تھے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، ہندو اور سکھ مسلمانوں پر حملے کر رہے تھے۔ قتل و غارت کا بازار گرم تھا، انسانیت نام کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی، رمضان المبارک کی 24 تاریخ کو قبلۂ عالَم نے واپس مراڑہ شریف (پاکستان) آنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ کے ہمراہ صاحبزادہ حافظ سید ارشاد حسین شاہ صاحب، ان کے استاد حافظ محمد عبداللہ صاحب (جو قبلۂ عالَم کے برادرِ طریقت اور بے تکلف احباب میں سے تھے)، حافظ محمد طفیل صاحب، صوفی غلام محمد خان صاحب، بابا امام دین صاحب اور ان کے علاوہ متعدد خدام بھی تھے۔ جب روانہ ہونے لگے تو تمام ساتھیوں نے عرض کیا کہ پل ڈیرہ بابا نانک کے راستے نہیں جانا چاہئے کیونکہ وہاں کا سکھ تھانیدار مسلمانوں کا جانی دشمن ہے۔ لہٰذا پتن کے راستے چلیں۔ وہاں سے کشتی میں بیٹھ کر دریائے راوی عبور کر لیں گے۔ آپ خاموش رہے اور احباب کی خواہش کے پیشِ نظر پتن کی راہ اختیار فرمائی۔

شدت کی دھوپ اور اگست کی گرمی وحبس اپنے جوبن پر تھا۔ مزید برآں روزہ اور پیدل سفر کی وجہ سے نڈھال، بھوک اور پیاس میں شدت تھی، ساتھیوں کی ہمت جواب دے رہی تھی۔ حافظ محمد عبداللہ صاحب نے بے تکلفی میں عرض کی

"اب گرمی کی شدت تو برداشت سے باہر ہو گئی ہے، خدشہ ہے کہ کہیں روزہ نہ توڑنا پڑے"

قبلۂ عالَم یہ سن کر خاموش ہو گئے، ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ سیاہ بادل کی گھٹا آسمان پر نمودار ہوئی اور زور دار بارش برسنا شروع ہو گئی۔ سارا علاقہ جل تھل ہو گیا، ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسم میں خوشگوار خنکی پیدا ہو گئی اور گرمی کا سارا زور ٹوٹ گیا۔ اس پر قبلۂ عالَم نے فرمایا

"حافظ صاحب اب تو روزہ نہیں توڑو گے؟"

پتن سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر قریباً تین سو سکھوں کا ایک جتھہ تلواریں،

نیزے اور قتل وغارت کا دوسرا سامان اٹھائے ہوئے حملہ کی غرض سے آپ کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ ساتھیوں نے دیکھا تو گھبرائے اور قبلۂ عالَم کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے انتہائی اطمینان کے ساتھ جواب میں فرمایا

''فکر نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے''

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے تمام ساتھیوں کو حکم دیا کہ آپ سب اسی جگہ کھڑے رہیں اور خود سکھوں کی طرف تن تنہا چل دیے۔ قریباً ایک فرلانگ فاصلہ طے کرنے کے بعد درندہ صفت سکھوں کے گروہ کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے اور یوں مخاطب ہوئے

''گورو نانک صاحب کے ماننے والے سکھو! تم کیا ارادہ لے کر آئے ہو، کیا تمہارا یہ فعل گرو کی تعلیمات کے مطابق ہے اور جس درندگی کا مظاہرہ تم کر رہے ہو، گرو نانک یہی تعلیم دے کر گئے ہیں۔ کیا سکھی اسی درندگی کا نام ہے۔ اگر گرو نانک کی تعلیم یہی ہے جس کا تم آج مظاہرہ کر رہے ہو تو وہ جھوٹا تھا اور اگر یہ اس کے بھجن کے مطابق نہیں ہے تو پھر تم کیسے سکھ ہو''

آپ کی آواز میں ایک خاص رعب اور جلال تھا، تمام سکھوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ احساسِ ندامت سے گردنیں جھکا کر خاموش کھڑے ہو گئے۔ قبلۂ عالَم نے انہیں گرو نانک صاحب کی چند بانیاں (ارشادات) سنائیں جنہیں سن کر وہ نادم ہوئے۔ اور اپنی حرکت سے نہ صرف باز رہے بلکہ آپ کے پیچھے چل پڑے۔

جب آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی پر سوار ہونے کے لئے دریائے راوی کے پتن پر پہنچے تو سکھوں نے آپ کو الوداع کہا اور احترام سے کھڑے آپ کی طرف دیکھتے رہے۔ راستہ میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے

کیوں میاں تم ڈر کر پل ڈیرہ نانک کو چھوڑ کر ادھر آئے تھے، موت نے ادھر بھی تمہیں آلیا

حافظ عبداللہ صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ تو کہہ رہے تھے کہ

اب ہمارا زندہ گھر واپس پہنچنا مشکل نظر آتا ہے

دیکھا سرکار لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا تصرف کہ ہم نہ صرف ان دشمنوں سے محفوظ رہے۔ اگر یہ نہ آتے تو ہماری ڈاچی کشتی میں کیسے سوار ہوتی؟

موضع بھیٹ (گورداسپور) آپ کا آبائی گاؤں تھا۔ اس جگہ آپ کے تین صاحبزادے سید خادم حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ، سید محمود حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ، سید گلزار حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور ایک صاحبزادی سیدہ غلام فاطمہ مستقلاً مقیم تھے۔ یہ علاقہ ہندوستان میں شامل ہو جانے کی وجہ سے یہ سب ہندوستان میں رہ گئے۔ پورے ملک میں قتل و غارت کا بازار گرم تھا، ایک روز اطلاع ملی کہ موضع بھیٹ سے آنے والے مسلمانوں کے قافلہ پر دشمنوں نے زبردست حملہ کیا ہے۔ اس اطلاع سے آستانہ عالیہ کے تمام خدام اور گھر والے بہت فکرمند ہوئے۔ چند خدام کا خیال تھا کہ اگر قبلۂ عالَم اجازت دیں تو ہندوستان جا کر صاحبزادگان کی خیریت معلوم کرلی جائے اور انہیں ساتھ لیتے آئیں۔ مگر یہ ممکن نہ ہو سکا۔ رات کے وقت غازی عطا محمد صاحب مدظلہ اس پریشانی کی وجہ سے اٹھے، دو رکعت نفل سیدنا غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ جلیلہ میں ثواب کی نیت سے پڑھنے لگے۔ ابھی ایک ہی رکعت پڑھی تھی کہ قبلۂ عالَم دبے پاؤں تشریف لے آئے اور فرمانے لگے

”میاں اتنی محنت کی ضرورت نہیں، اللہ نگہبان ہے اور میرے لئے خوشخبری ہے کہ صرف آل و اولاد ہی نہیں بلکہ میرے ارادت مند بھی بخیر و عافیت رہیں گے اور بحفاظت تمام پہنچ جائیں گے اِنْ شاءَ اللہ تعالیٰ“

چند روز بعد ایسا ہی ہوا، سارا قافلہ بخیر و خوبی منزلِ مقصود پر پہنچ گیا۔

والٹن شریف میں مستقل رہائش

مئی 1954ء میں قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ مراڑہ شریف سے ریلوے ٹریننگ سکول، والٹن لاہور کے بالمقابل اپنی تعمیر کردہ مسجد میں تشریف لائے (یہ مسجد آپ کے خلیفہ سائیں صادق علی نے 1930ء میں تعمیر کروائی۔ اس کا سنگ بنیاد قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے رکھا اور وعدہ بھی کیا کہ اس مسجد کو آپ آباد فرمائیں گے۔) کئی ہفتے یہاں پر قیام فرمایا۔ یہ جگہ اس وقت آبادی سے بہت دور تھی۔ مسجد کے اردگرد کھیت ہی کھیت تھے جن پر کاشت ہوتی تھی۔ قبلہ عالم کی یہاں تشریف آوری تمام احباب کیلیے حیران کُن تھی۔ تاہم آپ نے جلد ہی مسجد سے ملحقہ زمین خریدی اور رہائش کے لیے کچھ تعمیرات کیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ مراڑہ شریف سے موسمِ سرما میں یہاں قیام کے لیے تشریف لاتے اور چند ماہ قیام فرما کر واپس چلے جاتے۔ 1964ء تک یہ سلسلہ جاری رہا، مخلوق خدا کا رخ اس طرف ہوتا چلا گیا اور یہی جگہ مرجع خلائق بن گئی۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد قبلہ عالم نے یہاں مستقل اِقامت اختیار کر لی۔

تمام خدام اور احباب قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی اس جگہ مسلسل تشریف آوری سے پہلے ہی حیران تھے، آپ کے منتقل ہونے پر مزید حیران ہوئے۔ آپ نے فرمایا

"میں یہاں خود نہیں آیا بلکہ مجھے ایسا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں میری مرضی کو دخل نہیں"

ایک دفعہ فرمایا

"میں یہاں حضرات خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اور حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے بار بار اصرار پر آیا ہوں۔ وہ سب میرے یہاں رہنے پر بضد ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

لاہور آکر اپنا کام سنبھالو"

انہی دنوں کی بات ہے کہ بعض حضرات نے جو آپ کی قیام گاہ والٹن میں مختلف اوقات میں آتے رہے بیان کیا ہے کہ انہوں نے خواب میں اس جگہ پر بہت ہی خوبصورت باغ دیکھا ہے جس کی خوشبو اور مہک سے عالم معطر ہو رہا ہے۔ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس جگہ سے نور کی شعاعیں اٹھ رہی ہیں۔ بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ قبلۂ عالَم کی لاہور میں مستقل سکونت روحانی معاملات اور انتظامات کے تحت تھی۔

علالت

مراڑہ شریف سے والٹن لاہور میں مستقل سکونت قیام کے بعد قبلۂ عالَم اپنے شیخ طریقت سرکارِ لاثانی علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مبارک ہجری تنوین کے مطابق 16 شعبان المعظم کو پابندی سے منعقد کرتے تھے۔ تشنگان راہ سلوک اور علماء کرام کی بڑی تعداد اس میں شرکت کرتی اور قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ و برکت سے حسب حیثیت سیراب ہوتے۔ 1966ء میں سالانہ عرس کے اگلے روز چلتے ہوئے اچانک قبلۂ عالَم کا پاؤں پھسل گیا، نیچے گرنے لگے تو آپ کا بایاں ہاتھ زمین پر پڑے ہوئے پتھر پر کچھ اس شدت سے پڑا کہ ہتھیلی خاصی متورم ہو گئی۔ تاہم قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے اس زخم کو چنداں اہمیت نہ دی۔ کچھ عرض کی جاتی تو کسی رائے کا اظہار نہ فرماتے۔ وصال مبارک تک آپ کا بایاں ہاتھ متورم ہی رہا۔ انہی دنوں آپ علیل ہو گئے اور کمزوری روز بروز بڑھتی گئی۔

ہمہ وقت مراقبہ میں رہتے مگر فرائض کی ادائیگی کے وقت یوں محسوس ہوتا جیسے انہیں کوئی تکلیف ہی نہیں ہے۔ فرائض کی نہ صرف پابندی فرماتے بلکہ حکم دے رکھا تھا کہ عدم توجہ دیکھیں تو فی الفور متوجہ کریں۔ مراقبہ اسم ذات میں اس قدر محویت ہو گئی کہ

استغراق انتہا کو پہنچ گیا۔ جونہی نماز کا وقت ہوتا تو خدمت میں عرض کر دی جاتی۔ قبلہ عالَم کروٹ بدل کر چارپائی پر تیار ہو جاتے اور جو بھی امامت کا اہل موجود ہوتا اس کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا فرماتے۔ چند خدام خدمت کے لیے ہمہ وقت موجود رہتے، یہاں تک کہ کروٹ بدلنے میں بھی خدمت بجالاتے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی جسمانی حالت جس قدر کمزور ہوتی چلی گئی اسی قدر آپ کی شفقت و مہربانی زیادہ ہوتی گئی۔

علاج باقاعدہ جاری رہا مگر کمزوری میں کمی واقع نہ ہوئی۔ ضعف شدید سے شدید تر ہوتا گیا۔ معالج جب آپ کی جسمانی کمزوری دیکھتے تو پریشان ہو جاتے مگر جب آپ کے استقلال و برداشت اور کیفیتِ قلبی کو دیکھتے تو متعجب ہو کر کہتے کہ یہ معاملہ ہماری فہم سے بالاتر ہے۔ یہ علالت نہیں کچھ اور ہے۔

ایک روز قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت اچانک زیادہ خراب ہوگئی۔ آپ کے معالج مشہور ماہر قلب وادویات ڈاکٹر محمد اختر صاحب کو بلایا گیا۔ انہوں نے آپ کا مکمل طبی معائنہ کیا، خون کا دباؤ اور حرکت قلب ملاحظہ کی۔ صاحبزادہ صاحب سیّد محمد مقبول حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کہنے لگے

قبلۂ عالَم کا یہی مقام ہے یا کوئی اور جگہ ہے

صاحبزادہ صاحب ڈاکٹر صاحب کی زبان سمجھ گئے کہ شاید قبلۂ عالَم کا آخری وقت آن پہنچا ہے اور ڈاکٹر صاحب کا مطلب قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو جہاں دفن کرنا ہے وہاں لے جانے سے ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے دوبارہ پوچھا

کیا قبلۂ عالَم کی طبیعت واقعی اس حد تک پہنچ گئی ہے

اس پر ڈاکٹر صاحب ٹال گئے۔

ڈاکٹر صاحب کو رخصت کرنے کے بعد صاحبزادہ صاحب سیدھے مسجد تشریف لے گئے۔ تمام احباب اور اہل خانہ سخت گھبرائے ہوئے تھے، نماز مغرب کا وقت ہو گیا

تھا۔صاجبزادہ صاحب نماز سے فارغ ہوکر سجدہ میں گر گئے اورطویل دعا کرنے لگے،
تھوڑی ہی دیر بعد نہایت خوش تیزی سے باہر آئے اور فرمایا
اللہ تعالیٰ کے کرم سے قبلہ عالم کی زندگی کے چند سال ابھی باقی ہیں
یہ سنتے ہی سب خوش ہو گئے۔چندروز میں آپ کی طبیعت سنبھل گئی۔اس واقعہ کے بعد قبلہ عالم پورے چار سال حیات رہے۔

صاجبزادہ سیّد محمد ارشاد حسین صاحب بچپن ہی سے قبلہ عالم کے ساتھ رہے۔سفر وحضر میں قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ انہیں جدا نہ فرماتے۔اگر چندروز کے لیے صاجبزادہ صاحب کہیں چلے جاتے تو بار بار دریافت فرماتے۔قبلہ عالم کی زندگی کے آخری ایام میں صاجبزادہ صاحب بالالتزام آپ کی خدمت میں دن رات موجود رہے۔

صاجبزادہ ارشاد حسین بیان فرماتے ہیں
کئی مرتبہ رات گئے میں قبلہ عالم کی چارپائی کے نیچے چھپ کر لیٹ جاتا اور خدام کو چلے جانے کا اشارہ کر دیتا۔جب قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ دیکھتے کہ اب کوئی کمرے میں موجود نہیں ہے تو خود بخود اٹھتے اور مشاغل عبادت میں مصروف ہو جاتے۔جونہی کسی کی آہٹ سنتے پھر لیٹ جاتے۔دیکھنے والا قبلہ عالم کو مضطرب دیکھتے ہوئے واپس چلا جاتا،آپ بدستور عبادت میں مشغول ہو جاتے

خلوت گزینی کی یہ کیفیت اور جلوت سے اس قدر پرہیز نشاندہی کرتا ہے کہ آپ وصل الٰہی کے لیے تیاری کر رہے تھے۔قبلہ عالم کی علالت بھی رسمی اور اختیاری تھی ،ورنہ علالت حقیقی میں ایسا اہتمام کیوں کر ہوسکتا ہے۔اگر ایسا ہو بھی تو غلبہ سکر میں لیکن یہاں جلوت سکر ہے۔

صاجبزادہ سیّد ارشاد حسین صاحب کا بیان ہے
"میں تہجد کے وقت قبلہ عالم کے پاس بیٹھا رہتا مگر نماز تہجد اس خیال سے نہ پڑھتا کہ نفل ہے اور آپ کی خدمت نوافل سے اولیٰ ہے۔آپ نے بھی کبھی مجھے اس کی

پابندی کا ارشاد نہیں فرمایا تھا"

وصال سے دو ماہ پہلے قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے نماز تہجد کے وقت اچانک پوچھا

"تم تہجد کیوں نہیں پڑھتے؟"

صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا

"میرے نزدیک آپ کی خدمت و زیارت نوافل تہجد سے بڑھ کر ہے۔ میری تہجد تو بس یہی ہے۔"

قبلۂ عالم یہ سن کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا

"میاں آج سے میری جگہ میرے نوافل تم پڑھا کرو۔"

صاحبزادہ صاحب اسی دن سے نماز تہجد پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

وصال مبارک

قبلۂ عالم مغلوب الحال اور غلبۂ سکر ہونے کے باوجود فرائض کی ادائیگی میں تا دم آخر مستعد رہے۔ 16 محرم الحرام 1389 ہجری بروز جمعہ بمطابق 4 اپریل 1969ء جب نماز جمعہ کے بعد مسجد میں سلام پڑھا جا رہا تھا اور سلام پڑھنے والوں نے یہ پڑھا

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جنابِ آمنہ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

یہ سنتے ہی قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ نے جوش کے ساتھ اللہ اللہ کہا اور داعی اجل کو لبیک کہہ کر واصل بحق ہوئے۔ وقت وصال قبلۂ عالم کی عمر شریفہ 92 کی برس تھی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

کے مصداق عاشق کی موت وصالِ حبیب ہوا کرتی ہے۔ وصال مبارک کی خبر آناً فاناً ملک کے طول وعرض میں پھیل گئی۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی جدائی متعلقین کے لیے ایک عظیم سانحہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ایک بہت بڑا سہارا چھن گیا ہے۔ قضائے الٰہی کے سامنے سب صابر خاموش اور اشکبار تھے۔ ارادت مند دور و نزدیک سے ہزاروں کی تعداد میں آستانۂ عالیہ والٹن شریف پہنچنا شروع ہو گئے۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے جسدِ عنصری کو آخری دیدار کے لیے حویلی کے کھلے صحن میں رکھ دیا گیا۔ ارادت مند دیدارِ یار سے اپنی پیاس بجھاتے رہے۔ ہر ایک کے قلب میں اور زبان پر اسمِ ذات کا ذکر جاری تھا۔ اس دوران ہر کہ و مہ پر ایک خاص وجدانی کیفیت طاری تھی۔ یہ سلسلہ جمعہ سے اتوار کے دن نمازِ عصر تک جاری رہا۔ وصال مبارک ہوئے تیسرا دن تھا مگر قبلۂ عالم کے چہرہ مبارک پر ایک خاص نورانیت اور چمک دمک تھی۔ لبوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اور جسم کی تازگی ہر ایک کو بطورِ خاص نظر آتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ سو رہے ہیں اور ابھی بیدار ہوا چاہتے ہیں۔ آپ کو غسل دینے کی سعادت مولوی چراغ دین صاحب موضع کوڑے کو حاصل ہوئی۔

6 اپریل 1969ء بروز اتوار نمازِ عصر کے بعد قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا جنازہ آستانہ عالیہ کے سامنے والٹن سکول کی گراؤنڈ میں لایا گیا۔ یہ منظر انتہائی رقت انگیز تھا، آنکھیں اشکبار، دل سوگوار اور فراق سے بے قرار تھے۔ ہر دل اسمِ ذات کے ذکر کی تکرار سے معمور تھا۔ ہر کسی کے دل کی ایک خاص کیفیت تھی۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ تین مرتبہ ادا کی گئی۔

پہلی نمازِ جنازہ شیخ المشائخ پیر فضل عثمان مجددی کابلی، دوسری صاحبزادہ سیّد محمد اسلم

شاہ مدظلہ، آستانہ عالیہ علی پور شریف اور تیسری جناب صاحبزادہ سیّد گلزار حسین شا
رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

7اپریل 1969ء پیر کی شب نماز تہجد کے وقت آستانہ عالیہ کے صحن میں قبلۂ عا
کو دفن کیا گیا۔ تدفین کے وقت ایک خاص کیفیت تھی، دلوں میں ایک طرف ذکر الٰہ
موجزن تھا تو دوسری طرف چراغ علی فیض لاثانی لٹا کر راہی ملک جاودانی ہوتے نظ
آئے تو دنیا تاریک نظر آنے لگی۔ ہر کوئی ماضی کی یادوں میں کھو کر یوں خیال کرتا۔

آہ کیسے پیارے اور سہانے تھے وہ لمحات جب پرنور مجلسیں ہوا کرتیں تھیں، احبا
یکجا ہوتے، محبت اور معرفت کے دھارے بہتے تھے، قبلۂ عالَم کی توجہات، عنایتو
اور شفقتوں کا کیا عالم ہوتا تھا، ہر کوئی اس سے سیراب ہوتا۔ آپ کی مجلس دردمندو
مداوا اور بیچاروں کا چارہ ہوا کرتی تھی۔

اس موقع پر صاحبزادہ سیّد علی حسین شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف نے
بے ساختہ فرمایا

"آج دنیا سے مرشد کا حقیقی اور سچا احترام کرنے والا مرید اٹھ گیا"

قبلۂ عالَم کا مزار پیر کالونی بالمقابل ریلوے ٹریننگ سکول والٹن لاہور مرجع خلائ
ہے۔ مخلوقِ خدا قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی فیض سے آج بھی اسی طرح مستفیض
ہو رہی ہے جیسے آپ کی ظاہری حیات میں ہوا کرتی تھی۔ فیضان نجم الہدیٰ قیامت تک
جاری و ساری رہے گا۔

اِن شاء اللہ تعالیٰ

تاریخِ وصال

16 محرم الحرام 1389 ہجری

بمطابق 4 اپریل 1969 ء عیسوی بروز جمعہ

قطعۂ تاریخ

نتیجہ از رشحات فکر: صاحبزادہ سید پیر نثار قطب آستانہ عالیہ سرکار لاثانی علی پور شریف

مردِ حق واقف رموزِ خفی ! در شبِ زندگی چراغِ علی

بست رفت اقامت از دنیا سوئے خلد نعیم گشت رہی

سال ترحیل آں بہشت مقیم چوں بپیر سید از سروش رضی

"ہا" کشید زہر دو آہ گفت آہ افسردہ شد چراغ علی 1969 عیسوی

آہ سید چراغ علی گفتا بہر سال وفات از ہجری

نتیجہ فکر از اشرفی صابر اللہ شاہ نعیمی رضوی مراد آبادی

تاریخ ولی اسلام

رفت سوئے جناں نزد رب جہاں پیر سید چراغ علی باصفا

سال وصلش چو ہر سند بایک دگر گفت صابر چراغ علی سید

۱۳۸۹ھ

تاریخ دیگر صوری و معنوی

حضرت چراغ علی شاہ دنیا سے جب سدھارے
بزم صفا میں واللہ بس چھا گئی اداسی

عرفاں کی منزلوں میں ایک روشنی تھی ان سے
حق کی تلاش والے سب تھے انہی کے آسی

سارے مرید ان کے آتے نظر ہیں ایسے !
جیسے کہ کوئی دولت کھو کر ہو بے آسی

عرفان میں تھے وہ یکتا، سید تھی نسل ان کی
پنجتن کے تھے وہ جوہر گویا کہ تھے خماسی

لفظ و عدد میں صابر اشرف سے سال لکھو
ہے سولھویں محرم سَن تیرہ سو نواسی

ازحکیم مفتی غلام معین الدین نعیمی مدیر سواد اعظم لاہور

سال وصال جمال رسول ذوالجلال

تو دنیائے دوں رفت سوئے جناں چراغ علی واقف خدا یاب عمر دراز

مشرف بوصف ولایت و ہم لطف خدا یاب عمر دراز

بہ پیش نگاہش خدائے جہاں مقامات باطن ہمہ کرد باز

جماعت علی ثانی حق نما خلیفہ و ہم کرد صاحب مجاز

معین نعیمی بگو ارخ اد ! چراغ علی طالب پاک باز

1389ھ

قطعہ تاریخ درصفت صوری ومعنوی

حضرت شاہ چراغ باعلی مقتدا رہبرراہ طریقت ہم ولی ذوالمنن

چوں نیا بدقلب اطہر درجہاں امن و اماں ترک کردش یک بیک دارفتن دارِ محن

گفت در بزم درایت ہر ولی بایک دگر گشت بے رونق سراسر باخداایں انجمن

از فراق حضرت شاہ چراغ باعلی عندلیب زارنالاں گشت واللہ درچمن

معین الدین نعیمی رُرخ آں عالی جناب

شاہنزدہ ماہ محرم جمعہ شد حسن

1389ھجری

حلیہ مبارک

میانہ قدوقامت اور رنگت گندمی تھی۔ پیشانی کشادہ اور چہرہ نورانی تھا۔ چہرہ مبارک بھرا ہوا اور پُر وجاہت تھا۔ داڑھی مبارک طولاً عرضاً تناسب کے ساتھ بھری، پھیلی ہوئی تھی اور سینہ مبارک تک پہنچتی تھی۔ کثیف اللحیۃ تھے، جسم مبارک نہ تو زیادہ فربہ تھا اور نہ پتلا ہی تھا۔ البتہ مناسب سڈول تھا۔ داڑھی اور سر کے بالوں میں مہندی لگاتے جس سے رنگت میں سرخی کی جھلک نمایاں اور چہرہ کی آب وتاب بڑھ جاتی۔ بھرے بازو اور مضبوط شانے تھے، چوڑا سینہ اور دہن مبارک فراخ تھا۔ بدن گٹھا ہوا اور پیٹ معتدل تھا۔ معتدل قدموں سے آہو کی چال چلتے تھے۔

چلتے وقت عصا ہاتھ میں رکھتے اور قدم قدرے تیز اٹھاتے کہ اصحابؓ کو موافقت میں کوشش کرنا پڑتی۔ لباس مبارک سفید اور کشادہ ہوتا۔ سر پر بالعموم نقشبندی ٹوپی پہنتے اور عمامہ بھی باندھتے تھے۔ اٹھتے بیٹھتے قلب مبارک سے ذکر جاری رہتا۔ نظر نیچی رکھتے تھے۔ جب توجہ فرماتے تو کامل توجہ ہوتی کہ دیکھنے والا مرعوب ہو جاتا۔ چشمانِ مبارک میں ایک خاص چمک تھی۔ چہرۂ مبارک پر اکثر خاموشی اور مسکراہٹ ہوتی۔ جب جلال میں ہوتے تو کسی کو مجالِ سخن نہ ہوتی تھی۔ گفتگو انتہائی شیریں ہوتی۔ سننے والا یہی سمجھتا کہ مجھ پر خاص مہربانی ہو رہی ہے۔ طبیعت نرم تھی، شگفتہ رو تھے اور جمالیت کا غلبہ زیادہ تھا۔ کشادہ دست اور سخی تھے۔ علماء پر تو قبلۂ عالم کی بہت ہی نظرِ عنایت تھی، ادب بھی کرتے اور نوازش بھی۔ آپ کی مجلس میں غیریت اور محرومی کا احساس نہ ہوتا گویا حسن صورت اور حسن سیرت کا ایک نادر مرقع تھے۔

سجادہ نشین

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے سجادہ نشینی کی شرعی حیثیت واہمیت کا سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اس زوال پذیر ماحول میں شرعی اور دینی

اقدار کو جس بے دردی سے پائمال کیا جارہا ہے اس سے دامنِ طریقت کو بچایا جائے جو لاعلمی کی وجہ سے سلوک کی پاکیزہ راہ کو پراگندہ کر رہا ہے۔

طریقت میں جس طرح شیخ کی حیات ظاہری میں صحبت سے فیضان حاصل ہوتا ہے، وصال کے بعد بھی اسی طرح تربت شیخ سے فیوض و برکات جاری رہتیں ہیں۔ مریدین و معتقدین صاحب مزار سے روحانی تسکین و رہنمائی کے لئے حاضری دیتے ہیں۔ طریقت میں یہ امر تعلق شیخ کے سلسلہ میں ایک ٹھوس ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی افادیت ایک مسلمہ امر ہے۔ اس سلسلے میں مریدین اور متعلقین کی آمد و رفت، ان کی دیکھ بھال، مہمانداری اور روحانی تسکین و رہنمائی کے لئے سجادہ نشینی کا نظام دو حال پر ہے۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ سجادہ نشین شیخ کا روحانی جانشین ہو اور شیخ کی نیابت کا فریضہ ادا کرے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب سجادہ نشین شیخ کی نیابت کا کما حقہ اہل ہو۔ شیخ نے دستار خلافت سے خود اس قابل بنایا ہو یا شیخ کی زندگی میں ہی کسی اور شیخ نے اسے مجاز کیا ہو۔ اس شیخ نے اس پر صاد کیا ہو۔ ان حالات میں وہ اپنے شیخ کا صحیح جانشین ہوگا۔ ایسی سجادگی طریقت اور نظام خانقاہی کی جامع ہوگی۔ اگر سجادہ نشین صاحبزادہ ہے، اپنے والد سے بیعت و مجاز ہے، تو یہ حقیقی سجادگی ہے۔

اگر والد نے صاحبزادے کو کسی دوسرے شیخ کی خدمت میں دے رکھا ہے، صاحبزادہ اس شیخ سے بیعت و مجاز ہے اور خلافت پاتا ہے تو اس صورت میں وہ اپنے والد کا صرف انتظامی امور میں سجادہ نشین ہے۔ طریقت میں اپنے حقیقی شیخ کا نائب ہے نہ کہ اپنے والد کا نائب ہے۔ والد کی خانقاہ کے نظام کا متکفل ہوگا نہ کہ اس کے طریق کا۔ اس کی شاخ بدل گئی اور اس کا شجرہ الگ ہو گیا۔ لہٰذا اسے حقیقی سجادہ نشین نہ کہا جائے گا۔ اگرچہ بظاہر وہ طریقت و نظام خانقاہی کا جامع ہو۔

اگر صاحبزادہ اپنے والد سے بیعت نہیں ہے تو مجاز ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ بیعت

کے بغیر اجازت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ اس لئے کہ بیعت تعلق کا ثبوت ہے اور تعلق ہی قائم نہ ہو تو سند منقطع ہوگئی۔ جب سند ٹوٹ گئی تو اجازت کی صحت کا وجود ہی کالعدم ہوگیا۔ اگر کوئی کہے کہ روحانی طور پر خلافت ملنا ممکن ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح نکاح گواہوں کے بغیر باطل ہے اسی طرح روحانی خلافت کے لئے گواہی و ثبوت کی ضرورت ہے۔ اس کی مثال خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نہ پائی مگر انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خرقہ عطا ہوا۔ یہ خرقہ دو اصحاب کے ذریعے پہنچا۔ یہ دونوں اصحاب امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ تھے۔ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک کو بھی مامور فرما سکتے تھے لیکن دونوں کو مامور کرنے کا باعث حکم قرآن کی متابعت تھی۔

واشھدوا ذوی عدل منکم

اور تم اپنے میں سے دو عادل گواہ مقرر کرو

(آیت نمبر 2 سورۃ الطلاق)

یہ دونوں بزرگ اس امت میں ہی عادل ترین نہیں بلکہ تمام دنیا کے عادلوں کے امام ہیں۔ عدالت ان کے گھر کی لونڈی ہے۔ لہٰذا روحانی اجازت بدوں گواہوں کے منقطع ہی شمار ہوگی۔ اس اجازت کو اگرچہ حق ہی ہو صرف فیض سمجھا جائے گا نہ کہ نیابت حقیقی کیونکہ روحانیت نظام شریعت کی اتباع میں ہے نہ کہ احکام شرع کی مخالفت میں۔

صاحبزادہ اپنے والد سے نہ تو بیعت ہو اور نہ دستار خلافت ہی کا مجاز تو اس صورت میں وہ صرف رسمی سجادہ نشین ہوگا۔ اس کا کام صرف خانقاہ کے امور کی دیکھ بھال اور انتظام و انصرام ہوگا۔ بشرطیکہ وہ اس ذمہ داری کو قبول کرے یا اسے اس کے لئے کہا

جائے یا لوگ سپرد کریں کہ اپنے والد کے تعلق کی جہت سے بہتر انتظام کرے گا۔ اگر وہ خود اپنا حق جتلائے تو اس کا حق فائق سمجھا جائے گا بشرطیکہ اس حق میں کوئی اور شخص مثل برادران وغیرہ شریک نہ ہو۔ اگر شریک متعدد ہوں تو سب سے بڑے کا حق ہے۔ اگر بڑا اپنا حق دوسرے کو دے دے، وہ اس کا اہل ہو اور دوسرے تمام شرکاء اسے تسلیم کرلیں تو درست ہے۔ سجادگی کا بنیادی مقصد خانقاہ کے نظام کی دیکھ بھال اور شیخ کے فیضان کا جریان ہے۔ لالچ اور طمع نہ ہو کیونکہ مزار تو وقف ہوتا ہے۔ وقف پر ملکیت کیسی اور تملیک کا جھگڑا کیسا۔ اجارہ داری مقصود ہو تو یہ سرے ہی سے باطل ہے۔

ہمارے زمانے میں رسم چل نکلی ہے کہ بزرگوں کے صاحبزادے بغیر بیعت و اجازت صرف اولاد ہونے کے ناتے سے سجادگی کے زُعم میں پیر بن بیٹھتے ہیں۔ ان کی سجادگی رسمی، پیری باطل اور بے سند ہے۔ بغیر تحقیق بیعت نہ صرف گمراہی ہے بلکہ طریقت میں فساد ہے جس سے عوام وخواص کو آگاہ وخبردار ہونا ضروری ہے۔ اہل مجاز اور موزوں شخص خواہ وہ صاحبزادہ ہو یا غیر، کسی اہل کی موجودگی میں غیر اہل ومجاز اور غیر موزوں شخص کی بیعت اصولِ طریقت کا منہ چڑانا ہے۔ ایسی پیری پیٹ میں آگ بھرنے کا گندا دھندہ ہے۔ ایسے پیر کی بیعت توڑنا واجب ہے اور کسی مرد خدا سے منسلک ہونا ضروری ہے۔ اس میں بے اعتدالی مریدین کے لئے پریشانی کا باعث بن جاتی ہے۔ یہ امر ارادت مندوں اور مخلص مریدوں کی عقیدت واحترام کو ٹھیس پہنچاتا ہے بلکہ گستاخانِ اولیاء کرام کو بے جا تنقید کا موقع بھی فراہم کرتا ہے۔

سجادہ نشینی کی شرعی حیثیت اور اہلیت کا معیار جاننے کے بعد ہم قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی سجادہ نشینی کے متعلق جانتے ہیں۔ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے ختمِ چہلم پر والٹن لاہور میں ایک عظیم اجتماع ہوا۔ علی پور شریف اور چُورہ شریف سے صاحبزادگان عالی وقار اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے معروف مشائخ عظام تشریف لائے ہوئے تھے۔ قبلۂ عالَم کے آٹھوں صاحبزادے جو بحمد اللہ سب کے سب سیرت وکردار میں قبلۂ عالَم کے سچے

وارث اور نیکی و تقویٰ میں معروف ہیں اور اس اہم ذمہ داری کے اہل ہیں، موجود تھے۔

جب سجادہ نشینی کا مسئلہ پیش ہوا تو والدہ ماجدہ (قبلۂ عالَم کی زوجہ) نے گھر پر آٹھ پگڑیاں دیں۔ یہ پگڑیاں صاحبزادہ علی حسین شاہ مدظلہ عالی سجادہ نشین دربار عالیہ پیر سیّد جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری اور قبلہ مائی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا نے تمام صاحبزادگان کے سروں پر باندھیں جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ سب سجادگی کے اہل ہیں۔ صاحبزادہ غلام نقشبند صاحب زیب سجادہ دربار عالیہ چورہ شریف صدرِ مجلس تھے۔ انہوں نے جملہ صاحبزادگان سے اس مسئلے پر گفتگو کی تو سب نے ایثار و خلوص، محبت و شفقت کا اظہار کرتے ہوئے سجادہ نشینی کے لئے اپنے سب سے چھوٹے بھائی سید محمد انیس المجتبیٰ ضیاء الحسن کا نام تجویز کیا۔

سجادہ نشینی کی دستارِ فضیلت صاحبزادہ سید محمد انیس المجتبیٰ ضیاء الحسن کے سر باندھی گئی اور دعائے خیر پر مجلس کا اختتام ہوا۔

دستار سجادگی بندھتے ہی صاحبزادہ صاحب مغلوب الحال ہوگئے اور 11 دن (شب و روز) اسی کیفیت میں گزرے، جس پر اہل خانہ کو خاصی تشویش ہوئی مگر آپ کی حالت اعتدال پر آ گئی۔

صاحبزادگان کا یہ ایثار نہ صرف مثالی تھا بلکہ اپنے والدِ محترم کی شاندار تربیت کا واضح ثبوت تھا۔ صاحبزادہ حافظ سید محمد ارشاد حسین شاہ (رحمتہ اللہ علیہ) نے سجادہ نشین صاحب کی سرپرستی فرمائی۔ بڑی محبت اور شفقت سے ان کی تربیت میں کوشاں رہے۔ مریدین اور متعلقین سے جو انیس المجتبیٰ صاحب کی کم عمری کی وجہ سے ان سے کماحقہ متعارف نہ تھے، بخوبی واقف کرایا۔ تبلیغی دوروں میں اپنے ہمراہ لے جاتے اور ان کی صدارت میں اجلاس کا اہتمام کرواتے۔ سفر و حضر میں ان کا اکرام فرماتے۔ یہاں تک کہ مریدین میں آپ کی سجادگی معروف و مشہور ہوگئی۔ یہ قبلہ حافظ صاحب کی

ان سے محبت تھی۔ حافظ صاحب کے خلوص وفقر، درویشی، منکسر المزاجی اور عالی ظرفی کا بین ثبوت تھا۔ وہ خود مرجع خلائق اور مریدین کی آنکھوں کا تارا تھے۔ یہ بے غرضی اور اخلاص سب ان کے شیخ اور عظیم والد کی نظر کیمیا اثر کا نتیجہ تھا۔

لنگر

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا لنگر بہت وسیع تھا۔ عوام وخواص کی تواضع کا یکساں خیال رکھا جاتا تھا۔ روزانہ ایک کثیر تعداد لنگر سے کھانا کھاتی تھی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے جب بھی کسی زائر کی ملاقات ہوتی آپکا پہلا سوال یہی ہوتا

کچھ کھایا پیا بھی ہے یا نہیں؟

خدام بھی بلا تخصیص ہر زائر کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے تواضع میں تاخیر ہو جاتی اور قبلۂ عالم کو اس بات کا علم ہو جاتا تو آپ خفگی کا اظہار فرماتے تھے۔ لانگری باوضو لنگر تیار کرتے اور ختم شریف پڑھ کر لنگر تقسیم کرتے۔ قبلۂ عالم کی صاحبزادیاں خود لنگر کا کھانا پکاتیں۔ لنگر میں کبھی کمی نہ آتی۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ بھی سب کے ساتھ مل کر لنگر تناول فرماتے اور کسی قسم کی تخصیص گوارا نہ کرتے۔ اگر لنگر کا منتظم روٹیاں مہمانوں کے ہاتھوں میں پکڑاتا تو قبلۂ عالم کے ساتھ بھی ایسا کرتا۔ اگر سالن کی ایک رکاب میں دو دو مل کر کھانے کو کہتے تو قبلۂ عالم کے ساتھ بھی دوسرا ساتھی شریک ہوتا۔ یہ سعادت راقم الحروف کو بھی چند بار حاصل ہوئی جسے میں اپنی بخشش کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ نشست میں بھی قبلۂ عالم کا اپنا معمول یہی تھا۔ سب کے ساتھ مل کر ایک ہی جگہ بیٹھتے، کھانے میں کبھی اپنی پسند و ناپسند کا اظہار نہ فرماتے، جو حاضر ہوتا بخوشی کھا لیتے۔

لنگر میں ایک خاص لذت اور برکت تھی کہ انتہائی عام اور سادہ ہونے کے باوجود اعلیٰ قسم کے مرغن کھانوں سے زیادہ لذیذ اور مرغوب ہوتا۔ جب بھی قبلۂ عالم رحمتہ اللہ

علیہ سے پسندیدہ کھانے کے متعلق پوچھا جاتا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ مسکرا کر فرماتے
”یہاں پسند ناپسند کیا ہے جو اللہ تعالیٰ بھیج دیں گے، وہی میری طبیعت کے مطابق ہوگا۔ وہی ذات مجھ سے زیادہ میری طبیعت کو بہتر جانتی ہے“

اس امر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے رضائے الٰہی کو اپنی ہر خواہش پر مکمل طور پر فوقیت دی۔

باب 2

ازواج واولاد

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے تین شادیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے مالا مال کیا۔آپ کی ساری اولاد نیک اور متقی ہوئی جو ایک خصوصی شرف ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ازواج و اولاد گرامی کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا نکاح

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی شادی سیدہ طالع بی بی بنتِ سید باغ علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ابتدائے شباب میں ہوئی۔ان کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی، جو کم سنی میں فوت ہوگئی۔چند سال بعد سیّدہ طالع بی بی خود بھی انتقال کر گئیں۔یہی حادثہ آپ کی زندگی میں انقلاب کا باعث بنا۔

دوسرا نکاح

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی دوسری شادی امیر شریعت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کے توسط سے سیدہ گوہر بی بی سے ہوئی۔آپ انتہائی پارسا اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ ان کے بطن سے چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔ان کے نام یہ ہیں۔

سید خادم حسین شاہ

سید نور حسین شاہ

سید مسعود حسین شاہ

سید فضل حسین شاہ

سید محمود حسین شاہ

حافظ سید گلزار حسین شاہ

سیدہ غلام فاطمہ

تیسرا نکاح

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی تیسری شادی سیدہ سردار بی بی بنت سید باغ علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی۔ محترمہ آپ کے عم محترم کی دوسری صاحبزادی اور پہلی بیوی کی چھوٹی بہن تھیں۔ منکسر المزاج، مستجاب الدعوات اور ولیۂ کاملہ تھیں۔ مہمان نواز اور بہت سخی تھیں۔ نکاح کے بعد اپنی ساری وراثتی جائداد قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے نام منتقل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے نصف جائداد اپنے چھوٹے بھائی کے نام منتقل کرنے کی شرط لگائی۔ انہوں نے بخوشی قبول کر لی اور نصف جائداد قبلۂ عالَم کے چھوٹے بھائی کے نام منتقل کر دی۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد آپ نے 18 دسمبر 1970ء بمطابق 18 شوال 1390 ہجری بروز جمعہ وصال فرمایا۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف کے مغرب کی جانب دفن ہوئیں۔ ان کے بطن سے دس بچے پیدا ہوئے، چھ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں، جن کے نام یہ ہیں۔

پسران

سید مقبول حسین شاہ

سید محمد یعقوب حسین شاہ

سید امداد حسین شاہ

سید منور حسین شاہ

حافظ سید محمد ارشاد حسین شاہ

سید انیس المجتبیٰ ضیاء الحسن شاہ

دختران

سیدہ فیض رسول

سیدہ بنت رسول

سیدہ صغراں بی بی

سیدہ اعجاز بتول

صاحبزادہ سید خادم حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

دوسری زوجہ سے قبلۂ عالَم کے سب سے بڑے صاحبزادے اور خلیفہ مجاز تھے۔ نہایت پرہیزگار، شب بیدار اور صاحب مجاہدہ تھے۔ انتہائی سخی اور کریم النفس تھے۔ فراخدلی اور غریب پروری میں معروف تھے۔ حلقۂ ارادت خاصا وسیع تھا مگر اس کے باوصفبے حد منکسر المزاج تھے۔ بھیٹ ضلع گورداسپور (ہندوستان) سے ہجرت کر کے موضع گنہ ضلع فیصل آباد میں رہائش پذیر ہوئے۔ چند سال بیمار رہنے کے بعد 1980ء میں واصل باللہ ہوئے۔ شیخوپورہ سے فیصل آباد جانے والی سڑک پر واقع اڈا پنواں کے دینی مدرسہ انوار العلوم جامعہ چراغیہ میں دفن ہوئے۔ مزار شریف مرجع خلائق ہے۔

دوسری بیوی سے دوسرے، تیسرے اور چوتھے صاحبزادے، صاحبزادہ نور الحسن شاہ، صاحبزادہ مسعود الحسن شاہ اور صاحبزادہ سید فضل حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہم ایام طفولیت ہی میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔

صاحبزادہ سید محمود حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

دوسری بیوی سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پانچویں صاحبزادے تھے۔ عالم فاضل تھے، سیرت و کردار میں درجہ رفیع اور زہد و عبادت میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ نرم خو، کم گو اور طبیعت پر جمالیت کا غلبہ تھا۔ اپنے اس فرزند کے بارے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے

"ان کے بائیں کندھے کا فرشتہ بیکار رہتا ہے"

شہرت ونمود سے دُور رہتے تھے اور شان استغنائی رکھتے تھے۔ آپ کو بھی خلیفہ مجاز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قیام پاکستان کے بعد یہ بھی موضع بھیٹ ضلع گورداسپور (ہندوستان) سے ہجرت کر کے گئہ ضلع فیصل آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ 1978ء میں آپ گوجرہ منتقل ہو گئے۔ آپ کا حلقۂ ارادت بھی خاصا وسیع ہے۔ آپ نے تمام زندگی اپنے والد بزرگوار کے مشن کو جاری رکھا۔ آپ نے گوجرہ میں وصال فرمایا اور وہیں تدفین کی گئی۔

صاحبزادہ سید گلزار حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

دوسری بیوی سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چھٹے صاحبزادے تھے۔ 27 رمضان المبارک کو پیدا ہوئے اور پیدائشی طور پر مبارک وصالح تھے۔ شکل وصورتؐ میں اپنے والد مکرم سے خوب مشابہ تھے۔ آپ نے بہت کم مدت میں قرآن پاک حفظ کیا۔ حفظ کے بعد سب سے پہلے علی پور سیداں میں سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد میں 15 رمضان کو محفل شبینہ میں امیر شریعت پیر حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے سید حافظ محمد حسین شاہ اور پوتے حافظ سید اختر حسین شاہ کی موجودگی میں پندرہ پارے ڈیڑھ گھنٹے میں سنائے۔ بقیہ پندرہ پارے صاحبزادہ سید ارشاد حسین رحمتہ اللہ علیہ نے پونے دو گھنٹے میں سنائے۔ آواز میں بلا کا سوز تھا۔ مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ پڑھنے میں کمال رکھتے تھے۔ انتہائی رقیق القلب تھے۔ حالت صحو ہونے کے باوجود قدرے حالت سکر کا غلبہ تھا۔ طبیعت سیلانی تھی اس لئے کسی ایک جگہ مستقل قیام نہ فرمایا۔ آپ بھی خلیفہ مجاز تھے اور قبلۂ عالم کے جانشینوں میں ایک امتیازی خصوصیت رکھتے تھے۔ ارادت مند آپ کو دیکھ کر اپنے شیخ کی دید سے متمتع ہوتے تھے۔

آپ 28 مارچ 1981ء بمطابق 21 جمادی الثانی 1401 ہجری جمعہ اور

ہفتہ کی درمیانی شب ایک بجے ذکر وفکر میں مشغول تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ سمندری ضلع فیصل آباد کے قبرستان میں مدفون ہیں اور مزار شریف زیارت گاہ خواص و عام ہے۔

صاحبزادہ سید مقبول حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

تیسری بیوی سے قبلۂ عالم کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ نے مڈل تک باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ درس نظامی میں استاذ العلماء مولانا حافظ محمد مہر صاحب اچھروی (لاہوری) کے شاگرد تھے۔ آپ حکیم حاذق بھی تھے۔ انتہائی زیرک، معاملہ فہم اور مردم شناس تھے۔ علوم دینیہ کے ماہر عالم اور منطق میں خصوصی دسترس رکھتے تھے۔ شریعت مطہرہ پر سختی سے عامل اور مسلک مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے شدت سے پابند تھے۔ اعلائے کلمتہ الحق میں بے باک، عالم باعمل تھے اور خصوصی وجاہت رکھتے تھے۔ امور دینیہ کے علاوہ دنیوی امور میں بھی خوب آگاہ و خبردار تھے۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو نہ صرف خلیفہ مجاز کیا بلکہ آستانہ عالیہ مراڑہ شریف کا سارا انتظام ان کے سپرد تھا جسے وہ تاحیات بطریق احسن سرانجام دیتے رہے۔ آپ جہاں اچھے منتظم تھے وہاں خدمتِ خلق، عدل وانصاف اور ایثار و ہمدردی کے اوصاف سے بھی بخوبی بہرہ مند تھے۔ کسی کو مشکل میں دیکھ کر مضطرب ہو جاتے اور اس وقت تک مطمئن نہ ہوتے جب تک اس کی مشکل کا مداوا نہ ہو جاتا۔ مستجاب الدعوات تھے۔ 1967ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ آپ شدید بیمار رہنے لگے لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ اسی طرح خدمتِ خلق میں مصروف رہتے۔ شدید اور طویل علالت کے باوجود کبھی نماز قضا نہ ہوئی۔ صابر و شاکر اور راضی برضا رہے۔ جب بھی صحت کے بارے پوچھا جاتا تو الحمدللہ کے سوا کچھ نہ فرماتے۔

28 رمضان المبارک 1399 ہجری بمطابق 22 اگست 1979ء بروز بدھ

انتقال فرمایا۔ مزار شریف آستانہ عالیہ والٹن کے نجی قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔

صاحبزادہ سید محمد یعقوب حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

تیسری بیوی سے دوسرے صاحبزادے تھے۔ عابد و زاہد اور شب بیدار تھے۔ ذکر و فکر سے خصوصی شغل رکھتے تھے۔ مراڑہ شریف میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی غیر حاضری میں آپ کی نیابت کے فرائض انجام دیتے۔ گرد و نواح کے باشندے آپ ہی سے اپنی روحانی پیاس بجھاتے تھے۔ حلقۂ ارادت کافی وسیع تھا۔ آغاز شباب ہی میں آپ کو خلافت سے نوازا گیا۔ اس سلسلے میں اصحاب کا بیان ہے کہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے جب صاحبزادہ صاحب کو مجمع خلائق میں محبوب دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ اصحاب سے فرمایا

آج سے ہم نے یعقوب حسین کو خلافت عطا کی

قبلۂ عالَم کی توجہ ان پر بطور خاص تھی اور فیضان میں عالی شان تھے۔ دنیاوی امور میں قطعاً دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ ایک مریض کے ساتھ مراڑہ شریف سے ظفروال ڈاکٹر کے پاس تشریف لے گئے۔ وہیں سینے میں تکلیف کی شکایت ہوئی اور فوراً ہی واصل باللہ ہوئے۔ یکم شعبان المعظم 1397 ہجری بمطابق 18 جولائی 1977ء کو آستانہ عالیہ سارووال شریف میں دفن ہوئے اور وہیں مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

صاحبزادہ سید امداد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

تیسری بیوی سے قبلۂ عالَم کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ بچپن ہی سے کم گو، خلوت پسند، نیک طینت اور نیک سرشت کے حامل تھے۔ ظاہراً و باطناً متقی و پرہیزگار، سادہ منش اور درویش صفت تھے۔ آستانہ کے خدام کے ساتھ یوں مل کر رہتے کہ نہ جاننے والا امتیاز نہیں کر سکتا تھا۔ مہمان داری میں سرگرم رہتے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ

کی زمینوں کی کاشت وغیرہ کا انتظام انہی کے سپرد تھا، جسے بخوبی نبھاتے رہے۔ وضع قطع سے سیدھے سادھے کاشت کار معلوم ہوتے مگر جب کوئی ان سے ملتا تو ان کی سادگی اور اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ زیادہ وقت وظائف واوراد میں مشغول رہتے۔ خدمتِ خلق اور ایثار وتعاون کا پیکر تھے۔ آپ کو خلیفہ مجاز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔

وہ خوش نصیب صاحبزادے ہیں جنہیں قبلہ عالَم نے سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ جب قبلہ عالَم نے گھر کے شہتیر اور دوسری خشک لکڑی بھیجی، تب بھی صاحبزادہ صاحب ہمراہ تھے۔ زندگی کے آخری دنوں میں ان کے چہرے کی جاذبیت دیدنی تھی۔

آپ نے طویل علالت کے بعد یکم ذیقعد 1422ھ بمطابق 16 جنوری 2002ء بروز بدھ وصال فرمایا، آپ کو 17 جنوری 2002ء بروز جمعرات قبلہ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف کے باہر جنوب کی سمت صحن میں دفن کیا گیا۔

آپ قبلہ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے فرزندان میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ آپ کے وصال پر دربار شریف کا ماحول انتہائی افسردہ، رقت آمیز اور سنجیدہ محسوس ہو رہا تھا۔ تمام عمر صابر وشاکر رہے۔

صاحبزادہ سید منور حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

تیسری بیوی سے چوتھے صاحبزادے تھے۔ اصحاب کا بیان ہے کہ صاحبزادہ صاحب پیدائشی ولی تھے۔ پیشانی کشادہ تھی جس سے نورانی شعاعیں پھوٹتی تھیں۔ نظر بد سے بچاؤ کے لئے والدہ آپ کی پیشانی پر سیاہی لگا دیا کرتی تھیں۔ اس کے باوجود جبیں کا نور درخشندہ ہی رہتا۔ جس کسی کو خاص توجہ سے دیکھتے اس کی حالت بدل جاتی۔

غازی عطا محمد صاحب کا بیان ہے

''ایک دفعہ مجھ پر توجہ فرمائی تو میری کیفیت بدل گئی۔ میں نے جو فیضان دیکھا وہ بیان میں نہیں سما سکتا''

آپ خُردسالی ہی میں وصال فرما گئے جس کا قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو شدید صدمہ ہوا۔ حضور قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے

''میاں منور حسین تو اسم بامسمّٰی تھے''

مزار مبارک آبائی قبرستان مراڑہ شریف ضلع نارووال میں واقع ہے۔

صاحبزادہ حافظ سید محمد ارشاد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ

تیسری بیوی سے پانچویں صاحبزادے تھے۔ بچپن ہی سے نیک خصلت اور خوش خصال تھے۔ نورانی بشرہ اور جمالی طبیعت تھی۔ تبسم سے معمور، فراخ چہرہ اور حلیم الطبع تھے۔ گفتگو میں بڑی حلاوت اور اپنے والد بزرگوار جیسی شیرینی تھی۔ سینہ انوار القرآن سے روشن اور ہونٹ تلاوت قرآن سے معمور رہتے تھے۔ حافظِ قرآن تھے۔ قرأت میں بلا کی روانی اور یادداشت قابلِ رشک تھی۔ آواز میں اتنا سوز تھا کہ ان کی قرأت سننے کے بعد شاید ہی کوئی دل متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا۔ شاید ہی کوئی آنکھ ہو کہ اشک بار نہ ہوتی۔

حافظ محمد عبداللہ صاحب (روپوچک)، حافظ محمد ابراہیم اور حافظ محمد طفیل سے شرفِ تلمذ تھا۔ پرائمری تک باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ ہائی سکول میں داخل ہوئے تو شدید بیمار ہو گئے۔ والدہ ماجدہ کو سخت تشویش ہوئی، قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا

''ارشاد حسین کو سکول سے ہٹا لو تندرست ہو جائے گا''

ایسا ہی ہوا۔ تقریباً بارہ برس کی عمر تھی کہ اپنے والد بزرگوار کی معیت وصحبت اختیار کی۔ ان کے وصال تک شب و روز خدمت ہی میں رہے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ

کو ان سے بہت پیار تھا۔ ساری اولاد سے بڑھ کر محبوب و منظور تھے۔

تقریباً تیس برس تک قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت کا شرف حاصل رہا۔ قبلۂ عالَم کی خصوصی توجہ اور ذات کا مظہر تھے۔ قبلۂ عالَم کی ظاہری حیات میں اور وصال کے بعد آپ ہی مریدین میں سب سے زیادہ مقبول و منظورِ نظر تھے۔ آپ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے فیضان سے علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ ابتداءً نماز تہجد نہیں پڑھتے تھے اور قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مصروف رہتے۔ آخری ایام میں قبلۂ عالَم نے پوچھا

تہجد کیوں نہیں پڑھتے

تو عرض کیا

میرے نزدیک آپ کی زیارت اور خدمت نماز تہجد سے بڑھ کر ہے

اس پر قبلۂ عالَم بہت مسرور ہوئے اور فرمایا

میاں آج سے میری جگہ تم تہجد پڑھا کرو

اس دن کے بعد کبھی تہجد کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی۔ حفظ قرآن مجید کی سعادت حاصل ہونے کے بعد ہر سال 27 رمضان المبارک (شب قدر) کو قبلۂ عالَم کی زندگی میں نوافل میں قرآن مجید پڑھتے رہے۔ یہ سلسلہ قبلۂ عالَم کے وصال کے بعد بھی دربار عالیہ سے منسلک مسجد میں جاری رہا۔ اس کے علاوہ 21 رمضان المبارک کو مراڑہ شریف میں بھی شبینہ سناتے رہے۔ آپ پورا قرآن پاک ساڑھے تین گھنٹوں میں ایک ہی رکعت میں بآسانی پڑھ لیا کرتے تھے۔ شبینہ میں قرآن پاک کی تلاوت سننے کے لئے حفاظ کرام دور دراز علاقوں سے بھی تشریف لایا کرتے تھے۔

عرصہ دراز سے ہر سال رمضان شریف میں اکسٹھ قرآن شریف ختم فرماتے تھے۔ رمضان کے علاوہ سفر ہو یا حضر، دو روز میں ختم قرآن کا معمول تھا۔

سادگی پسند، مہمان نواز، رقیق القلب، ملنسار اور متواضع تھے۔ اخلاق میں

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاص خیال فرماتے۔ صابر و شاکر رہتے، کبھی بھی کسی کا شکوہ نہ کرتے بلکہ دوسروں کی زیادتی کا جواب حسنِ اخلاق اور مہربانی سے دیتے۔ شخصیت اخلاق جمیلہ سے مزیّن اور انتہائی پر کشش تھی۔ بڑی مثبت سوچ رکھتے تھے اور ہمیشہ تعمیری کردار ادا کرتے۔ نمود و نمائش سے دُور رہتے تھے۔ امور دنیا سے استغنا حاصل تھا۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے۔

''میاں جتھے نکے آ جان سمجھو میں ای آ گیا آں''

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ انہیں محبت سے نکے کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اہل اللہ اور علماء کی نہ صرف قدردانی کرتے بلکہ غایت درجہ تکریم بھی کرتے تھے۔ انکسار کی یہ شان تھی کہ اکثر فرماتے

''مجھے صاحبزادہ نہ کہا کرو میں تو آپ (سرکار مراڑہ شریف) کا خادم ہوں اور میرے لئے یہی بات بہت بڑی ہے''

طریقت میں درجہ بہت بلند تھا۔ پاکباز اور پاک باطن تھے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے تمام خلفاء اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ حافظ سیّد ارشاد حسین رحمتہ اللہ علیہ ہماری بزم کے چاند ہیں۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے جب آپ کو خلافت عطا کی تو فرمایا

''یہ میری طرف سے ہے۔ میں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی عرض کر دی ہے کہ تمہیں وہاں سے بھی دستار عطا ہو اور یہ عرض منظور ہو گئی ہے''

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد موضع گڑھا شاہ حبیب ضلع گجرات کے نمبردار جناب حاجی محمد عالم صاحب ایک دستار لے کر صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے

''میں روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری کے موقع پر مواجہہ شریف کے سامنے صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا تھا کہ ایک اجنبی شخص آیا۔ اس نے مجھے یہ دستار دے کر

کہا کہ یہ دستار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حافظ سید محمد ارشاد حسین کو پہنچا دو''

بعینہ نارووال ضلع سیالکوٹ سے ماسٹر عنایت اللہ نے حج سے واپسی پر ایک جبہ صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور بیان کیا

''یہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے لئے ملا ہے''

صاحبزادہ صاحب جب حجِ بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو حرمین شریفین میں آپ کا خصوصی اکرام واہتمام ہوا۔ آپ کے لیے مسجدِ نبوی شریف میں کوئی اجنبی شخص پہلے ہی سے مصلیٰ بچھائے رکھتا۔ قیام مدینہ کے دوران ہر روز ایک قرآن پاک پڑھ کر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرتے رہے۔ مشائخ مدینہ میں سے مولانا ضیاء الدین خلیفہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نے صاحبزادہ صاحب کی نہ صرف مہمان داری کی بلکہ آخر تک اپنے ہاں قیام کیلئے مصر رہے۔ صاحبزادہ صاحب کی یہ مقبولیت دیکھ کر اہل مدینہ بھی آپ کی دست بوسی کرتے۔ آپ کا حلقہ ارادت انتہائی وسیع ہے اور آستانہ عالیہ کا وقار آپ کی بابرکت شخصیت سے مزید بلند ہوا۔

عوام الناس میں آپ ''حافظ جی سرکار'' کے نام سے جانے جاتے تھے۔ کم خوردن اور کم خفتن آپ کی عادت تھی۔ نعت شریف پڑھتے تو محفل میں ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ مریدین کے احوال سے باخبر رہتے اور انہیں کسی غمی خوشی کے موقع پر تنہا نہ چھوڑتے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں بیماری کے باوجود ہشاش بشاش اور صحت مند نظر آتے۔ چہرے پر جاذبیت قابل رشک تھی جسے دیکھتے رہنے میں سکون اور طمانیت حاصل ہوتی۔

مجلس میں بیٹھے باتوں ہی باتوں میں تربیت فرما دیا کرتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب انتہائی شفیق اور ہمدرد تھے۔ کشفی کیفیت بہت اچھی تھی۔ دلوں کے احوال جان

لیناان کا معمول تھا۔سائل کے عرض کرنے سے پہلے ہی اس کی تسلی اور تشفی فرمادیتے۔ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کرنے کے باوجود عربی اور فارسی پر مکمل عبور حاصل تھا۔یہی حال اردو اور انگلش زبان کے معاملے میں بھی تھا۔اہم علمی اور فقہی نکات بڑے آسان پیرائے میں بیان فرمادیتے۔مہمان نوازی کا وصف بڑا نمایاں تھا۔ہر آنے جانے والے کا خیال ہمہ وقت رہتا۔طبیعت میں تکلف اس قدر تھا کہ نہ تو اپنے آرام کا کبھی خیال کیا اور نہ کبھی کسی کو ٹالا۔بچوں کو شفقت اور محبت سے برابر بٹھالیا کرتے تھے۔

کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد 9 شعبان المعظم 1418ھ بمطابق 10 دسمبر 1997ء بروز بدھ بوقت صبح جناح ہسپتال لاہور میں واصل بحق ہوئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون

صاحبزادہ صاحب کے وصال پر ہر آنکھ اشک بار تھی۔آپ حضور قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کے امین اور اہل سلسلہ کے لئے بہت بڑی ڈھارس تھے۔آپ نے اپنی مبارک حیات میں نیابت کی ذمہ داریوں کو بطریقِ احسن نبھایا۔قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت کے تمام احباب صاحبزادہ صاحب سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔آپ کا وصال اہل سلسلہ کے لئے اتنا بڑا خلا ہے جو شاید مدتوں پورا نہ ہو سکے۔

آپ کو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے باہر (مشرق کی جانب) قدموں کی جانب دفن کیا گیا۔

صاحبزادہ سید محمد انیس المجتبیٰ ضیاء الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین دربار عالیہ

تیسری بیوی سے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ بچپن ہی سے نیک فطرت اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ طبیعت میں نرمی، گفتار میں شیرینی اور لباس میں سادگی اور لبوں پر تبسم ان کی خصوصیت تھی۔

ابتداً ظاہری علوم کے حصول میں مصروف رہے اور گورنمنٹ ہائی سکول ظفروال سے 1958ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسلامیہ کالج نارووال سے 1961ء میں انٹر کا امتحان پاس کیا۔ گریجوایشن کے لئے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں داخلہ لیا۔ اسی دوران آپ کے عظیم والدِ محترم کا انتقال ہوگیا۔ آپ مزید تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ اساتذہ اور طلباء سبھی میں محبوب تھے۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد صاحبزادگان علی پور شریف و جملہ متوسلین آستانہ عالیہ کا صاحبزادہ سید ارشاد حسین شاہ کو مسند سجادگی پر بٹھانے کا خیال تھا۔ صاحبزادہ سید ارشاد حسین شاہ کے کہنے اور جملہ صاحبزادگان کے اتفاق سے مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔ طبیعت پر اس کا مثبت اثر پڑا اور صاحبزادہ صاحب نے اپنی تمام تر صلاحیتیں تبلیغ وارشاد کے لئے بروئے کار لانا شروع کر دیں۔ دنیاوی معاملات اور انتظامی امور کو بخوبی سمجھتے تھے، حالات کو سلجھانے کا خوب ملکہ رکھتے تھے۔ ہر کس و ناکس سے خوش اسلوبی سے پیش آتے۔ خدمتِ خلق کا جذبہ بدرجۂ اتم موجود تھا، آستانہ عالیہ کے متوسلین اور دیگر اہل سنت احباب کی دینی اور دنیاوی مشکلات کو حل کرنے میں کوشاں رہتے۔

ایک باہمت اور باحیا انسان تھے، مستقل مزاج، اچھے منتظم تھے۔ طبیعت پر جمالیت کا غلبہ زیادہ تھا۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخمور تھے، قرآنِ پاک اور نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی محبت تھی۔ دو بار حج بیت اللہ اور

زیارت روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ جماعت اہل سنت کی بھرپور حمایت فرماتے رہے۔ آپ دینی اور روحانی اجتماعات کی رونق تصور کئے جاتے تھے۔ بہت ہی باہمت اور کمال اوصاف سے مزین تھے۔

غازی عطا محمد (رحمتہ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ مراڑہ شریف میں ایک مجذوب کوکے شاہ رہتے تھے۔ وہ سیف زبان تھے جو بات منہ سے نکل جاتی فوراً پوری ہو جاتی۔ وہ مجذوب قبلۂ عالم کے خاندان کے تمام چھوٹے بڑے افراد کا بہت احترام کرتے۔ بچپن میں صاحبزادہ سید محمد انیس المجتبیٰ ضیاء الحسن صاحب کو اس مجذوب نے دیکھا، جونہی نظریں ملیں صاحبزادہ صاحب پر جذبی کیفیت کا غلبہ ہو گیا اور آپ نے کوکے (کوڑیوں) سے کھیلنا شروع کر دیا۔ ایک روز علی الصبح صاحبزادہ صاحب اپنے بستر میں کوکے سے کھیل رہے تھے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی نظر پڑی تو آپ نے فرمایا

''میاں سائیں اپنا کام کر گیا''

قبلۂ عالم کی زبانِ اقدس سے یہ الفاظ نکلنے تھے کہ قبلہ صاحبزادہ صاحب سے جذبی کیفیت جاتی رہی اور سکر بھی صحو میں بدل گیا۔ صاحبزادہ صاحب کا حلقۂ اِرادت وسیع تھا۔ روحانیت میں سریع الاثر تھے۔ جس پر نگاہ فرماتے اس کے دل کی دنیا بدل جاتی۔ اسی وجہ سے مریدین دل و جان سے آپ پر فدا تھے۔ آوارہ منش نوجوانوں کو نگاہِ کرم سے پابند صوم صلوٰۃ بنا دیا۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت کا فیض تھا کہ بچپن ہی سے جاگتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے بالعموم مشرف ہوتے رہتے تھے۔

مخلوق خدا کی روحانی اصلاح کے لیے شب و روز متفکر اور سرگرداں رہتے۔ ہر دکھی کی مدد کے لیے ہمہ وقت مصروف رہتے۔ مجاہدات کی وجہ سے صحت تیزی سے خراب ہونے لگی۔ خرابی صحت عوام الناس کی دستگیری میں حائل نہ ہو سکی۔ بہت ہی بلند پایہ شخصیت کے حامل تھے۔

27 رمضان المبارک 1419ھ کو 28ویں شب بمطابق 16 جنوری 1999ء
بروز ہفتہ مغرب کی نماز کے بعد آستانہ عالیہ چراغیہ والٹن شریف ہی میں وصال فرمایا۔
آپ کو قبلہ عالم رحمتہ اللہ کے مزار اقدس کے اندر دائیں پہلو میں دفن کیا گیا۔

باب3

علم وحکمت
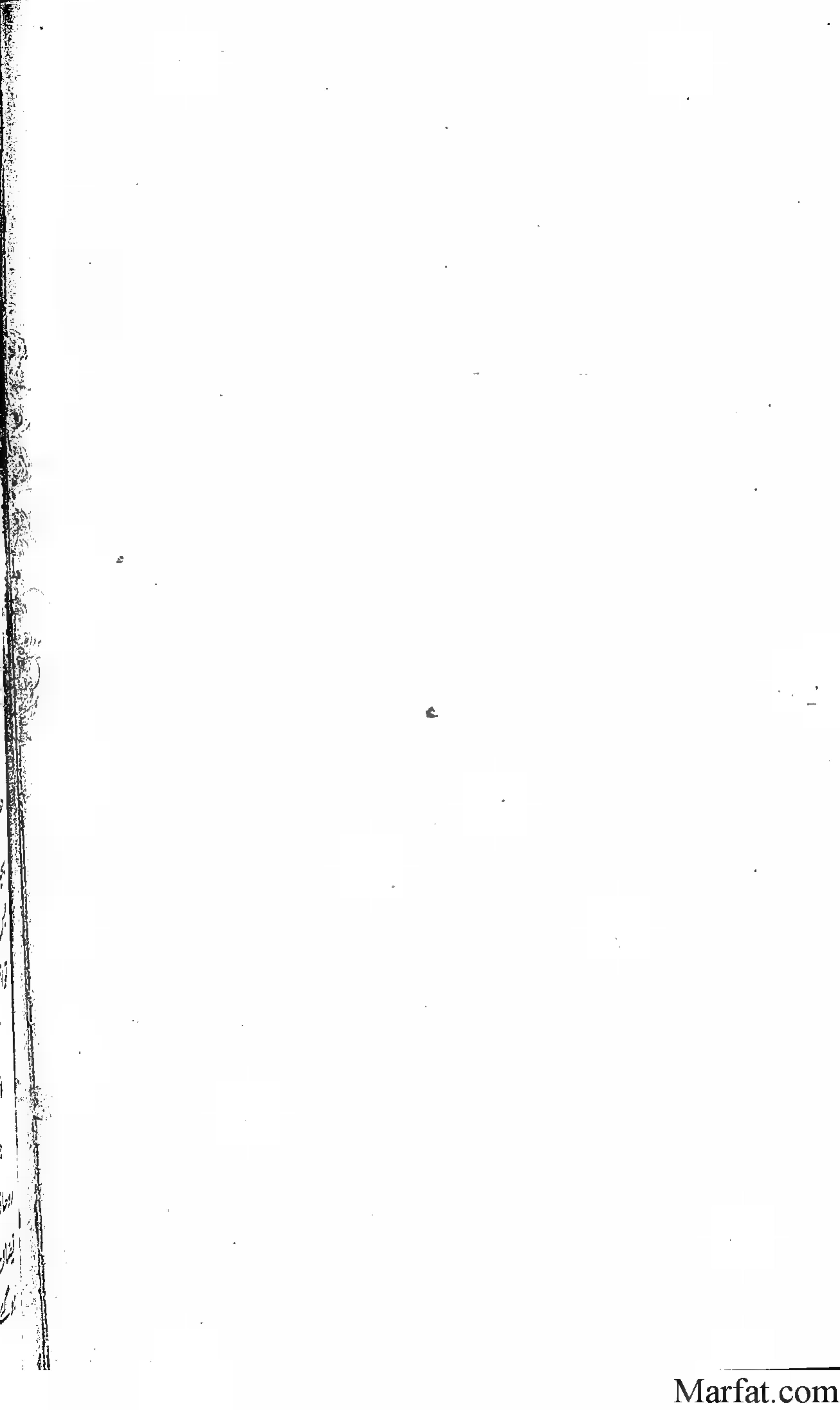
تعلیم

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا بچپن والدین کے سایہ سے محرومی اور ناموافق حالات میں گزرا۔ آپ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے۔ باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور اگر کچھ توجہ ہوئی تو وہ نامساعد حالات کی نذر ہوگئی۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے احباب کا بیان ہے کہ آپ نے صرف عربی کے ابتدائی قاعدہ سے پہلا سبق پڑھا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اساتذہ میں جناب سائیں کالوشاہ صاحب (موضع چھین بھٹیاں ضلع گورداسپور ہندوستان) اور جناب میاں محمد بخش صاحب (موضع سوکڑا ضلع گجرات) کے نام لیے جاتے ہیں۔ جب تک یہ دونوں بزرگ زندہ رہے قبلۂ عالَم ان کی غایت درجہ تکریم فرماتے رہے۔

عِلم لدُنی

پہلی بیوی کے انتقال کے بعد قبلۂ عالَم کی زندگی میں انقلاب کا آغاز ہوا اور آپ حصول تعلیم کے لیے مستعد ہو کر گھر سے نکلے مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مکتب کی بجائے مکتب اعلیٰ (سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت) میں پہنچ گئے اور ایسے پہنچے کہ بس وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ جب مرشد کامل سے حصول تعلیم کا ذکر کیا اور اجازت مانگی تو انہوں نے فرمایا

''ہم تمہیں ایسا علم پڑھائیں گے کہ ایک زمانہ دیکھے گا''

انہوں نے جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا۔

جب ظاہری علوم کی راہیں مسدود ہو گئیں تو سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی روحانی توجہ اور تربیت سے قبلۂ عالَم کو علوم لدنیہ سے سرفراز فرما دیا۔ مرشد کامل کے اس فیضان کا اظہار یوں ہوا کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف علوم شرعیہ کے دقیع النظر عالم ہو گئے بلکہ حقائق تصوف کے بالغ نظر عالم و شارح ہوئے۔ عربی اور فارسی ادب پر

کامل عبور ہوگیا۔ مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ اور مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک خاص انس تھا۔ ان کے مضامین کے بارے میں بکثرت حوالے بھی دیتے اور فاضلانہ کلام فرماتے۔ قرآن حکیم کے حافظ تو نہ تھے مگر شبینۃ القرآن میں جونہی کوئی حافظ پڑھتے ہوئے رکتا یا اسے شبہ ہوتا تو قبلۂ عالَم اسے لقمہ دیتے اور صحیح لفظ بتا دیتے۔ یہی حال سماع حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوران تھا۔ جہاں کسی نے متن حدیث میں کوئی خطا کی فی الفور اصلاح فرما دیتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں اہل علم کی اکثر حاضری رہتی۔ وہ نہ صرف قبلۂ عالَم کی فاضلانہ گفتگو سے محظوظ ہوتے بلکہ آپ کی عظمت علمی کا اعتراف بھی کرتے۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز شیخ الحدیث سید محمد شاہسوار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مہتمم جامعہ چراغیہ گوجرہ بیان فرماتے ہیں

''جن دنوں میں دار العلوم مظہر الاسلام بریلی شریف میں درس نظامی کا طالبعلم تھا میرے ایک استاد جو حافظ قرآن تھے، اپنے شیخ سے سخت بدظن ہو چکے تھے۔ ان کے شیخ نہ تو فرائض کے پابند تھے اور نہ شریعت ہی کے مؤدّب۔ ان حرکات سے چشم پوشی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا استاد گرامی نے ان کی بیعت توڑ ڈالی تھی اور کسی مرد حق کی تلاش میں تھے۔ میں نے ان سے کہا

اگر آپ مناسب سمجھیں تو رمضان المبارک کی تعطیلات میں آپ میرے شیخ بزرگوار کی زیارت کے لیے مراڑہ شریف چلیں

حافظ صاحب نے منظور کیا، میرے ساتھ قبلۂ عالَم کی خدمت میں مراڑہ شریف حاضر ہوئے اور کئی روز تک قیام کیا۔

ان دنوں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ بعد نماز ظہر بخاری شریف سماعت فرماتے تھے۔ میں بخاری شریف کا عربی متن پڑھتا اور آپ سنتے رہتے۔ جہاں مناسب سمجھتے مجھے رکنے کا اشارہ کرتے۔ ہم لوگوں کی طرف مخاطب ہوتے اور اس

حدیث کی شاندار تشریح فرماتے۔

میں نے ایک حدیث کا متن پڑھا تو قبلۂ عالَم نے اس عبارت کی تصحیح کی۔ میں نے دوبارہ دیکھ کر عرض کیا

کتاب میں عبارت اسی طرح ہے جس طرح میں نے پڑھی ہے

مگر قبلۂ عالَم نے فرمایا

عبارت وہی صحیح ہے جو میں نے بتائی ہے

ہم نے قبلۂ عالَم کی اس تصحیح عبارت کو یاد رکھا اور تعطیلات کے اختتام پر بریلی شریف چلے گئے۔ میرے استاد حافظ صاحب نے بخاری شریف کا نسخہ دارالعلوم کے کتب خانہ سے لیا اور مذکورہ عبارت کی تحقیق کی۔ یہ دیکھ کر ہماری حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ مذکورہ عبارت بالکل اسی طرح تھی جس طرح قبلۂ عالَم نے تصحیح فرمائی تھی۔ جس نسخہ سے ہم مراڑہ شریف میں پڑھتے تھے، اس میں اس مقام پر کتابت کی غلطی تھی۔ یہ دیکھ کر حافظ صاحب آپ کے علم وفضل کے نہ صرف مداح ہوئے بلکہ ارادت مندوں میں شامل ہو گئے۔"

صاحبزادہ سید محمد مقبول حسین شاہ اچھرہ (لاہور) میں مولانا حافظ محمد مہر دین رحمتہ اللہ علیہ سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مولانا محمد مہر دین رحمتہ اللہ علیہ ایک جید عالم تھے اور منطق وفلسفہ میں دسترس رکھتے تھے۔ ہم عصر علماء ان کی علمیت کے معترف تھے۔ انہوں نے ایک روز صاحبزادہ صاحب سے پوچھا

"تمہارے والد صاحب کیا کام کرتے ہیں"

صاحبزادہ صاحب نے کہا

"وہ پیر ہیں اور ہماری زمینداری ہے"

مولانا صاحب نے پوچھا

"کیا وہ دینی تعلیم بھی حاصل کئے ہوئے ہیں"

صاحبزادہ صاحب نے کہا

''وہ پڑھے لکھے تو نہیں ہیں''

یہ سن کر مولانا صاحب نے صاحبزادہ صاحب سے کہا جب گھر واپس جاؤ تو اپنے والد سے کہنا

علموں باہجھ جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہُو

(سلطان العارفین باہو رحمتہ اللہ علیہ)

صاحبزادہ صاحب نے قبلۂ عالَم کی خدمت میں یہ ماجرا عرض کیا۔ سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کا مذکورہ مصرع آپ نے سن کر فرمایا۔ اچھا جب لاہور ہمارا جانا ہوا تو تمہارے استاد صاحب سے ملاقات کریں گے۔ کچھ عرصہ بعد آپ لاہور تشریف لائے تو مولانا محمد مہر دین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس صاحبزادہ صاحب سے ملنے کے لیے چلے آئے۔ دورانِ گفتگو قبلۂ عالَم نے فرمایا

مولانا صاحب آپ کا پیغام مل گیا تھا آپ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو پوچھ لیں

مولانا نے کہا کہ ضرور پوچھوں گا۔

حافظ مہر دین صاحب نے فلسفہ اور منطق کے چند مشکل سوالات پوچھے۔ قبلۂ عالَم نے ان کا نہایت مدلل اور مسکت جواب دیا۔ مولانا صاحب بہت حیرانی سے کہنے لگے

''میں نے انتہائی پیچیدہ سوالات کئے تھے مگر آپ کے ٹھوس جوابات سن کر مجھے خاصی ندامت ہوئی''

وہ صاحبزادہ صاحب سے کہنے لگے

''تم نے تو کہا تھا کہ والد صاحب پڑھے ہوئے نہیں مگر یہاں تو معاملہ برعکس ہے''

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا

''گو میں نے مروجہ علوم سبقاً اور درساً تو نہیں پڑھے ہیں مگر میرے شیخِ طریقت کا فیض ہے جس نے علمی تشنگی نہیں چھوڑی''

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے رات وہیں گزاری اور صبح کی نماز کے لیے مسجد میں آئے تو مولانا حافظ محمد مہر دین رحمتہ اللہ علیہ، میاں قمر دین متولی درس اور دیگر حضرات نے آپ سے امامت نماز کے لیے اصرار کیا۔ آپ نے قبول کیا اور نماز فجر کی امامت کی۔ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ مولانا صاحب اور تمام مقتدی بے خودی کے عالم میں ہیں۔ قبلۂ عالم حجرے میں تشریف لے گئے، کچھ دیر بعد مولانا صاحب اور باقی نمازیوں کو ہوش آیا تو ان سب کی قلبی کیفیت بدلی ہوئی تھی۔ سبھی نیاز مندی بجالائے۔ مولانا صاحب پر تو عجیب رقت طاری ہوگئی۔ اس کے بعد حافظ مہر دین صاحب تازیست قبلۂ عالم کا غایت درجہ احترام کرتے رہے۔ جب بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اچھرہ آنا ہوتا تو مولانا صاحب قبلۂ عالم کے قیام کے دوران میں ہمہ وقت ننگے پاؤں کھڑے رہتے اور احتراماً جوتا نہ پہنتے۔

عِلم لدُنی اور مشاہدہ کی یہی وہ عظمت وفضیلت ہے جسے قرآن مجید میں یوں فرمایا گیا

وَكَذَٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ

(سورۃ الانعام 75)

اور اسی طرح ہم ابراہیم (علیہ السلام) کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی تاکہ وہ عین الیقین والوں میں ہوجائیں۔

اس آیت کے تحت جناب پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ تفسیر ضیاء القرآن میں بحوالہ تفسیر کبیر لکھتے ہیں

''امام رازی فرماتے ہیں کہ جلالِ خداوندی کے انوار وتجلیات ہر لحہ ضوفشاں ہیں لیکن انسانی روح کسی نہ کسی حجاب کے باعث ان کے مشاہدے سے محروم رہتی ہے۔ جتنا حجاب ہٹتا اور سرکتا رہتا ہے اتنا ہی انوار کا مشاہدہ ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب حجابات سے گزر گئے اور انوارِ الٰہی کے مشاہدے میں کوئی آڑ باقی نہ رہی تو زمین و آسمان کی بیکراں وسعتوں میں قدرت خداوندی کے جو اسرار تھے سب ظاہر ہو گئے۔ نگاہ ابراہیمی پر ہر چیز منکشف کر دی گئی بعض کا خیال ہے کہ پردہ اٹھ گیا تھا اور عرش سے تحت الثریٰ تک ہر چیز نظر آنے لگی تھی۔ بعض نے فرمایا کہ آسمان اور زمین کی تمام اشیا کی حقیقت پر آگاہی بخش دی گئی تا کہ کائنات کی ان مختلف چیزوں پر مطلع ہو کر وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، علم، قدرت اور حکمت کے بارے میں عین الیقین کے مرتبہ عُلیا پر فائز ہو جائیں۔ اگر چہ عام انسان بھی کائنات کے بعض اسرار پر آگاہ ہوتے ہیں لیکن اس عالم خلق کی ہر چیز میں خواہ وہ جنس ہو یا نوع، صنف ہو یا شخص، حکمت الٰہی کے جو آثار پائے جاتے ہیں، ان سے جس طرح انبیاءِ آگاہ ہوتے ہیں وہ آگاہی کسی اور کو نصیب نہیں ہوتی۔"

(تفسیر کبیر)

اولیائے کاملین کو یہ سب کچھ تبعیت انبیاء میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ مقام مشاہدہ میں انبیاء کی طرح نہیں ہوتے کیونکہ انبیاء کا ثبات وصفِ خاص ہے۔ اولیاء انبیاء سے مفضول ہوتے ہیں۔ انہیں تبعیت و غلامی کے بغیر یہ عرفان اور مشاہدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی درحقیقت انبیاء کے مشاہدہ کا عکس ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اولیاء انبیاء کے قدموں پر ہوتے ہیں۔

فراست

قبلۂ عالم نہایت بلند علمی فراست کے حامل تھے۔ مشکل سے مشکل مسائل کا فی الفور آسان حل بتا دیتے اور ہر شخص کی استعداد کے مطابق اس کی رہنمائی فرماتے۔

صاحبزادہ حافظ سید محمد ارشاد حسین شاہ روایت فرماتے ہیں

"میں اوائل عمری میں آپ کو ایک روز داتا گنج بخش علی ہجویری کی تصنیف

کشف المحجوب پڑھ کر سنا رہا تھا، جب میں نے یہ عبارت پڑھی

''انبیاء کرام کو چالیس سال کی عمر کے بعد اظہار و اعلان نبوت کا حکم ہوتا رہا ہے چونکہ ولایت نبوت کے تابع ہے لہٰذا چالیس سال بعد ہی ولایت سے کچھ حصہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس سے قبل ممکن نہیں''

میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ پھر چالیس سال تک مجاہدہ کی کیا ضرورت ہے اور نفلی عبادت میں کیوں مشغول ہوں''

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

''میاں سورۃ القدر پڑھو، جب لیلۃ القدر کی فضیلت ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے تو چالیس برس کی قید تو درمیان ہی میں رہ جاتی ہے اور یہ سب ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم ہے کہ امتی پر اس قدر آسانی فرمائی ہے۔''

سید قطب شاہ سندھیلوی ''الراء معرفت'' میں رقمطراز ہیں

''جس جنگل میں شیر ہو وہاں گیدڑ اور بھیڑیے وغیرہ نہیں ہوتے۔ لہٰذا جب بیعت کے بعد مرشد اسم اللہ کی تلقین کر دیتا ہے تو پھر دل میں کسی قسم کے وساوس کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں کیونکہ اسم ذات شیر کی مانند ہے۔''

اس عبارت کے متعلق سید محمد شاہ سوار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے قبلۂ عالم سے دریافت کیا

''کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟''

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

اگر شاہ صاحب سندھیلوی زندہ ہوتے تو میں انہیں بتاتا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ شاید وہ اس عبارت کو اپنی کتاب سے حذف کر دیتے

پھر بیان فرمایا کہ ارشاد باری ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ

اَلْمُحْسِنِیْنَ

(سورۃ العنکبوت 69)

جو لوگ ہمارے لیے جدو جہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور بالیقین اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مومن کے لیے پیہم مجاہدہ ہے۔ اس پیہم مجاہدہ کا نتیجہ مشاہدہ ہے اور اس کے بغیر یہ ممکن ہی نہیں۔ اگر اسم ذات کی تلقین ہی سے وساوس مٹ جائیں تو اس پیہم مجاہدہ کا حکم کیوں دیا گیا۔ یہ بات واضح ہے کہ اعمال صالحہ کی مسلسل ضرورت ہے اور اس کے بغیر مشاہدہ جمال ممکن نہیں۔ رہے وساوس تو وہ شیطان کی طرف سے ہیں اور کھلے دشمن سے چشم پوشی کیسے ہو سکتی ہے۔

ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے آخری لمحات میں دیکھا کہ شیطان اپنا سر پیٹ رہا ہے۔ امام صاحب نے شیطان سے پوچھا

''کیا ہوا؟ سر کیوں پیٹ رہے ہو؟''

جواباً شیطان نے کہا

''مالک میرے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا، میں اسے گمراہ نہ کر سکا، اسی لیے میں اپنا سر پیٹ رہا ہوں''

یہ سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے

''خطرہ اب بھی موجود ہے بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ اب تو توبہ کا وقت بھی باقی نہیں ہے''

باب 4

عبادات

قبلۂ عالَم کی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لمحہ یادِ الٰہی میں گزرا۔ سفر و حضر، بیماری و صحت، میں شب و روز کے معمولات میں کبھی کمی نہ آتی۔ اللہ کا فضل آپ پر جس قدر زیادہ تھا، اسی قدر یادِ الٰہی میں مشغولیت زیادہ تھی۔ یادِ الٰہی میں بھی آپ سُنّتِ رسول کی پیروی فرماتے۔ معمولات کی تفصیل یہ ہے۔

نمازِ تہجد

نصف شب کے بعد قبلۂ عالَم نوافل تہجد کے لئے بیدار ہوتے۔ نمازِ تہجد اس طرح ادا فرماتے کہ پہلے دو نفل تحیۃ الوضو پڑھتے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین بار سورۃ اخلاص تلاوت فرماتے، اس کے بعد دو دو رکعت کر کے کل چھ رکعات نوافل تہجد ادا فرماتے۔ سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں چھ بار سورۃ اخلاص اور دوسری رکعت میں پانچ بار سورۃ اخلاص پڑھتے۔ اسی طرح ہر رکعت میں ایک ایک بار سورۃ اخلاص کی تعداد کم تلاوت کرتے جاتے یہاں تک کہ آخری رکعت میں ایک بار سورۃ اخلاص پڑھتے۔ کبھی کبھار آپ ان نوافل میں سورۃ اخلاص صعودی ترتیب سے پڑھ لیا کرتے تھے۔ نوافل کے بعد شجرہ شریف اول آخر سورۃ مزمل اور درود تاج پڑھتے۔ استغفار اور درود شریف کی ایک تسبیح پڑھتے۔ بقیہ شب مراقبہ نفی اثبات و اسم ذات میں مشغول رہتے۔

نمازِ فجر

طلوع فجر کے بعد سُنّت نمازِ فجر گھر ہی میں ادا فرماتے اور اکتالیس بار سورۃ فاتحہ مع تسمیہ اول و آخر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور فرض با جماعت ادا فرماتے۔ نمازِ فجر سے نوافل اشراق اور چاشت تک ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔

نوافلِ اشراق

اشراق کے چار نوافل دو دو کر کے ادا فرماتے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی کا پورا رکوع اور دوسری رکعت میں سورۃ بقرہ کا آخری رکوع تلاوت فرماتے۔ نوافل اشراق سے فارغ ہو کر تلاوتِ قرآن مجید فرماتے۔ سوا پارہ کی تلاوت روز کا معمول تھا۔ اس دوران کسی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ جب فارغ ہو جاتے تمام احباب کے ساتھ ناشتہ کرتے۔ حاضرین کی فرداً فرداً خیریت پوچھتے۔ حاجت مندوں کے لئے دعائیں فرماتے اور فیضان خصوصی سے نوازتے۔ احباب میں سے اگر کوئی پریشانی کا اظہار کرتا تو اس کی نہ صرف دلجوئی کرتے بلکہ کچھ دیر مراقب ہو کر اس کیلئے خصوصی دعا فرماتے، جس سے پریشان دلوں کی تسکین کا سامان ہوتا۔

حاضرین سے فارغ ہو کر کتب تفاسیر، احادیث، فقہ اور سیرت اولیاء کرام کا مطالعہ فرماتے۔ گاہے گاہے ذی علم حضرات سے ان امور پر کلام سُنتے اور حالت مراقبہ میں رہتے۔ تمام احباب و حاضرین بھی متوجہ ہو کر سنتے۔ جہاں کہیں کوئی عبارت یا مسئلہ تشریح طلب ہوتا تو قبلۂ عالَم رکنے کا اشارہ فرماتے اور اس کی ایسی توضیح و تشریح فرماتے کہ خواص و عوام مستفید و محظوظ ہوتے۔ گفتگو خوب شیریں ہوتی اور انداز بیان انتہائی مُؤثر۔ دورانِ گفتگو میں دوسروں کے دلوں میں پیدا ہونے والے اشکال کو بھی یوں بیان کر جاتے کہ سننے والا بعد میں بخوبی محسوس کرتا کہ اس کے سوال کا جواب دیا جا چکا ہے۔ یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہتا۔

دوپہر کے کھانے کا وقت ہوتا تو حاضرین کے لئے کھانا لایا جاتا اور قبلۂ عالَم بلا تخصیص ان سب کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے۔ پھر قیلولہ کے لئے نمازِ ظہر تک گھر تشریف لے جاتے اور اس سُنّت پاک کی پابندی فرماتے۔

سُنّتِ قیلولہ کی اہمیت کے بارے میں امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں۔

دوپہر کا قیلولہ جو متابعت سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیت سے ہو، کروڑ ہا راتوں کے نوافل سے اولیٰ اور افضل ہے جو بے نیتِ متابعت ہوں

(مکتوب 114 جلد اول)

نمازِ ظہر

نمازِ ظہر قدرے تاخیر سے با جماعت ادا کرتے۔ فارغ ہو کر کبھی مسجد ہی میں اور کبھی باہر تشریف رکھتے۔ حاضرین سے ملتے اور سب کی مزاج پرسی کرتے۔ ہر ایک سے کھانا کھانے کے متعلق دریافت فرماتے۔ اگر کسی نے لنگر سے کھانا نہ کھایا ہوتا تو اس کے لئے فوراً کھانا لانے کا حکم فرماتے۔

اس مجلس میں بزرگانِ دین کے حالات سماعت فرماتے۔ مکتوبات امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ، تذکرۃ اولیاء، بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف بکثرت سنتے۔ گاہے گاہے تفسیر حسینی سے بھی سنتے اور جہاں مناسب سمجھتے شاندار توضیح و تشریح فرماتے۔ حاضرین کو اہل سُنّت و جماعت کے مسلک اور طریقت میں منسلک ہونے کی نصیحت فرماتے۔ آداب شریعت کی بالاصرار تلقین فرماتے۔ نمازِ پنجگانہ کی پابندی اور کسبِ حلال کی بالخصوص تاکید فرماتے۔ جب کبھی جمال کا غلبہ ہوتا تو حاضرینِ مجلس پر ایسی توجہ فرماتے کہ سبھی پر وجدانی اور بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ حاضرین کو فیضان محبت کا اثر واضح محسوس ہوتا۔ عارف رومی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی کیفیت کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
نظر ایشاں خاک را اکسیر کرد
لطفِ شاں در ہر دلِ تاثیر کرد

نمازِ عصر

نمازِ عصر باجماعت ادا کرنے کے بعد چہل قدمی کے لئے نکل جاتے۔ نماز مغرب تک نہ کسی سے ہم کلام ہوتے اور نہ کچھ کھاتے پیتے۔ اس دوران ختمِ خواجگان، ختمِ غوثیہ، ختمِ اہل بیت رضی اللہ عنہم و ختم انبیاء علیہم السلام پڑھتے۔ بعدازاں شجرۂ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ اور قادریہ اول و آخر سورۃ مزمل و درود تاج پڑھتے۔ باقی وقت مراقبہ اسم ذات میں مشغول رہتے۔ آپ کے درویشان خاص بھی باہم مل کر ختم خواجگان نقشبندیہ پڑھتے۔ کسی روز قبلۂ عالَم بھی ان کے ساتھ شامل ہوجاتے اور قلوب تشنہ کو توجہ باطنی سے موجزن فرماتے اور ان درویشوں کی حالت میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی۔ حاضرین برسوں میں طے ہونے والی منازل سلوک شیخ کی توجہ وکرم سے چند لمحوں میں طے کرلیتے۔ صفا قلبی و شفا باطنی حاصل کرتے۔ یہی وہ منزل ہے جس کے متعلق حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ

نقشبندی بزرگ پہلی صحبت میں وہ کچھ عطا کردیتے ہیں جو منتہیوں کو انتہا پر جاکر میسر آتا ہے۔

(مکتوب 90 جلد اول)

اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے۔

(مکتوب 109 جلد اول)

نمازِ مغرب اور نوافل اوابین

نمازِ مغرب باجماعت ادا فرمانے کے بعد اوابین کے چھ نوافل پڑھتے۔ بعدازاں دو نفل حضور نبی کریم و جمیع انبیاء کرام، دو نفل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، دو نفل سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا، دو نفل امامین کریمین، دو نفل غوث پاک، دو نفل

حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ، دو نفل قبلۂ عالَم شاہ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ، دو نفل خواجگان عالیہ رحمتہ اللہ علیہم، دو نفل خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور دو نفل حقوق والدین ادا کرتے۔ یہ سلسلہ نمازِ عشاء تک جاری رہتا۔

نمازِ عشاء

نمازِ عشاء باجماعت ادا فرماتے۔ وتر بھی نمازِ عشاء کے ساتھ ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔ کبھی کبھار وتر مؤخر کر کے نوافل تہجد کے ساتھ ادا کرتے۔ نماز سے فارغ ہو کر مختصر سی محفل میلاد منعقد کرتے۔ دعا کے بعد اکثر فرمایا کرتے

''اب ہم بادشاہ ہو گئے ہیں (یعنی آج کے فرائض کی ادائیگی ہو چکی ہے)''

اس کے بعد لنگر تقسیم کیا جاتا۔ قبلۂ عالَم بھی سب کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ علی الصبح واپس جانے والے حضرات آپ سے اجازت طلب کرتے، ان سب کے لئے دین و دنیا میں خیر و برکت کی دعا کرتے اور اجازت عطا فرما دیتے۔

جب تمام لوگ استراحت کے لئے چلے جاتے تو قبلۂ عالَم اکیلے باہر چہل قدمی کے لیے نکل جاتے۔ ذکر و فکر میں مشغول رہنے کے بعد چند ساعت کے لئے گھر آ کر آرام فرماتے۔ نماز تہجد کے لئے آدھی رات کے قریب بیدار ہوتے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے شب و روز کا معمول بس یہی تھا جس کی آپ نے سفر و حضر اور صحت و علالت میں زندگی بھر پابندی کی۔

ساری زندگی نماز باجماعت کا اہتمام فرمایا۔ تمام احباب کو بھی نماز باجماعت کی تلقین کی۔ مراقبہ اسم ذات حق سبحانہ تعالیٰ میں مشغول رہنے کی تاکید فرماتے۔ مراقبہ کو جملہ وظائف سے برتر قرار دیتے تھے۔ اتباعِ سُنّت کو دل و جان سے سب امور سے زیادہ فوقیت دیتے تھے۔ آخری ایام میں بھی نماز باجماعت ہی ادا کرتے رہے۔ جب چلنے پھرنے سے معذور ہوئے تو دو حضرات کے سہارے مسجد میں پہنچتے اور جماعت

ترک نہ کرتے۔

ماہِ صیام

رمضان المبارک کی فضیلت کے پیش نظر اس ماہِ مقدس کی آمد کا بے تابی سے انتظار رہتا۔ رمضان المبارک میں لنگر کا خصوصی انتظام ہوتا۔ پورا مہینہ کثرت سے تلاوت قرآن مجید کرتے۔ حفاظ کرام سے نماز تراویح کے علاوہ دن رات میں باری باری نوافل میں قرآن سنتے۔ حفاظ کرام کے لئے خوراک اور غذا کا خصوصی بندوبست فرماتے۔ ستائیسویں شب کو شبینہ کا اہتمام کیا جاتا۔ روزہ کسی حالت میں بھی قضا نہ کرتے۔ بیماری یا سفر میں بھی روزہ نہ چھوڑتے۔

نماز باجماعت کا اہتمام

آستانہ عالیہ والٹن لاہور سے ملحقہ مسجد میں یہ معمول تھا کہ نماز باجماعت کا وقت ہونے سے چند منٹ پہلے ایک صاحب بلند آواز سے ''الصلوۃ قائمہ'' پکارتے، قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ یہ آواز سنتے ہی فی الفور مسجد کی طرف چل دیتے۔

ایک دفعہ نماز مغرب کی تکبیر کہی جا رہی تھی اور قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ ابھی مسجد کے دروازہ پر ہی پہنچے تھے کہ برادرم سراج احمد عادل اپنے ایک دوست عبدالغنی کے ساتھ جو مسلکاً اہل حدیث تھے وہاں پہنچ کر احتراماً مصافحہ کیلئے آگے بڑھے۔ آپ بغیر مصافحہ کئے جماعت جماعت کہتے آگے بڑھے اور جماعت کے ساتھ شریک ہو گئے۔ نماز باجماعت کے لئے آپ کی یہ رغبت و شدت دیکھ کر عبدالغنی صاحب بے حد متاثر ہوئے۔

ایک دفعہ نمازِ ظہر کے بعد لنگر تقسیم کیا گیا۔ جب کھانا کھایا جا چکا تو دو مہمان اور تشریف لے آئے۔ آپ نے ان کے لئے کھانا لانے کا حکم فرمایا۔ اسی اثناء میں صاحبزادہ سید محمد مقبول حسین شاہ کے نو عمر صاحبزادے گنج الاخیار بھی کھانے کے لئے

آ گئے۔ قبلہ عالم نے پوچھا

"کیوں میاں نکے نماز پڑھ لی ہے؟"

انہوں نے کہا ابھی پڑھنی ہے۔ قبلہ عالم نے فرمایا

"نماز پڑھ کر آؤ اور پھر کھانا کھاؤ"

صاحبزادہ صاحب نے قدرے تامّل کیا۔ قبلہ عالم نے کان پکڑ کر فرمایا

پہلے نماز پڑھ کر آؤ

اس پر صاحبزادہ گنج الاخیار رونے لگے۔ چودھری فخر الدین صاحب اس وقت لنگر تقسیم کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ بھوک کا غلبہ ہو تو کھانا کھا کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ قبلہ عالم نے فرمایا

"یہ درست ہے مگر میری اولاد کو لازم ہے کہ نماز کو کھانے پر مقدم رکھے اور محض کھانے کے بہانے تاخیر نہ کرے"

اتّباعِ سُنّت۔ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ سُنّتِ نبوی کا غایت درجہ اتباع فرماتے، زندگی کے تمام امور میں سُنّت کی متابعت کرتے۔ جس امر میں سُنّتِ نبوی پر مطلع نہ ہوتے اس کے بارے میں استفسار فرماتے۔ سادگی پسند تھے، ساری زندگی کچے مکان میں رہے، پختہ عمارت میں رہنا پسند نہ تھا۔ قضائے حاجت کیلئے دور کھیتوں میں نکل جاتے، مسواک کو بے حد محبوب رکھتے تھے۔ ضعیف العمری میں دانتوں کے گرنے کے باوجود مسواک فرماتے اور خالی مسوڑھوں ہی پر پھیر لیتے۔

ایک دفعہ عرض کیا گیا اس حالت میں مسواک کا کیا فائدہ ہے تو فرمایا

"میاں سُنّت کے ثواب کے علاوہ نماز کا ثواب بھی تو بہتّر گنا ملتا ہے اور مسواک کرنے کا حکم دانتوں کے ساتھ کہاں مشروط ہے"

حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے بے پناہ عشق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر سنتے ہی گریہ طاری ہو جاتا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب محبت کا بھی خوب خیال فرماتے۔

مقام عشق

قبلۂ عالَم نے علماء سے یہ روایت سنی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی شریف کی چوکھٹ پر سر مبارک رکھتے ہوئے آرام فرمایا ہے۔ اس دن کے بعد مسجد کی چوکھٹ کو محترم جانتے اور مسجد کی چوکھٹ پر کبھی پاؤں نہ رکھتے، مبادا سُنّت کے خلاف ہو یا سوئے ادبی شمار ہو۔ جب کبھی عظمت و مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر سماعت فرماتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے قبلۂ عالَم کے جسم اور روح پر بہار کا سماں ہے۔

ساری زندگی خواجگان عظام کے اعراس میں شریک ہوتے رہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد یہ سلسلہ محض اس وجہ سے منقطع ہو گیا کہ پاسپورٹ کے لئے تصویر ضروری تھی اور شرعاً تصویر بنوانا جائز نہیں۔ آپ اس امر کو انتہائی قبیح خیال فرماتے تھے۔

سُنّتِ مطہرہ سے محبت اور اس کی پیروی کے سلسلے میں امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''ہر وہ چیز جس میں محبوب کے اخلاق و عادات پائے جاتے ہوں، محبوب کے ساتھ وابستگی اور اس کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب اور پیاری ہو جاتی ہے۔ اس بیان کی طرف اس آیہ کریمہ میں اشارہ ہے''

فَاتَّبِعُو نِي يُحبِبكُمُ اللّٰه

(آلِ عمران 31)

تم لوگ میری (رسول اللہ کی) پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔
لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے کو مقام محبوبیت تک لے جاتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر یوں فرماتے ہیں۔
''پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دوام توجہ ہے۔ یہ معنی سید الاولین والآخرین علیہ من الصلوٰۃ کی کامل اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا''

(مکتوب نمبر 41 جلد اول)

ایک اور جگہ رقمطراز ہیں
''سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کا ایک ذرہ تمام دنیوی لذتوں اور اخروی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ فضیلت روشن سُنّت کے اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔ بزرگی (بڑائی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی بجا آوری کے ساتھ مربوط ہے''

(مکتوب 114 جلد اول)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں
''فرائض کی ادائیگی میں بھی سُنّت کا اتباع لازم ہے۔ ایک شخص فرائض میں سے کسی فرض کو ادا کرتا ہے۔ اس کے ساتھ متابعت کی نیت بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس فرض کو ہمارے نبی علیہ السلام نے ادا کیا ہے ہم بھی ادا کرتے ہیں۔ اس تقدیر پر امید ہے کہ اس شخص کو ادائے فرض کے علاوہ متابعت کا ثواب علیحدہ ملے۔ چوں کہ اس نے نبی سے متابعت پیدا کی ہے لہٰذا اس کی برکات سے استفادہ بھی کرے گا''

(مکتوب 88 جلد دوم)

پابندی صوم

آخری عمر میں قبلۂ عالَم کی مخدوش صحت، استغراقی کیفیت، مسلسل علالت اور پیہم ضعف کے پیشِ نظر صاحبزادہ سید مقبول حسین شاہ نے شعبان المعظم کے آخری دنوں میں جملہ اہلِ خانہ اور خدام کو تاکید کی کہ قبلۂ عالَم کو رمضان المبارک کے چاند ہونے کی اطلاع نہ دی جائے۔ قبلۂ عالَم روزے رکھنا شروع کر دیں گے جو آپ کے لئے اس حال میں مناسب نہیں ہیں۔ شرعاً بھی شیخ فانی حکمِ صَوم سے مستثنیٰ ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بیمار بھی ہیں اور ضعیف العمر بھی۔ صاحبزادہ صاحب کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ جونہی قبلۂ عالَم کی صاحبزادی حسبِ معمول آپ کے لئے ناشتہ لے کر آئیں تو قبلۂ عالَم نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا

"ہمارا آج روزہ ہے"

یہ سن کر سب کو حیرانی ہوئی خدام نے عرض کیا۔

"جناب روزہ کیسا؟"

قبلۂ عالَم نے فرمایا رمضان المبارک کا۔

عرض کیا گیا کہ جناب ابھی رمضان المبارک کا مہینہ کب آیا ہے؟

آپ فرمانے لگے کہ رات سے رمضان کا چاند ہو چکا ہے۔

خدام نے پھر عرض کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

اس پر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

"یہ کوئی بتانے کی بات ہے۔ جب رمضان المبارک آتا ہے تو انوار وتجلیات کی برکت سے دل خود بخود بدل جاتا ہے"

خدام نے مزید عرض کیا کہ آپ کی حالت تو رخصت کی ہے۔

یہ سن کر مسکرائے، فرمایا

''میں عزیمت کیوں نہ دکھاؤں جبکہ میرے پروردگار کا مجھ سے ارشاد ہے کہ تم صحت مند رہو گے''

ایسا ہی ہوا اور قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے پورے روزے رکھے۔ نماز تراویح میں بھی باقاعدہ شریک ہوتے رہے۔

عبادت میں استغراق

عبادت میں خوب ذوق رکھتے تھے۔ نماز میں خشوع وخضوع کی کیفیت نرالی تھی۔ تلاوت قرآن پاک کے سماع میں محویت کا یہ عالم تھا کہ شبینہ میں سارا کلام پاک سماعت کر جاتے مگر پاؤں میں جنبش نہ ہوتی اور نہ تھکن ہی کا احساس ہوتا۔ شبینہ القرآن کا خصوصی شوق تھا۔ یہی حال مراقبے کا تھا کہ پہروں مراقب رہتے، جب فارغ ہوتے تو طبعیت ہشاش بشاش ہوتی۔ یوں محسوس ہوتا جیسے انہوں نے مراقبہ کیا ہی نہیں حالانکہ دوسرے اصحاب تھک کر ہمت ہار چکے ہوتے۔

ایک دفعہ قبلۂ عالم چک 97 فیصل آباد نہر کے کنارے نمازِ تہجد ادا کر کے مراقب ہو گئے۔ کسانوں نے کپاس کی گٹھڑیاں آپ کے قریب جمع کر دیں۔ رات کے اندھیرے میں کسی نے نہ دیکھا اور چند ایک گٹھڑیاں قبلۂ عالم پر بھی ڈال دیں۔ نمازِ فجر کے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کپاس کی گھڑیوں کے نیچے سے پوچھا

کیا اذان ہو گئی؟

وہ لوگ ڈر گئے۔ جب قبلۂ عالم کو دیکھا تو نیاز مندی بجالائے۔

عبادت میں محویت کا عالم یہ تھا کہ گھنٹوں ذکر میں مشغول رہتے۔ دنیا و مافیہا سے بے نیاز اور بے تعلق رہتے۔

باب 5

عملی زندگی

تبلیغ وارشاد

سرکارِلا ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے قبلہٴ عالَم کو خرقہٴ خلافت عطا فرما کر تبلیغ وارشاد کا حکم دیا۔ شیخ طریقت نے قبلہٴ عالَم کو خصوصی دعاؤں کے ساتھ مامور فرمایا۔ تعمیلِ ارشاد میں آپ مخلوقِ خدا کو روحانی فیض سے نوازنے لگے۔ کشمیر کے دور افتادہ علاقوں میں جہاں پیدل پہنچنا بھی خاصا مشکل اور تکلیف دہ تھا۔ وہاں کے لوگوں کی روحانی تسکین کا سامان بہم پہنچاتے۔ قبلہٴ عالَم رحمتہ اللہ علیہ تقسیمِ ہند سے پہلے متحدہ پنجاب کے مشرقی علاقوں میں بھی اکثر تشریف لے جاتے اور دعوتِ ارشاد دیتے۔

آپ کا اندازِ تبلیغ انتہائی دلنشین، سادہ اور موٴثّر تھا۔ جو کوئی آپ کی صحبت کے چند لمحے پاتا، گرویدہ ہو جاتا۔ وہ قبلہٴ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے دامنِ شفقت سے وابستہ ہو جاتا۔ اس کی زندگی میں تبدیلی واقع ہوتی، وہ نہ صرف فرائض وسنن کی پابندی کرتا بلکہ عملاً متقی وپرہیز گار بننے کی سعی کرتا۔ قبلہٴ عالَم تعمیرِ اخلاق، تہذیب نفوس اور تزکیہ قلوب میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں بندگانِ خدا قعرِ مذلت سے نکل کر راہ ہدایت پر گامزن ہو گئے۔

ابتدائی ایام میں آپ وعظ کے ذریعہ تبلیغ فرماتے۔ تقریر کے آغاز میں خطبہ مسنونہ کے بعد مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ سے یہ اشعار بطور خاص ترنم سے پڑھتے۔

سید و سرور محمد نورِ جاں
بہتر و مہتر شفیعِ مذنباں

بہترین و مہترینِ انبیاء
جز محمد نیست در ارض و سما

در لباس احمدی نور احد
واسطہ شد خلق راہبرِ رُشد

آواز میں بلا کا سوز تھا۔ سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی۔ وعظ کے دوران باطنی توجہ سے بھی کام لیتے۔ جب کبھی جوش میں آ کر ''اللہ'' فرماتے تو سامعین پر بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور قلوب جاری ہو جاتے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے باطل پرستوں، ملحدوں اور گمراہوں کو خلق محمدی سے اپنا گرویدہ بنایا۔ ان کے زنگ آلودہ قلوب کو دعوت ارشاد سے مائل بہ ہدایت بھی فرمایا۔ جہاں ضرورت پڑی وہاں علمی جہاد بھی فرمایا اور مناظرے بھی کیے، جس کے نتیجے میں احقاق حق ہوا اور گمراہوں کو صراطِ مستقیم مل گیا۔ وہ قعرِ مذلت سے قصرِ ہدایت میں منتقل ہو گئے۔

مکیریاں کے قریب قصبہ سنگھووال (ضلع ہوشیار پور ہندوستان) میں رافضیوں کی اکثریت تھی۔ انہوں نے جب قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت مؤثر دیکھی تو ازالہ کے طور پر آپ کو مناظرہ کے لیے چیلنج کیا۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے بخوشی قبول کیا۔ مناظرہ کا منصف مکیریاں (ضلع ہوشیار پور ہندوستان) کا برہمن مقرر ہوا۔ مناظرہ کا ذکر سن کر گردونواح کے ہزاروں مسلمان مکیریاں پہنچے۔ فریق مخالف نامی گرامی علماء مناظرہ کے لیے لائے۔ فریقین نے اپنے اپنے عقائد کی حقانیت پر دلائل پیش کیے اور اعتراضات کے جواب دیے۔ جب مناظرہ ختم ہوا تو منصف نے جو برہمن تھا فیصلہ سنایا کہ بلاشبہ حق شاہ صاحب (سید چراغ علی شاہ) کے ساتھ ہے۔ غیر مسلم منصف کا یہ کھرا فیصلہ سنتے ہی سنگھووال کا پورا گاؤں اپنے عقائدِ فاسدہ سے تائب ہوا اور قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے کٹھن اور نامساعد حالات میں بھی خندہ پیشانی اور صبر و تحمل سے اپنے مشن کو جاری رکھا۔ کوئی رکاوٹ آپ کی استقامت میں حائل نہ ہو سکی۔ سرد مہری کا جواب شفقت سے اور عدم توجہی کا جواب غایت درجہ مہربانی سے دیتے۔

جہاں ساتھیوں پر دشواری ہوتی اور وہ مایوسی کا اظہار کرتے قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ اسی قدر پرامید ہوتے۔ آنے والا وقت آپ کے موقف کی تصدیق کرتا۔

ایک رات موضع کیڑی شاہ محمد ضلع گورداسپور (ہندوستان) کی مسجد میں پہنچے، یہ مسجد غیر آباد تھی۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مسجد میں ٹھہرے اور لوگوں کو دعوت ارشاد دی۔ اہل دیہہ کا رَوِیّہ انتہائی نامناسب اور حوصلہ شکن تھا۔ احباب نے اگلے گاؤں چلنے کے لیے عرض کیا مگر آپ وہیں ٹھہرے۔ رات ذکر وفکر میں بسر ہوئی۔ نماز تہجد کے بعد قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے خود اذان کہی۔ اذان کہنے کی دیر تھی کہ وہی لوگ خود بخود مسجد کی طرف کھنچے چلے آئے، یہاں تک کہ مسجد بھر گئی۔ آپ نے نماز کی امامت فرمائی۔ نماز کے بعد مراقب ہو کر ایسی توجہ فرمائی کہ تمام نمازیوں پر رقت کا عالم طاری ہو گیا۔ ان کے دل نہ صرف نرم ہوئے بلکہ وہ اپنے رَوِیّہ پر خاصے شرمسار بھی ہوئے۔ کئی لوگ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ پورے گاؤں میں قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے فیض وتوجہ کا چرچا ہو گیا۔

ادھیڑ عمری کے زمانے میں قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے تقاریر کا سلسلہ ترک کر دیا۔ توجہ وتصرف عالی کو ذریعہ ارشاد بنایا۔ ایک دفعہ حافظ آباد میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں منعقدہ سالانہ جلسہ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس سے شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (وزیر آبادی) رحمتہ اللہ علیہ خطاب فرما رہے تھے۔ علامہ موصوف جادو بیان خطیب اور بلند پایہ علماء میں سے ایک عظیم فاضل تھے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں مجاز اور نامور صوفی تھے۔

علامہ عبدالغفور ہزاروی کا انداز تقریر منفرد تھا۔ دورانِ خطاب ایک شعر پڑھتے اور پھر وہ شعر ان کی تقریر کا موضوع بن جاتا۔ ساری تقریر اس شعر کی تکرار کے ساتھ اسی شعر کے مرکزی خیال کی طرف گھومتی۔ گویا وہ شعر تقریر کا خلاصہ ہوتا اور تقریر اس شعر کی بلند پایہ علمی تشریح وتوضیح ہوتی۔ جب وہ اس شعر کی تکرار کرتے اور بار بار وضاحت

کے بعد اسی کی گرہ لگاتے تو مجلس پر وجد و کیف طاری ہو جاتا۔ ہر کوئی بے خودی میں جھومنے لگتا۔ انہوں نے اس اجلاس میں حسبِ عادت شعر پڑھا

وڈے علماں تے عقلاں والے ایتھے پل نہ اڑدے نے
میں سنیا تینوں ویکھ کے پتھر وی کلماں پڑھدے نے

اپنی لے میں اس پر گرہ باندھتے رہے۔ دوران وعظ خود اُن پر ایسی بے خودی طاری ہوئی کہ جب بھی شعر پڑھتے تو ان کا ہاتھ قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرنے لگتا۔ جس سے تمام سامعین پر بے خودی کا عالم طاری ہو گیا۔ کافی دیر تک یہی حالت رہی۔ قبلہ عالم نے جب یہ حالت دیکھی تو علامہ موصوف کی طرف ایک نظر فرمائی۔ بس آپ رحمتہ اللہ علیہ کا دیکھنا تھا کہ وہ کیفیت جاتی رہی۔

ایک دفعہ پیر سید امانت علی شاہ مغل پورہ (لاہور) سالانہ جلسہ پر حافظ آباد تشریف لائے۔ وہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے نامور صوفی بزرگ تھے۔ قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کرسی صدارت پر تشریف فرما تھے۔ پیر صاحب مثنوی کے حقائق و معارف بیان کرنے میں یکتا تھے۔ ان کی تقریر مثنوی سے معمور ہوتی۔ جب انہوں نے مثنوی شریف پڑھنا شروع کی تو قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ بھی خوب محظوظ ہوئے۔ مثنوی سے قبلہ عالم کو بھی بڑی رغبت تھی۔ دورانِ تقریر ایسی توجہ فرمائی کہ پیر صاحب اور سارا مجمع کیف میں ڈوب گیا۔ ہر کوئی فیض توجہ کا اثر محسوس کرنے لگا۔ اس کے بعد پیر امانت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کئی بار تشریف لائے مگر ایسی تاثیر پیدا نہ ہوئی۔

اہل اللہ کی اسی کیفیت کے متعلق امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے اولیاء اللہ کا کلام دوا اور نظر شفاء ہے۔''

(مکتوب 109 جلد اول)

مقام ولایت

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مقام ولایت میں جبلت محمدی سے خاص حصہ پایا جس کا ذکر قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے خود فرمایا

''اللہ تعالیٰ نے مجھے ولایت محمدیہ سے خصوصی نعمت بخشی''

اسی مقام ولایت کے متعلق امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولایت فنا اور بقا کا نام ہے۔ یہ دو طرح کی ہوتی ہے۔

عامہ ولایت

مطلق ولایت ہے۔

خاصہ ولایت

اس سے ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ مراد ہے۔ ولایت محمدیہ میں فنا اتم اور بقا اکمل حاصل ہوتی ہے جو نیک بخت اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوا اس کا جسم اطاعت حق کے لیے نرم ہو گیا۔ اس کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ ہو گیا اور اس کا نفس مطمئن ہو گیا۔

(مکتوب 135 جلد اول)

ایک دفعہ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

''صاحب ولایت کے سر پر سینگ نہیں اگا کرتے بلکہ شریعت حقہ کی کمال متابعت اور صحابۂ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریق کی مکمل پیروی ہی دلیل ولایت ہے''

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرائض کی بجا آوری کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذِکر الٰہی جلّ شانہٗ میں مصروف رکھتے۔

مقام سلوک - قطب مدار

سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ سے قبلۂ عالم منازل سلوک بخوبی طے کرتے رہے۔ سرکارِ لا ثانی کے وصال سے قریباً ایک سال پہلے قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ سرکارِ لا ثانی کی زیارت کے لیے علی پور شریف حاضر ہوئے۔ ان دنوں سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ نمازِ ظہر کے بعد شرف باریابی ہوا۔ سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ چارپائی پر آرام فرما رہے تھے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ ان کے قریب زمین پر مراقب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بکمال محبت فرمایا

"شاہ صاحب پہلے کیوں نہ آگئے، چلو خیر ہے"

معاً سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے وجود سے نورانی شعاعوں کا ایک فوارہ پھوٹا۔ نور کے اس ہالہ نے قبلۂ عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یوں ماہتاب ولایت اس نورانی ہالہ میں اور بھی ممتاز ہو گیا۔ ماحول پر ایک خاص برکت نازل ہو رہی تھی۔ سرکارِ لا ثانی نے مرید باصفا کو اسرار و رموز خصوصی ودیعت کرتے ہوئے فرمایا

"امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے جو روحانی امانت سلسلہ در سلسلہ مجھ تک پہنچی تھی، میں نے تمہارے سپرد کر دی ہے۔ اب تم قطب مدار کے مقام پر فائز ہو"

اس عنایت خصوصی سے بہرہ مند ہونے کے بعد قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے واپس جانے کی اجازت چاہی تو سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ آپ کو رخصت کرنے کے لیے گاؤں کے باہر تک ساتھ ہو لیے۔ اپنا عصا زمین پر گاڑ کر دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند فرمائے۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے یہ دیکھا تو شیخِ کامل کی زیارت کرتے ہوئے الٹے

قدموں چلنے لگے۔ایک میل سے زیادہ پیدل چلے، یہاں تک کہ انسانی بصارت سے دیکھنا ممکن نہ رہا۔دوسری جانب سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ بدستور دست بدعا رہے۔

غازی عطا محمد صاحب کا بیان ہے کہ

اس روز نہ تو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ پر نگاہ ٹھہرتی اور نہ کسی کو دیکھنے کی تاب تھی۔قلبِ مبارک کے دھڑکنے اور سینے سے ذکر کی آواز بخوبی آرہی تھی۔آنکھوں سے آنسو مسلسل ٹپک رہے تھے اور انوار کی خصوصی جھلک نمایاں تھی۔اسی کیفیت میں قبلۂ عالَم نے فرض نمازیں ادا کیں اور گاہے گاہے فرماتے

''میں اتنی گراں قدر ذمہ داری سے کیونکر عہدہ برآ ہوسکوں گا۔''

نصف شب کے قریب قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ مراڑہ شریف پہنچے تو میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے آپ کے قریب بیٹھنا چاہیے۔جونہی یہ خیال آیا قبلۂ عالَم نے مجھے دیکھا اور اپنا عصا زمین پر گاڑتے ہوئے اپنے شیخ سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت اوران کے بے پایاں عنایات کا ذکر یوں فرمانے لگے

''کاش کوئی اللہ کا بندہ اس وقت سرکارِ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو۔اس وقت سرکارِ لا ثانی کی شان یہ ہے کہ ان کی نگاہ کرم انسان پر تو کیا کسی پتھر پر بھی پڑ جائے تو وہ بھی نشانِ قدرت بن جائے۔لوگ اسے چومنا سعادت سمجھیں مگر وائے افسوس ایسا کوئی شخص موجود نہیں ہے''

ساری رات اسی حال میں گزری۔جب صبح ہوئی تو قبلۂ عالَم بارِ امانت کے متحمل ہوکر پُرسکون ہوگئے۔یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

جونہی قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ قطب مدار کے مقام ومرتبہ پر فائز ہوئے،آپ کا فیض ہمہ گیر ہوگیا۔ہمعصر بزرگوں نے بھی قبلۂ عالَم سے حاضر و غائب دونوں صورتوں میں استفاضہ کیا اور راہ سلوک میں مہربانیاں پائیں۔شیخ المشائخ شیر آغا صاحب المعروف ملا شور بازار افغانی جو دربار عالیہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سرہند شریف

کے متولی تھے، جب بھی قبلۂ عالَم کے خدام سے ملتے تو کہتے

''بڑے حضرت صاحب'' کیسے ہیں؟

غازی عطا محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ''بڑے حضرت صاحب'' کہنے کی وجہ پوچھی تو آغا صاحب نے فرمایا

''آج کل وہ قطب مدار ہیں اور تمام اولیاء اللہ ان کی طرف متوجہ ہیں۔ لوگ تو ان کے نیاز مند ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں وہ فی الواقعی چراغ لاثانی ہیں''

سائیں مہر شاہ رحمتہ اللہ علیہ سرکارِ لاثانی کے مقرب اور خادم خاص تھے، انہوں نے بیان کیا۔

''میں دیکھتا ہوں کہ اب چشمۂ فیض علی پور سے مراڑہ منتقل ہو گیا ہے۔''

گویا قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سراج بن گئے اور ستاروں پر آپ کی روشنی غالب آ گئی ہے۔ سبحان اللہ کیا توصیف بیان کی ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں یہ کرم نوازیاں یونہی جاری ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔ خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

''شیخ احمد ایک ایسا آفتاب ہے کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس میں گم ہیں۔''

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و مرتبہ، تصرف و کمالات اور اختیارات کے بارے میں جب بھی کسی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ غیر معیاری و ناپسندیدہ گفتگو سنتے تو قبلۂ عالَم جوش میں آ کر فرماتے

''میاں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرف کمالات اور اختیارات احاطۂ بشری سے باہر ہیں، وہ تو باعث ایجاد عالم اور ذات و صفات الٰہیہ کے مظہر اتم ہیں۔ ان کی عظمت کا انکار کھلی گمراہی اور دارین کی محرومی و نامرادی ہے۔ ان کی پاک گلی کے ذرے بھی خورشیدِ درخشاں سے بڑھ کر ہیں۔

ان کا مقام کجا، میرے جیسا مسکین جو اُن کے کوچۂ کرم کا معمولی ذرّہ ہے، اس کو یہ

توفیق عطا ہوئی ہے کہ سارے جہاں کو ہتھیلی پر رائی کے دانے کے برابر دیکھتا ہوں۔ صرف دیکھتا ہی نہیں خداوند قدوس نے اپنے محبوب محتشم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے مجھے علم بھی عطا فرمایا اور تصرف بھی۔ مجھے یہ بھی خصوصی عنایت حاصل ہے کہ حقائق معرفت کی معرفت کا عرفان ملا ہے۔

گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینیم
گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینیم

مرشد کے صدقے میں اب یہی حال ہے''

سمندری ضلع فیصل آباد کے ڈاکٹر مہر دین صاحب بیان کرتے ہیں

ایک دفعہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سمندری تشریف لے گئے تو گردونواح کے ارادت مندوں نے بھی اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت دی۔ قبلۂ عالَم نے گوجرہ کی طرف ایک گاؤں کے احباب کی دعوت قبول کر لی۔ یہ گاؤں گوجرہ سے 20 میل کے فاصلے پر تھا۔ جس روز آپ کو وہاں جانا تھا میں نے عرض کیا کہ گاڑی آنے کا وقت قریب ہے لہٰذا آپ گوجرہ سٹیشن پر تشریف لے چلیں۔ احباب کی وجہ سے آپ کی روانگی میں تاخیر ہوتی گئی۔ پیہم یاد دلانے پر بھی قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ توقف ہی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ نہ صرف گاڑی چھوٹ گئی بلکہ آپ سٹیشن پر پہنچے تو مغرب کا وقت ہو گیا۔ میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا برادر طریقت بھی تھا اور قدرے بے تکلف بھی۔ میں نے عرض کیا کہ اب تو واپس جانا چاہیے کیونکہ اگلی گاڑی نصف شب کے قریب آئے گی۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا

''میاں وعدہ کر رکھا ہے اور پھر ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلنے لگے''

میں نے عرض کیا

اگر پیدل چلنے کا خیال ہے تو یہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ 20 میل کا سفر پیدل کرنا معمولی

بات نہیں۔ قبلہٴ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا

''میاں چلو تو سہی''

ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ قبلہٴ عالَم نے میری ٹوپی تین مرتبہ سر سے اٹھائی اور رکھ دی۔ جب تیسری مرتبہ آپ نے ایسا کیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سامنے وہی گاؤں ہے۔ گاؤں کے لوگ قبلہٴ عالَم کو دیکھ کر استقبال اور قدم بوسی کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ مجھے تو یوں معلوم ہوا جیسے وقت اور فاصلے پر قبلہٴ عالَم کو مکمل تصرف ہے۔ ہم نے مغرب کی نماز وہاں پہنچ کر ادا کی۔

قبلہٴ عالَم رحمتہ اللہ علیہ بعض اوقات بیک وقت کئی جگہوں پر تشریف فرما ہوتے۔ صوفی جلال دین صاحب جو آپ کے منظورِ نظر خلفاء میں سے تھے، والٹن کے ڈیرے پر اکیلے رہتے تھے۔ اس وقت یہ جگہ مکمل غیر آباد تھی، احباب نے ان سے پوچھا کہ آپ تنہائی سے گھبراتے نہیں؟ صوفی جلال دین فرمانے لگے

''میاں ہر روز میری خبر گیری کے لیے قبلہٴ عالَم تشریف لاتے ہیں۔ جس روز آپ تشریف نہیں لاتے میں اس روز پریشان ہو جاتا ہوں''

ان دنوں قبلہٴ عالَم رحمتہ اللہ علیہ مراڑہ شریف ہوتے تھے۔

سید شاہ سوار علی شاہ (گوجرہ ضلع فیصل آباد) بیان فرماتے ہیں کہ قبلہٴ عالَم ہر روز ہی ہمارے ساتھ ہوتے ہیں اور کئی مرتبہ معاملات میں پیشگی خبردار کر جاتے ہیں۔

صاحبزادہ حافظ سیّد ارشاد حسین شاہ، مولانا غلام نبی صاحب اور حکیم محمد دین صاحب کا مشترکہ بیان ہے کہ

ایک دفعہ ہم قبلہٴ عالَم کے ہمراہ دربار عالیہ داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ پر حاضر ہوئے۔ دربار عالیہ سے ملحقہ بازار میں ایک پراگندہ حال ژولیدہ بالوں والا نوجوان تیزی سے قبلہٴ عالَم کے پاس آیا اور کچھ سرگوشی کر کے ڈیوڑھی میں کھڑا ہو گیا۔ حاضری سے فارغ ہو کر جب آپ واپس ہوئے تو وہ قبلہٴ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا منتظر تھا۔ آپ

نے اسے دیکھتے ہوئے فرمایا

"میاں خوش ہو جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا"

وہ خوشی خوشی چل دیا۔ کچھ دیر بعد مولانا غلام نبی صاحب نے عرض کیا وہ نوجوان کون تھا اور اس کا کیا کام تھا؟

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا وہ شہر کے ابدالوں میں سے تھا۔ اس کا تبادلہ شہر سے باہر ہو گیا تھا اور وہ یہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔

ایک دفعہ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ موضع امرہ ضلع گجرات تشریف لے گئے وہاں نقشبندیہ سلسلہ کے ایک معروف بزرگ غلام نبی صاحب رہتے تھے۔ آپ ان سے ملنے کے لیے اس حال میں تشریف لے گئے کہ سر پر ٹوپی کی بجائے کھدر کا پٹکا باندھا ہوا تھا۔ آپ نے ان سے توجہ چاہی تو انہوں نے پوچھا۔

"آپ کس لیے تشریف لائے ہیں؟"

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں اپنے ایک دوست سے یہاں ملنے آیا ہوں۔ اس کے بعد اس بزرگ نے دوبارہ مراقبہ کیا اور کچھ دیر بعد کہا کہ

آپ خود کو کیوں چھپا رہے ہیں۔ حضرت لاثانی رحمتہ اللہ علیہ مجھے آپ کے بارے میں مطلع فرما گئے ہیں۔ وہ مودب کھڑے ہوئے اور قبلۂ عالم کو اپنی جگہ بٹھایا۔ خود آپ کے سامنے مودب مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ قبلۂ عالم جب واپسی کے لیے اٹھے تو انہوں نے متابعت کی اور پیچھے پیچھے چلتے رہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے معروف بزرگ مولانا سراج الحق صاحب پانی پتی قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ قبلۂ عالم کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے۔ جب بھی آپ کا ذکر کرتے تو فرماتے

"آپ تو واقعی چراغ لاثانی اور چراغ ہدایت ہیں"

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک نامور بزرگ خواجہ عبدالرزاق صاحب دیپال پوری ایک

دفعہ شکر گڑھ کے تحصیلدار کنور شجاعت علی کے پاس تشریف فرما تھے۔ تحصیلدار صاحب ان کے مرید تھے، انہوں نے خواجہ صاحب کی آمد کا ڈیرہ پر پیغام بھیجا۔ اس وقت قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ تو تشریف نہ رکھتے تھے۔ صاحبزادہ سید امداد حسین شاہ اور صاحبزادہ سید ارشاد حسین شاہ تشریف لے گئے۔ انہیں مراڑہ شریف آنے کی دعوت دی۔ خواجہ صاحب نے دعوت قبول کی اور مراڑہ شریف ڈیرہ پر تشریف لے آئے۔

کچھ دیر بعد قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور سیدھے گھر چلے گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ڈیرہ پر تشریف لے آنے کے بعد خواجہ صاحب کی کیفیت بدل گئی۔ خدام کو بہت تشویش ہوئی۔ اسی اثناء میں قبلۂ عالَم باہر تشریف لے آئے اور فرمایا

"میاں گھبرانے کی ضرورت نہیں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا"

آپ نے ان پر ایسی توجہ فرمائی کہ چار روز تک بیخودی کا عالم طاری رہا اور قلب سے اسم ذات کا ورد جاری رہا۔ جب افاقہ ہوا تو اجازت لے کر واپس ہوئے مگر اب ان کی یہ کیفیت تھی کہ جب تک آستانہ نظر آتا رہا، پشت نہ پھیری۔ دورانِ سفر بھی گریہ کناں رہے۔ فرماتے تھے کہ مردِ کامل ایسے ہی ہوتے ہیں۔

جناب کنور شجاعت علی صاحب (تحصیلدار) روایت کرتے ہیں کہ واپسی کے اس سفر میں خواجہ صاحب نے وضو کیا اور قطب مدار کے خصائص اور اوصاف بیان کرنے لگے میں نے خواجہ صاحب سے دریافت کیا

"جناب! قطب مدار کون ہیں"

آپ نے فرمایا

"یہی تو ہیں جن کے پاس سے ہم آ رہے ہیں"

اس کے بعد خواجہ صاحب قبلۂ عالَم کی تعریف میں رطب اللسان ہو گئے۔

توکّل

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ تمام امور میں متوکل علی اللہ اور راضی برضا رہتے۔ کسی کام میں بھی اپنے ارادہ کا دخل نہ ہوتا۔ اکثر فرماتے

''فقیر کی اپنی کوئی مرضی نہیں، فقیر اپنے سب امور میں رضائے الٰہی چاہتا ہے''

کتنی ہی بڑی پریشانی کیوں نہ ہوتی آپ رحمتہ اللہ علیہ رضا و توکل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ فرمایا کرتے

''میاں جو مرضی مولا کی ہے ویسا ہی ہوگا۔ ہم اسی پر راضی ہیں''

قرآن مجید میں ہے

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ

''اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی ہے''

(سورۃ توبہ آیت 72)

راہ سلوک کی اس منزل کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیاء کو راستے میں پیش آتے ہیں، وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ اوہام و خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے۔ ان تمام مقامات سے گزر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیے جو جذبہ سلوک کی انتہا ہے۔''

(مکتوب 36 جلد اول)

ایک دفعہ 9 ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کے موقع پر لاہور سے مراڑہ شریف جانے کے لیے سامان باندھ لیا گیا۔ تمام افراد خانہ روانگی کے لیے تیار ہو گئے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے بار بار عرض کیا گیا کہ آپ کا ارادہ کیا ہے، عید کہاں پڑھی جائے۔ آپ رحمتہ اللہ

علیہ ہر بار یہی فرماتے

جہاں اللہ کو منظور ہے اور جیسا حکم ہوگا ویسے ہی کریں گے

سارا دن گزر گیا شام کے وقت فرمایا کہ ہم عید یہاں ہی (لاہور میں) پڑھیں گے۔

فقر خود اختیاری

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ آسودہ حال زمیندار تھے۔ زراعت سے خاصی معقول آمدنی تھی مگر آپ نے آسائش کی زندگی گزارنے کی بجائے سادگی اور درویشی کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ سادہ، سستا، پروقار لباس زیب تن فرماتے اور معمولی غذا کھاتے۔ پرتکلف کھانوں سے پرہیز کرتے، آمدنی کا بیشتر حصہ غرباء اور مساکین پر پیہم خرچ کرتے۔ جو پیسہ اس سے بچ رہتا وہ مہمان نوازی میں صَرف ہو جاتا۔ خود فقر کی زندگی بسر فرماتے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ امیرانہ ٹھاٹھ سے بھی رہ سکتے تھے۔ مگر آپ کے پیش نظر سُنّتِ نبوی کا اتباع تھا۔ اسی لیے فقر کو اختیار کیا۔ عاشق صادق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تتبع ہمیشہ قبلۂ عالَم کے لیے مشعلِ راہ ہوا کرتا تھا۔ خلیفہ الرسول کے لبوں پر ہمیشہ دعا ہوتی

اللھم البسط لی الدنیا و زھدنی فیھا

"اے اللہ میرے لیے دنیا کشادہ کر دے مگر وسعت کے ساتھ مجھے اس سے بے رغبتی عطا فرما۔"

سچا فقر بھی وہی ہے جو غنا میں اختیار کیا جائے۔ قبلۂ عالَم غنی ہوتے ہوئے فقر اختیار کیے ہوئے تھے۔ ساری زندگی آپ کا حال اس فقر خود اختیاری کا شاہد رہا۔ **انفاق فی سبیل اللہ** اس قدر کرتے کہ کبھی مال جمع نہیں ہوا اور نہ ہی زکوٰۃ کی نوبت پہنچی۔ ان کا طریقہ **انفاق قل العفو** کے زمرے میں تھا۔

ایک دفعہ گرمیوں میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید نے بجلی کا پنکھا(Padestal Fan) آپ کی نذر کیا۔ اس وقت آپ کھجور کا دستی پنکھا ہاتھ میں لیے ہوا لے رہے تھے۔ قبلۂ عالَم نے پنکھا دیکھ کر فرمایا

''میاں اس کی کیا ضرورت تھی، یہ کھجور کا پنکھا ہی کافی ہے اور سُنّت بھی یہی ہے۔ سایہ ڈھل رہا ہے تھوڑی دیر بعد سایہ میں بیٹھ جائیں گے۔ گرمی بھی کم ہو جائے گی''

آپ نے اپنے لیے بجلی کا پنکھا قبول نہ کیا اور فرمایا مناسب سمجھو تو مسجد میں بھیج دو۔

جود وسخا

قبلۂ عالَم نہایت سخی اور فیاض تھے۔ ارادت مندوں سے نذر قبول ہی نہیں فرماتے تھے اور اگر قبول فرماتے تو اسے بہتر انداز میں لوٹا دیتے۔ غرباء اور حاجت مندوں کی دل کھول کر امداد کرتے۔ علماء کی بہت قدر کرتے، انہیں کسی صورت خالی نہ جانے دیتے۔ فتوحات ذریعۂ آمدن نہ تھیں بلکہ کشائش امور صفائے باطنی اور اصلاحِ احوال مقصود تھا۔ ہر کسی کی دعوت بلا تخصیص قبول کر لیتے۔ اس شرط کے ساتھ کہ نہ تو اسراف کیا جائے گا اور نہ تکلف، بلکہ دعوت شیراز ہو گی۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے اور کبھی سرد آہ بھی کھینچتے۔ اس کے لیے نہ صرف دعا فرماتے بلکہ پریشانی سے رہائی تک اس کا خیال فرماتے۔ بعض صورتوں میں مبالغہ کے ساتھ توبہ و ذکر کی تلقین فرماتے۔ کثرت سے تسلی دیتے یہاں تک کہ بے چین کو چین آ جاتا۔

ایک دفعہ موسم سرما میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ صوبہ سرحد کے جمال خان صاحب جو آپ کے بڑے ارادت مند تھے، ایک قیمتی دھسہ (اوڑھنے والی گرم چادر) بطور نذر لے کر حاضر ہوئے۔ اسے قبلۂ عالَم کی خدمت میں پیش کیا۔ از راہِ محبت خود ہی پرانی چادر اتار کر آپ کو وہ دھسہ اوڑھا دیا اور

گزارش کی۔

"آپ یہی زیبِ تن رکھیں، بہت ہی اچھا لگتا ہے۔"

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے بخوشی قبول فرمایا اور ان کے لیے دعا کی۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ موضع کوڑے سے قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا حجام حاجی احمد دین اس حال میں حاضر ہوا کہ اس کی قمیص کندھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ آپ نے یہ دیکھ کر اسی وقت دھسہ اسے اوڑھا دیا۔ جب حاجی احمد دین نے اسے اوڑھا تو قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا

سبحان اللہ بہت ہی خوب صورت لگتا ہے

دعا مانگی اور کہا حاجی صاحب اب یہ آپ ہی کو مبارک ہو۔

اِسراف سے اجتناب

اگر کوئی ارادت مند قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مبالغے کے ساتھ قیمتی کپڑا یا پرتکلف کھانا پیش کرتا تو آپ اسے استعمال کرنے سے انکار کر دیتے۔ اسے تلقین فرماتے کہ وہ آئندہ اس قسم کے اِسراف سے بچے اور سادگی اختیار کرے۔ اپنی توفیق سے تجاوز نہ کرے کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ

(سورۃ بنی اسرائیل آیت 27)

"بیشک اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔"

پھر ارشاد ہے۔

ولا تبذر تبذیراً

(سورہ بنی اسرائیل آیت 26)

''اورتم فضول خرچی سے باز رہو''

سورۃ فرقان کی آیت نمبر 67 میں میانہ روی اختیار کرنے والوں کے متعلق ارشاد ربانی ہے

وَالَّذِيْنَ اِذَآاَنْفَقُوْالَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا

''اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اس کی درمیانی راہ (اعتدال) پر قائم رہتے ہیں۔''

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ

میانہ روی سے معاشی مسئلہ آدھارہ جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات قبلہ عالم کی آنکھوں کا نور تھے۔آپ نے کبھی ان راہوں سے جدائی اختیار نہ کی جنہیں ہم عام اصطلاح میں سُنّتِ نبوی کہتے ہیں۔قبلہ عالم کی نظر عنایت کی بدولت بہت سے لوگوں کے معاشی مسائل اسی ارشاد نبوی کی تلقین کے باعث دور ہوئے۔

واقعات حج بیت اللہ

1944ء میں آپ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔اس سفر میں قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ حاجی فضل کریم صاحب، حاجی فضل کریم صاحب کی والدہ، حاجی مہر علی اور حاجی محمد ابراہیم (مکیریاں والے) کے علاوہ چار اور اصحاب تھے۔دوسری عالمگیر جنگ کی وجہ سے تین چار سال تک لوگ حج بیت اللہ کی سعادت سے محروم تھے۔اس سال حکومت برطانیہ نے برصغیر کے لوگوں کو محدود اجازت دی۔حاجی فضل کریم صاحب درخواستوں کے سلسلہ میں دِلّی پہنچے اور بالآخر منظوری مل گئی۔قبلہ عالم ان تمام اصحاب کے ساتھ لاہور سے کراچی پہنچے اور شعبان المعظم کے آخری عشرے میں بحری سفر کا آغاز ہوا۔ان دنوں سمندری سفر خاصا دشوار اور غیر محفوظ

تھا۔

سفر کے چند روز ہی گزرے تھے کہ جہاز شدید سمندری طوفان میں گھر گیا۔ جہاز کی غرقابی یقینی ہوگئی۔ جہاز کے کپتان نے شدید خطرہ دیکھ کر مسافروں کو اپنی حفاظت کے لیے پیشگی خبردار کردیا۔ اس اعلان سے عازمینِ حج میں سراسیمگی پھیل گئی۔ ہر شخص کو اپنی جان کی فکر لاحق ہوگئی۔ کھلا سمندر، ساحل سے دوری، اسباب کی کمی اور امداد سے محرومی، ان تمام خیالات نے مسافروں کو شدید اعصابی کشمکش میں مبتلا کردیا۔ اس پر مزید یہ کہ تمام مسافروں کو زندگی کے بچاؤ کے لیے حفاظتی جیکٹ (Life Saving Jackets) پہن لینے کا حکم دے دیا گیا۔ ہدایت دی گئی کہ تیسرے سائرن کے بجتے ہی پناہ گاہوں کو چلے جائیں۔ وہاں سے کھلے سمندر میں کود جائیں کیونکہ جہاز کی حالت دگرگوں ہوچکی ہے۔ جب دوسرا سائرن ہوچکا تو جہاز کا انگریز کپتان بعجلت جہاز میں سوار تمام مسافروں کا جائزہ لینے کے لیے نکلا اور انہیں فی الفور پناہ گاہوں میں جانے کی ہدایت کرنے لگا۔ وہ دیکھ کر سخت متعجب ہوا کہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ تمام خطرات سے بے نیاز ذکر و عبادت میں مصروف ہیں۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو جہاز کی غرقابی کا کوئی فکر ہے نہ خطرہ۔ کپتان کچھ دیر تک قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ آپ پر اس کا کوئی اثر ہی نہیں تو اس نے کہا

"جناب! جہاز ڈوب رہا ہے آخری سائرن بجنے والا ہے، آپ کے سوا تمام مسافر حفاظتی تدابیر اختیار کر چکے ہیں۔ آپ اس قدر بے نیاز کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

کپتان کی باتیں سن کر قبلۂ عالَم نے بڑے اطمینان سے فرمایا

"فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، انشااللہ میرے کریم رب کے فضل سے جہاز بالکل محفوظ رہے گا"

جہاز کا انگریز کپتان بڑا ہی متاثر ہوا۔ ابھی چند لمحے گزرے تھے کہ جہاز کے ناخدا نے اعلان کیا کہ

جہاز گرداب سے نکل رہا ہے۔ حفاظتی پیٹیاں کھول کر اطمینان سے اپنی اپنی جگہوں پر چلے جائیں۔

اس واقعہ کے بعد جہاز کا کپتان آپ کا گرویدہ ہو گیا اور دوران سفر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔

جدہ پہنچنے پر قبلۂ عالَم سیدھے مدینہ منورہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لیے چلے گئے۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قیام کے دوران میں تمام ساتھیوں نے صدقات کی تقسیم کے لیے آپ کو مختار بنا دیا۔ قبلۂ عالَم ہر روز ایک تھیلی بھر کر مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے جاتے اور فقرا میں تقسیم کرتے۔ ایک روز مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک لڑکا آیا۔ عربی لب ولہجہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی لے کر صدقہ کے لیے یوں طلب گار ہوا۔

يا شيخ لوجه حبيب الله بخشيش

یا شیخ محبت حبیب اللہ کے صدقہ سے بخشیش عطا فرمائیں

يا شيخ حب رسول الله بخشيش

یا شیخ حب رسول اللہ کا صدقہ بخشیش دیں

يا شيخ حب مدينة النبى صلى الله عليه و آله وسلم بخشيش

اے شیخ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے صدقہ میں بخشیش عطا فرمائیں

یہ سن کر آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور اسے ایک ریال دیا۔ اس لڑکے نے پھر اسی انداز سے سوال کیا۔ آپ نے دوبارہ ایک ریال دیا۔ وہ بار بار اسی انداز میں تکرار کرتا رہا۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ مسلسل دیتے رہے۔ اس کے اندازِ طلب سے آپ کی طبیعت نہ صرف بے خود ہو گئی بلکہ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ تھیلی خالی ہو گئی، قبلۂ عالَم

نے اس سے معذرت کی اور کہا کہ کل پھر آنا۔ بعد میں حاجی مہر علی صاحب نے عرض کی
''ہم نے تو یہی خیال کیا تھا کہ آپ اب سب کچھ لٹا دیں گے اور ہمارا معاملہ تنگ ہو جائے گا''

جواباً آپ نے فرمایا

''نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔ اس بارگاہ عالیہ میں تو ''لا'' ہے ہی نہیں، ہم کیوں پریشان ہوں۔ میاں یہ سب رب کریم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے ہے۔''

قیامِ مدینہ کے دوران میں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک اجنبی شخص قبلہٴ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے لیے مصلیٰ بچھائے رکھتا تھا۔ بالاصرار پوچھنے پر قبلہٴ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

یہ مامور من اللہ ہے۔

دس روز قیام کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ المکرمہ روانہ ہوئے۔ میقات سے آپ نے حج قِران کی نیت سے احرام باندھا۔ دوسرے ساتھیوں نے صرف عمرہ کی نیت سے احرام باندھا۔ حاجی فضل کریم رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا

سفر حج کے دوران عبادت وغیرہ میں قبلہٴ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا انہماک شدید ہو گیا تھا۔ ہمہ وقت ذکر وفکر میں ایسے مشغول رہتے کہ کھانے پینے تک کی پروا نہ تھی۔ آپ خاصے کمزور ہو گئے مگر جس قدر کمزوری بڑھی اسی قدر مجاہدہ قوی ہو گیا۔ افعال ومناسک حج بخوبی ادا کیے۔ واپسی پر یہ حالت ہو گئی کہ بندرگاہ پر دو آدمیوں کے سہارے جہاز سے اترے۔ یہ منظر دیکھ کر خدام کو تشویش ہوئی تو فرمایا

''میاں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ راہ سلوک اسی مجاہدہ کا نام ہے۔ صفائے باطنی اور سرور مشاہدہ اس کے بغیر کیسے ممکن ہے۔ فنائے ظاہری کے بعد بقائے روحانی تبھی ممکن ہے جب مجاہدہ سے بخوبی تمام گزرے۔ مشاہدہ اسی کو نصیب ہوتا ہے جو

مجاہدہ میں ثابت قدم ہے۔"

ارشادِ ربانی ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(سورۃ العنکبوت آیت 69)

اور وہ لوگ جو ہمارے لیے مجاہدہ کرتے ہیں تو بالضرور ہم انہیں اپنی راہوں پر لگا دیتے ہیں۔

حرمین شریفین میں قیام کے دوران ہمہ وقت باوضو رہے۔ اس خیال سے کہ بول و براز کی حاجت ہی نہ ہو پانی کے ایک گھونٹ اور کھجور کے ایک آدھ دانے پر کفایت کرتے رہے۔۔ اہل حرم کا خصوصی ادب فرماتے اور سرد آہ کھینچ کر فرماتے

"میاں یہ بڑے خوش نصیب لوگ ہیں اس پاک سرزمین کے باسی ہیں۔ ہماری سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم وطن ہیں۔ یہاں کا ذرہ ذرہ محترم ہے۔اس پاک زمین سے محبت ایمان کی حقیقی حلاوت ہے۔"

دوسری مرتبہ حج بیت اللہ شریف کے لیے 1952ء میں تشریف لے گئے۔ یہ اتفاق تھا یا قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ پر خداوند ذوالجلال کا خصوصی فضل کہ دونوں مرتبہ حج اکبر کی سعادت میسر آئی۔ اس دفعہ مدینتہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کے دوران آپ کے مرشد گرامی کے پوتے پیر طریقت سید علی حسین شاہ مدظلہ، سجادہ نشین دربار عالیہ لاثانیہ علی پور شریف بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ صاحبزادہ صاحب ایک روز فرمانے لگے

"کیا ہی اچھا ہو کہ متعلقہ حکام سے چند روز مزید قیام کی درخواست کی جائے"

یہ سن کر قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا

"جناب! ہم تو ان سے عرض کریں گے جن کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ حکام کون ہوتے ہیں کہ ان کے پاس جائیں"

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے مراقب ہو کر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی۔ پھر صاحبزادہ صاحب سے کہا

''نبی پاک نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 27 دن مزید ٹھہرنے کی اجازت دے دی ہے''

ایسا ہی ہوا۔ اس مدت کے دوران میں کسی نے مطلق نہ پوچھا۔ جب ستائیسواں روز ہوا تو قبلۂ عالَم از خود تیاری فرمانے لگے۔ اس پر سب متعجب ہوئے۔ جونہی اشراق کا وقت ہوا، روانگی کا حکم نامہ موصول ہو گیا۔

تعمیرِ مساجد

اسلام میں مسجد کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تبلیغِ دین، اشاعتِ اسلام، اوامر و نواہی، اصلاحِ معاشرہ، تزکیۂ نفس اور تعمیرِ اخلاق کی جملہ تعلیمات کا مرکز مسجدِ نبوی ہی تھی۔ علاوہ ازیں امورِ سلطنت بھی مسجد ہی میں طے پاتے تھے۔ خلافتِ راشدہ میں مسجد ایوانِ خاص اور ایوانِ عام تھی۔ اللہ نے مساجد کی تعمیر اور ان کی آبادی کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ

(سورۃ التوبہ آیت 18)

اللہ کے گھروں کو تو بس وہی لوگ تعمیر و آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں

مسجد کی تعمیر و آبادی علامت ایمان ہے۔ مساجد ذکرِ الٰہی کے لیے ہیں اور ان کا

قیام گویا اقامت دین ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے

من بنی للّٰہ مسجداً بنی اللہ له بیتاً فی الجنه

''جس کسی نے اللہ کے لیے مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے''

ایک اور جگہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

مساجد جنت کے باغات ہیں لہٰذا جنت کے باغات کی تعمیر کا بدلہ بھی جنت ہے۔

مسجد ہی مسلمانوں کی اجتماعیت اور اتحاد کا مرکز ہے۔ بزرگانِ دین اسی نقطۂ نظر سے مسجدوں کی تعمیر کرتے رہے تاکہ مسجد کے ذریعے وہ اپنی تبلیغی و دینی مساعی کو کامیاب بنا سکیں۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس مقصد کو کبھی فراموش نہ کیا۔ آپ جس جگہ بھی تشریف لے جاتے، مساجد کی تعمیر و تزئین، آبادی اور نگہداشت کا خصوصی حکم فرماتے۔ کسی مسجد کو خستہ حال یا مرمت طلب دیکھتے ،اس کی تعمیر و درستگی کا فوری بندوبست فرماتے۔ بے آباد مساجد کی آبادی کے لیے یہاں تک عملی کوشش کی کہ وہ آباد ہوگئیں۔ ان امور میں کوئی رکاوٹ بھی آپ کے سامنے سدِ راہ نہ بنتی۔

مسمات دروپدی ہندو گھرانے کی امیر عورت تھی، موضع سوہلو تیلی (سیالکوٹ) کی واحد مالکہ تھی۔ اس گاؤں میں چند غریب مسلمان آباد تھے جو نماز باجماعت کے لیے ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرنا چاہتے تھے مگر دروپدی اجازت نہ دیتی بلکہ شدت سے مخالفت کرتی۔ جب قبلۂ عالَم کو معلوم ہوا تو آپ نے چند متمول زمینداروں سے تعمیرِ مسجد کے لیے اپیل کی مگر انہوں نے کوئی دلچسپی نہ لی۔ آپ نے ان کی سرد مہری دیکھ کر خود ہی تعمیراتی سامان وغیرہ کا انتظام کر کے دو کاریگروں کو اس گاؤں میں بھجوا دیا۔ اثنائے راہ وہ کاریگر محترمہ آمنہ بی بی سے ملے جو طریقت میں قبلۂ عالَم کی بہن تھیں۔

بی بی صاحبہ نے پوچھا تو انہوں نے تفصیل بتائی اور کہا کہ قبلۂ عالَم نے ہمیں سوہلو تیلی میں تعمیرِ مسجد کے لیے بھیجا ہے۔ بی بی صاحبہ نے یہ سن کر کہا کہ شاہ صاحب سے کہیں تعمیراتی سامان بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں خود ہی اس کا سارا انتظام کردوں گی۔ اس بی بی صاحبہ نے مسجد کی تعمیر کا سارا خرچ برداشت کیا اور مسجد تعمیر ہوگئی۔ قبلۂ عالَم بہت مسرور ہوئے اور اپنی بہن کے اس تعاون کا تذکرہ سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ سے کیا۔ سرکارِ لاثانی نے اس بی بی صاحبہ کے لیے خصوصی دعا فرمائی جس کی برکت سے درو پدی نے اپنی ساری ملکیت اس بی بی کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ یہ نیک بی بی گاؤں کی واحد مالکہ بن گئی۔ قبلۂ عالَم نے اس گاؤں کا نام سوہلو تیلی سے تبدیل کر کے اس نیک بی بی کے نام سے آمنہ آباد رکھ دیا۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے موضع سارووال (سیالکوٹ) میں ڈیرہ کے لیے چند ایکڑ اراضی خریدی۔ اس ملکیت کی وجہ سے آپ موضع سارووال کے کاغذات مال میں پتی دار بن گئے۔ اس گاؤں کی آبادی منہاس ہندو تھی۔ مسلمانوں کے صرف چند گھر تھے جو غریب ہونے کی وجہ سے بااثر نہ تھے۔ گاؤں میں کوئی مسجد نہ تھی۔ مسلمانوں نے اس گاؤں کے مالک ہندو برہمن بھگت سنگھ سے کئی مرتبہ مسجد بنانے کی اجازت مانگی مگر وہ شدت سے مخالفت کرتا رہا۔

بھگت سنگھ بہت بڑا زمیندار تھا۔ 22 گاؤں اسکی ملکیت تھے۔ اس کی بہن کشمیر کے ہندو راجہ ہری سنگھ کی بیوی تھی۔ اس کے بااثر ہونے کی وجہ سے مسلمان بے بس تھے۔ جب قبلۂ عالَم کو معلوم ہوا تو آپ نے بھگت سنگھ سے کہا

مسلمانوں کو مسجد بنانے دو، خدا کا گھر بنے گا تمہیں کیا اعتراض ہے

بھگت سنگھ بڑا مغرور تھا نہ مانا۔ آپ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر بے سود۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں پر خاموشی سے راتوں رات مسجد تعمیر کروادی۔ نماز فجر کی اذان کہی گئی اور پہلی مرتبہ نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اذان کی آواز سنتے ہی

بھگت سنگھ اور دوسرے ہندو آگ بگولا ہو گئے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں سمجھایا مگر وہ بے ہودگی پر اتر آئے۔ بھگت سنگھ نے دھمکیاں دیتے ہوئے کہا کہ

''مجھے میری ماں نے نہیں کسی کتیا نے جنا ہے اگر میں مسجد رہنے دوں''

آپ نے مسکرا کر قدرے جوش سے فرمایا

''بھگت سنگھ مسجد رہے گی۔ میرے رب نے چاہا تو تم نہ صرف برباد ہو گے بلکہ در بدر کی بھیک مانگتے پھرو گے''

بھگت سنگھ نے بدقماش ہندوؤں کو جمع کیا اور مسجد کو شہید کرنے کے لیے نکلا۔ اس کے تمام ساتھی پوری طرح مسلح تھے۔ اس وقت قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ اپنے مخلص مریدین، سائیں صادق علی اور بابا مہر دین کے ہمراہ مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ انہیں مسجد کی طرف آتے دیکھ کر آپ اُٹھے تو سائیں صادق علی اور بابا مہر دین نے کہا

''ہماری موجودگی میں آپ کو مقابلے کی ضرورت نہیں۔ آپ مسجد ہی میں تشریف رکھیں ہم ان سے نمٹ لیں گے''

یہ دونوں مسجد کی دیوار پر چڑھ گئے۔ جونہی ہندو غنڈے مسجد کے قریب آئے تو سائیں صادق علی نے پرزور نعرہ تکبیر بلند کیا۔ دیوار سے چھلانگ لگائی اور حملہ آوروں کی طرف دوڑے۔ سائیں صاحب کا نعرہ سنتے ہی ان غنڈوں کا پتا پانی ہو گیا۔ ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ الٹے پاؤں بھاگ نکلے اور گھروں کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے۔

دوسری جانب مسجد میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ دست بدعا تھے۔ آپ کی برکت سے غنڈوں کا یہ ٹڈی دل آپ کے ایک غلام کے مقابلہ میں بھی نہ ٹھہر سکا۔ اس کے فوراً بعد ایک گائے ذبح کی گئی۔ مسلمانوں نے گائے کے گوشت کے ٹکڑے گاؤں کے تمام ہندوؤں کے گھروں کے دروازوں پر لٹکا دیے جس کا اثر یہ ہوا کہ ہندو بالکل دب گئے۔ انہوں نے مجبور ہو کر صلح ہی میں خیریت جانی۔ مسجد بالکل محفوظ و آباد رہی۔ دنیا

کوقبلۂ عالَم کے غضب کا بھی پتہ چل گیا۔ بھگت سنگھ پاگل ہو گیا اور اس نے بھیک مانگنا شروع کر دی۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات پوری ہو کر رہی۔

ایک دفعہ قبلۂ عالَم موضع بھیٹاں ہوشیار پور (ہندوستان) جا رہے تھے۔ راستے میں ایک بزرگ کے مزار پر نظر پڑی تو آپ نے سلام کہا۔ جواب نہ ملا تو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے صاحب مزار کو مکرر سلام کہا۔ صاحبِ مزار نے جواباً سلام کہا اور فرمایا

"پہلی مرتبہ جواب اس لیے نہیں دیا کہ میرے قریب ایک مسجد ہے جو خستہ حالت ہے۔ اس کی تعمیر نو کی کسی کو فکر نہیں۔ اس لیے میں جواب میں توقف کرتا ہوں اب چونکہ آپ نے دوبارہ سلام کہا تو مجھے امید ہوئی کہ شاید آپ اس کام کی طرف توجہ دیں۔ میں نے سلام کا جواب دے دیا"

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ وہاں ٹھہر گئے، مسجد کی مناسب مرمت کا انتظام کیا۔ جب تک کام مکمل نہ ہوا، آپ وہیں ٹھہرے رہے۔

حافظ آباد میں شاہ سرمست رحمتہ اللہ علیہ کے مزار سے ملحقہ مسجد جس کی حالت انتہائی خستہ ہو چکی تھی، قبلۂ عالَم نے مرمت وتعمیرِ نو کا خصوصی بندوبست فرمایا۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی برکت وتوجہ سے یہ مسجد اچھی تعمیر ہو گئی اور بحمد اللہ آج تک آباد ہے۔

موضع کلساں ہوشیار پور (ہندوستان) اور کیڑی شاہ محمد ہوشیار پور (ہندوستان) کے مزارات سے ملحقہ مساجد کی بھی تعمیر اور مرمت کروائی۔ ان کو آباد رکھنے کی ہدایت فرمائی۔

لاہور میں والٹن ٹریننگ سکول کے قیام کے بعد یہاں مسلمان طلبہ کے لیے نماز پڑھنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہیں بنائی جا چکی تھیں، سائیں صادق علی صاحب جو آپ کے خلیفہ مجاز تھے، انہوں نے آپ کے حکم پر مسجد کی تعمیر کی۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے 1930ء میں اس مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ اُس وقت سائیں

صادق علی صاحب نے آپ سے وعدہ لیا کہ مسجد تو آپ نے بنوادی ہے، اب اسے آپ ہی نے آباد کرنا ہے۔ حسب وعدہ قبلہ عالم نے اسے آباد فرمایا۔ 1954ء میں آپ مراڑہ شریف سے یہاں منتقل ہو گئے۔ اب آستانہ عالیہ اس کے ساتھ ملحق ہے۔

دارالعلوم جامعہ چراغیہ کا قیام

تعمیر مساجد کے علاوہ قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کو دینی مدارس کے قیام کا بھی بہت شوق تھا۔ آپ نے 1953ء میں موضع رائے چک (فیصل آباد) میں جامعہ چراغیہ کی داغ بیل ڈالی۔ اس مدرسہ میں سید محمد شاہسوار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بطور مدرس اور مولانا عبدالغفور صاحب بطور ناظم متعین فرمائے۔ یہ دونوں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے معتمد غلام اور انتہائی محبوب و منظور نظر تھے۔ دونوں بڑے متقی اور متبحر عالم تھے۔ 1955ء میں سیلاب اور مسلسل بارشوں کی وجہ سے اس مدرسہ کی عمارت شدید متاثر ہوئی تو یہ مدرسہ جامع مسجد نور گوجرہ منڈی منتقل ہو گیا۔

صاحبزادہ صوفی غلام حسین صاحب اس مسجد کے خطیب تھے۔ ابتدا میں تو وہ تعاون کرتے رہے مگر جب یہ دیکھا کہ اہلِ گوجرہ ہی نہیں بلکہ دور دراز سے بھی لوگ اس مدرسہ سے عقیدت رکھنے لگے ہیں، اس کے ٹھوس علمی اور عملی پروگرام کے مداح ہیں، اسے اس علاقے میں اپنے مسلک کا مرکزی ادارہ سمجھنے لگے ہیں۔ اس کی ترقی و ترویج کے سلسلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں تو صوفی صاحب حسد کا شکار ہو گئے اور مخالفت کرنے لگے۔ شاید اس مدرسہ کی نیک نامی سے ان کی شہرت متاثر ہوتی تھی۔ انہوں نے خود کو صرف مخالفت تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ زیادتی پر اتر آئے۔ مدرسین اور طلبہ کو پٹوایا اور مجبور کر دیا کہ مدرسہ یہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہو جائے۔ مدرسہ کرایہ کی ایک عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔ مدرسہ کے لیے یہ ڈور کڑی آزمائش کا تھا۔ اپنوں کی مخالفت اس پر مستزاد تھی۔

سید شاہ سوار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے

''ہم دونوں ساتھیوں کو کئی کئی دن تک فاقہ بھی کرنا پڑا مگر ہم قبلۂ عالَم کی برکت سے مستقل مزاج رہے اور کسی تزلزل کے بغیر اپنے کام میں مگن رہے۔ جب نا مساعد حالات کی شدت بڑھتی تو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کرتے۔ آپ ہمیں صبر و استقامت کی تلقین فرماتے''

ابھی دو سال ہی گزرے تھے کہ اللہ کریم نے خاص مہربانی فرمائی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی برکت سے ریلوے پھاٹک گوجرہ سے ملحقہ وسیع اراضی مدرسہ کی تعمیر کے لیے دستیاب ہوگئی۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے دار العلوم کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے سے پہلے سید محمد شاہ سوار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے وعدہ لیا کہ وہ دار العلوم کے اخراجات کے لیے کسی قسم کا چندہ وغیرہ کی اپیل نہیں کیا کریں گے۔ اگر کوئی از خود امداد و تعاون کرے تو حرج نہیں۔ قبلۂ عالَم نے فرمایا

''میں چاہتا ہوں کہ پاکستان میں ایک ایسا دینی مدرسہ ہو جو چندہ مانگے بغیر کام کرے۔''

شاہ صاحب نے عرض کیا جناب ایسا ہی ہوگا تو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے خصوصی دعا فرمائی اور کہا

''شاہ صاحب اگر آپ نے استقامت دکھائی تو انشا اللہ کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔ یہ مدرسہ ایک روز یونیورسٹی کا درجہ حاصل کرے گا جس سے ایک عالم فیضیاب ہوگا''

جب مدرسہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو گوجرہ شہر ہی نہیں بلکہ اس کے اطراف و اکناف سے خلقِ خدا اُمڈی چلی آئی۔ جِنّات تک نے کام میں حصہ لیا۔ لوگوں کی مالی معاونت کے علاوہ غیبی امداد بھی ہوتی رہی۔ یہ مدرسہ اب ایک بڑا دار العلوم بن چکا ہے۔ وسیع و عریض عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔ ایک بڑی جامع مسجد زیرِ تعمیر ہے۔ اتنا بڑا

منصوبہ بن مانگے، اپیل کیے بغیر از خود تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے اور یہی اس مدرسہ کی نمایاں خوبی ہے۔ اس وقت دارالعلوم کے مختلف شعبوں میں دوسَو سے زائد طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ شعبہ حفظ و قرأت میں سب سے زیادہ طلبا ہیں۔ درسِ نظامی کا مکمل اور ٹھوس انتظام ہے۔ طلبا کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

اس دارالعلوم میں دینی تعلیم کے علاوہ روحانی تربیت بھی کی جاتی ہے۔ دارالعلوم کی حدود میں داخل ہوتے ہی ایک پاکیزہ اور نورانی سماں نظر آتا ہے۔ انسان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس مدرسہ کے ناظم اعلیٰ سید شاہ سوار علی شاہ بیان کرتے ہیں کہ

میں یہاں اکیلا ہوں، سینکڑوں طلبا دوپہر کے وقت اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے تو کیا پتہ چل سکتا ہے۔ قبلۂ عالَم کا یہ خصوصی کرم ہے کہ جونہی کسی بچے کی آنکھ میلی ہوئی آپ مجھے فوراً بتا دیتے ہیں۔ میں اس بچے کو مدرسے سے خارج کر دیتا ہوں۔

یہ قبلۂ عالَم کا فیضان خصوصی اور زندہ کرامت ہے کہ دارالعلوم قابلِ اعتراض امور سے پاک ہے۔ اس کا ماحول نورانی، پُرکیف اور بابرکت ہے۔

مزارات پر حاضری

قبلۂ عالَم بزرگان دین اور اولیاء کرام سے خصوصی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اکابر اولیاء کرام کے مزارات مبارکہ کی حاضری محبوب رکھتے۔ اکثر زیارت کے لیے تشریف لے جاتے اور ان سے برکت و فیض حاصل کرتے تھے۔

برصغیر پاک و ہند میں ملتان، دلی، اجمیر، کلیر اور دوسرے شہروں کے قریباً تمام مشہور بزرگوں کے مزاراتِ عالیہ پر حاضری دی۔ امام ربانی مجدّد الفِ ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس پر پابندی کے ساتھ سرہند شریف تشریف لے جاتے رہے۔ سیدنا

علی بن عثمان جلابی ہجویری المشہور داتا گنج بخش اور شیخ الشیوخ حضرت میاں میر صاحب فاروقی رحمتہ اللہ علیہم کے مزارات پرانوار پر گاہے گاہے حاضری دیتے رہے۔ جہاں مناسب سمجھتے وہاں چندروز کے لیے ٹھہر بھی جاتے۔ صاحب مزار سے اکتسابِ فیض کرتے اور مسائلِ سلوک دریافت کرتے۔ آپ کشف القبور میں ایک خاص درجہ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں حضرت شاہ سرمست رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے گئے اور کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے۔ حاضری کے بعد قبلۂ عالم نے خانقاہ کے متولی کو بلوایا اور کہا

''حضرت کے مزار پر تیل کا دیا نہ جلایا کریں کیونکہ حضرت نے اس بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے''

پھر والدِ محترم عنایت حسین (مصنف کے والد) کو مزار کی ضروری مرمت کی تاکید کی۔

اوائل 1947ء میں جب تحریکِ آزادی اپنے جوبن پر تھی، مسلم لیگ کی طرف سے قیام پاکستان کا مطالبہ زوروں پر تھا، انتخابات بھی ہونے والے تھے، آپ سرہند شریف سالانہ عرس پر اپنے کثیر ارادت مندوں کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ سرہند شریف پہنچ کر صاحبزادہ علی حسین مدظلہ کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ ان دنوں مسلم لیگ کی حمایت میں حصولِ پاکستان کے لیے سرگرم ہیں اور اس مصروفیت کی وجہ سے حاضری کے لیے نہیں آسکے۔ قبلۂ عالم نے فرمایا

''اچھا ہوتا اگر وہ آجاتے شاید اس کے بعد یہاں کی حاضری نصیب نہ ہو''

اس بات سے پاکستان بننے کی خوشخبری واضح تھی۔

ایک دفعہ آپ کافی رات گئے چند خُدّام اور مولوی عبدالکریم صاحب کے ہمراہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لیے لاہور پہنچے۔ مزارِ

اقدس پر حاضری کے بعد مزار پرانوار سے ملحقہ مسجد میں رات گزارنے کا ارادہ کیا۔ طویل سفر کی وجہ سے رات کا کھانا نہ کھا سکے تھے اور اس وقت کھانا ملنا بھی مشکل تھا۔ آپ نے ہمراہیوں سے کہا کہ اب تو صبح کے بعد ہی کھائیں گے مگر مولوی عبدالکریم صاحب نے کہا جناب بھوک بہت لگ رہی ہے اور صبح ہونے میں بڑی دیر ہے۔ آپ یہ سن کر چپ ہو رہے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک بزرگ روٹیاں اور گوشت کی دیگچی لیے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ چاروں طرف دیکھا پھر قبلۂ عالم کے پاس آئے اور ساری چیزیں آپ کے حوالے کیں۔ فرمانے لگے

"لو بھئی داتا کے مہمانوں کو کھانا کھلاؤ اور چل دیئے"

قبلۂ عالم نے ساتھیوں سے فرمایا لو میاں کھاؤ داتا صاحب نے تمہارے لیے کھانا بھجوا دیا ہے۔ اس کے بعد قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے مولوی صاحب کی سرزنش فرمائی۔

حافظ فضل حق صاحب (حافظ آباد) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ کلیر شریف حاضر ہوا۔ دورانِ قیام دربار شریف کے سجادہ نشین نے آپ کے بارے میں پوچھا، میں نے تفصیلاً بتایا۔ انہوں نے آپ کی بہت ہی عزت و تکریم کی، پر تکلف کھانے اور بہتر رہائش کا انتظام فرمایا۔ قبلۂ عالم نے مجھ سے پوچھا

میرے بارے میں تم نے انہیں بتایا ہے؟

میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے کہا

"آئندہ میرے بارے میں کسی سے ذکر نہ کرنا۔ مجھے نمود و نمائش بالکل پسند نہیں ہے"

فرمانے لگے

"میاں اجنبیت میں جو مزہ ہے وہ تعارف کے بعد کہاں ملتا ہے"

حافظ صاحب موصوف ہی کا بیان ہے

"میں قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ پانی پت بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار

پرانوار پر حاضر ہوا۔ میں ایک دوسرے مزار کو قلندر رحمتہ اللہ علیہ کا مزار سمجھ کر تلاوت میں مشغول ہو گیا'' قبلۂ عالم فی الفور میرے پاس آئے اور کہا

''حافظ جی یہ مزار نہیں بلکہ حضرت کا مزار وہ ہے''

مزارات پر خوشبو کا استعمال اور خوشبوؤں کا تحفہ لے جانا بہت پسند فرماتے تھے۔

باب 6

عقائد وافکار

عقیدہ و مسلک

امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''عقائد کی صحت و درستی اعمال کے لیے لازمی شرط ہے۔ اساس عقیدہ ہے جبکہ اعمال اس کی فرع اور شاخیں ہیں۔ عقیدہ ٹھیک نہ ہو تو اعمالِ حَسنہ چاہے کتنے ہی زیادہ اور کیسے ہی اخلاص کے ساتھ ادا کیے جائیں، نہ اُن کی قبولیت ہے نہ قدر و منزلت۔ اعمال کی بنیاد عقیدہ کا صحیح اور پختہ ہونا ہے۔''

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ راسخ العقیدہ سُنّی تھے اور آئمہ اہل سنت و جماعت میں سراج الامت امام الآئمہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے۔

اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے

''فقیر مذہباً حنفی ہے''

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے مکمل متفق تھے۔ اپنے مریدین کو اہل سنت حنفی بریلوی عقائد پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے اور برملا کہتے تھے کہ یہی مسلک برحق ہے۔ اپنی تصنیف ''تنویر لاثانی'' میں اہل سنت و جماعت کی حقانیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

مَنْ شَذَّ شُذ فِی النَّار

یعنی جو اہل سنت و جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

''اہل سنت سے کٹ کر نکل جانے والوں کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی گھر یا شہر میں قسم قسم کی نعمتیں ہوں، مونس و غم خوار ہوں، دلدار، محسن اور رفیق ہوں، الغرض ہر ایسا سامان موجود ہو جو کسی بھی شخص کے لیے درکار ہو سکتا ہے۔ ہر آسائش بخوبی میسر ہو لیکن وہ کسی کے بہکاوے میں آ کر اپنے شہر کو چھوڑ کر اس کے ساتھ چل دے اور انجانی

راہوں پر بھٹکتا پھرے۔ اچھے بھلے سکون کو خراب کرے اور انہی پریشان بے مقصد راہوں پر بھٹکتا پھرے جس کا انجام آخرت کی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔

الامان بالرحمن"

(تنویر لاثانی، طبع جدید صفحہ 25)

مزید لکھتے ہیں

"اہل سنت و جماعت کے مخلصین سے اس امر کی خصوصی استدعا ہے کہ وہ اس مسلک حقہ پر شدت سے پابند ہوں اور بطریق احسن لوگوں کو اس طرف دعوت دیں۔ گمراہوں سے بچانے کے لیے میدان عمل میں نکلیں اور انوار قرآن و سنت سے سارے عالم کو منور کر دیں۔"

حنفی بریلوی اہل سنت و جماعت علماء کے بارے میں واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں

"یہ طبقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق و محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ عظمت و مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے سرشار ہے۔ یہ لوگ اہل ادب اور اہل محبت ہیں۔ یہی حق ہے اور یہی وہ طبقہ ہے جو حق کی راہوں کا امین و نقیب ہے۔"

مسلک اہل سنت و جماعت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے حوالے سے اکثر ارشاد فرماتے

"ارباب تقلید پر نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ عنہم کی آرا کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں۔ عاقبت کی نجات انہی بزرگوں کی بے خطا آراء کی پیروی پر موقوف ہے۔ فرقہ ناجیہ یہی لوگ اور ان کے فرمانبردار حضرات ہیں۔ ان علوم سے جو کتاب و سنت سے حاصل ہوئے ہیں، وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے اخذ کیے ہیں۔"

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے

”اگر تمام احوال اور مواجید ہمیں دے دیں۔ ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اگر تمام خرابیوں کو ہم پر جمع کر دیں لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد سے نوازیں تو پھر کچھ خوف نہیں۔“

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ شریعت اور طریقت دونوں میں امام ربانی مجددّ الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک پر سختی سے قائم تھے۔ مراقبہ اسم ذات پر مداومت کی باقاعدہ تلقین کرتے، تصور شیخ کے قیام پر زور دیتے اور ذکر جہری سے منع کرتے تھے۔ ذکر جہری نقشبندیہ کے طریق کے موافق نہیں۔ ذکر جہری سے ممانعت کے متعلق مجددّ الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے

”اس بلند طریقہ کی سربلندی اور طریقہ نقشبندیہ کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔ اس لیے اس بلند طریقہ کے اکابر نے ذکر جہری سے اجتناب فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی تلقین کی ہے“

(مکتوبات)

بیعت ثانی کے بارے میں قبلۂ عالَم کا نقطۂ نظر

بیعت ثانی کے متعلق قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ بلا جواز بیعت ثانی جائز نہیں ہے۔ پہلی بیعت ہی حقیقی بیعت ہے اور شیخ کی رحلت سے نہیں ٹوٹتی۔ بجز اس کے کہ شیخ کا گمراہ ہونا یا راسخ العقیدہ نہ ہونا واضح ہو جائے۔ اس صورت میں بیعت فی نفسہ فسخ ہو جائے گی بلکہ سرے سے ہوئی ہی نہ تھی۔ شیخ کامل کی وفات سے بیعت ثانی کا جواز نہیں بنتا۔ قبلۂ عالَم فرمایا کرتے تھے

”شیخ کامل وصال کے بعد بھی مرید کا اسی طرح نگران ہوتا ہے جیسے اپنی ظاہری حیات میں۔ اسے قبر کی چار دیواری میں مقید و محصور سمجھ لینا کیسی طریقت ہے“

مرن توں بعد وی رکھدے خیال اپنے مریداں دا
ولی اپنے مریداں دے ہمیشہ نال ہوندے نیں

(میاں محمد بخش)

غازی عطا محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ

سرکار لاثانی علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بعض کوتاہ نظر اصحاب نے صاحب موصوف کے مریدوں کو آپ کے سجادہ نشین صاحبزادہ سید علی حسین شاہ مدظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ترغیب دی۔ اس واقعہ کا علم جب قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کو ہوا تو آپ نے اس پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے انتہائی دکھ کے ساتھ سرد آہ بھرتے ہوئے فرمایا

''میاں کیا ان لوگوں نے سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کو قبر میں اینٹوں کی چار دیواری میں بند کر دیا ہے''

تصانیف

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے دو کتابیں تصنیف فرمائیں

وصل حبیب

روحانی پیغام لکافتہ الانام المعروف ''تنویر لاثانی''

وصلِ حبیب

یہ پنجابی شعروں کا مجموعہ ہے، جسے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے وصل حبیب کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ مجموعہ آپ کے عہد شباب کی یادگار ہے۔ اس وقت لکھا گیا جب سرکار لا ثانی علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے سید غلام رسول عین عالم شباب میں وفات پا گئے۔ قبلۂ عالَم کو ان سے بڑی محبت تھی۔ ان کے وصال نے قبلۂ عالَم کو بہت متاثر کیا۔ کیفیت قلبی نے شعری رنگ اختیار کیا اور یہ مجموعہ مرتب ہو گیا۔ اس مجموعہ کی خصوصیت ہے کہ اس میں مرثیہ کا رنگ مفقود ہے۔ حمد و نعت اور مدح شیخ کا ایک خصوصی رنگ جھلکتا ہے۔ انداز صوفیانہ اور تصوف کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

پنجاب کے صوفی شعراء کے تتبع میں لکھی گئی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ قبلۂ عالَم ان کے کلام سے خاصے متاثر تھے۔ اسلوب سادہ اور عام فہم ہونے کے باوصف خاصا اثر انگیز ہے۔ پڑھنے اور سننے والے پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ مجموعہ اب ناپید ہے البتہ ایک نسخہ غازی عطا محمد صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس نسخہ سے چند اشعار ہدیۂ قارئین ہیں۔

سب تعریف خدا نوں لائق جو مالک ہر شے دا
خلق امر تھیں کل پیدائش جس نے کیتی پیدا

کل خلائق وچوں افضل پاک حبیب سوہارے
جنہاں خاطر اللہ صاحب کیتے اینڈ پیارے

اہل بیت نبی صاحب نوں ہوون لکھ سلاماں
سب اصحاب و ازواج مطہر تے پاک اماماں

مرشد میرے قبلہ صاحب عارف مرد خدائی
صابر، شاکر، ولی، فقیر تے عاشق مست مولائی

ہے لاثانی رب بنایا بھید دتے سب دل دے
مست الست ہے عاشق مولا خوش ہو سب نوں ملدے

خود مسکین فقیر سداون ہو کے شاہ تماماں
شان بلند کمال نہایت شفقت خاصاں عاماں

خاص مقرب عاشق رب دا کامل مرد حضوری
ذاتی اسم تے نفی اثباتوں دل وچ شعلے نوری

گندم گوں ہے رنگ مبارک چمکاں مارے نوری
خاص حبیب رسول خدا تھیں رنگن چڑھ گئی پوری

(انتخاب از وصل حبیب)

روحانی پیغام لکافۃ الانام المعروف تنویر لاثانی

قبلۂ عالَم کی دوسری تصنیف ہے اور تنویر لاثانی کے نام سے مشہور ہے۔ سلیس اور سادہ نثر میں ہے۔ زبان عام فہم، مختصر مگر جامع تصنیف ہے۔ نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب روحانی پیغام ہے۔ یہ پیغام دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں حمد باری تعالیٰ، شان رسالت، اہل سنت کے مسلک کی توضیح وتشریح اور اجمالی بیان ہے۔ ساتھ ہی اپنے مرشد طریقت کا خصوصی تذکرہ ہے۔ سرکار لاثانی کے انداز دعوت اور خصوصیات کی قدرے تفصیل ہے۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں باطل فرقوں اور تحریکوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ملت اسلامیہ کے مختلف طبقوں کو دعوت فکر دی گئی ہے۔ دعوت کا بنیادی مقصد شریعت مطہرہ کی طرف رجوع اور روحانی امور کی طرف تعلق قائم کرنے کی ہدایت ہے۔ دعوت کا انداز مخلصانہ، ہمدردانہ اور دینی وملی جذبات کا آئینہ دار ہے۔ سچے دل کی پکار ہے جو دین کی بالادستی، غلبے کا خواہاں اور مسلمانوں کے لیے اس میں نجات وکامرانی جانتا ہے۔ کتاب سے چند اقتباسات ہدیہ قارئین ہیں۔

شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں۔ مقام محمود آپ ہی کے لیے مخصوص ہے۔ **ما زاغ البصر** کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ مرتبہ مصطفائی و مجتبائی و **قاب قوسین او ادنیٰ** آپ ہی کو عطا ہوا۔ حبیب رحمان کا لقب آپ ہی کو ملا۔ آپ ہی مظہرِ فیضِ اتم ہیں۔ آپ ہی **ورفعنا لک ذکرک** کی شان رکھتے ہیں۔ علم شفاعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ میں ہوگا۔ آپ کا اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے ساتھ کلمۂ توحید، اقامت، نماز، خطبہ غرض ہر کار خیر میں شامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نام کی شمولیت کی برکت سے

فیوضات و برکات کا باب فتح ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء علی نبینا و علیہم السلام بالیقین آپ کے امتی ہونے کے متمنی تھے۔ آپ ہی کا فیض نبوت قیامت تک جاری رہے گا۔

(تنویر لاثانی، طبع جدید صفحہ 19-18)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب کہ حضرت آدم صفی اللہ بین الماء والطین تھے۔ اول ماخلق الله نوری اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور سب سے اول پیدا فرمایا۔ اولیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ رسالت و بعثت میں آپ آخر ہیں۔ ولکن رسول الله و خاتم النبین و کان الله بکل شیءٍ علیما آپ کے انوار شریفہ سے تمام آفاق منور ہوئے اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔

(تنویر لاثانی صفحہ 16)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ لایعرفنی حقیقته غیر ربی اور باطن اس طرح کی کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا کوئی ادراک کر ہی نہیں سکتا اور نہ کر سکے گا بلکہ حیرت میں رہ جائے گا۔

(تنویر لاثانی صفحہ 17)

ایک اور مقام پر قادیانیت کے دجل و فریب پر بحث کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں لکھتے ہیں

دینِ حق سے اغوا کرنے کے لیے ان (کافروں) کی شرارتیں سادہ لوح مسلمانوں کے لیے بڑی پیچ دار ہیں۔ ان جاہلوں (کافروں) کو یہ معلوم نہیں کہ بالاجماع امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہ والصلوۃ والسلام ثابت ہے کہ جو بعد خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والسلام دعویٰ نبوت کرے وہ کاذب ہے۔ جو شخص اس کاذب سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کاذب ہے کیونکہ اسے یقین نہیں کہ دعویدار جھوٹا ہے۔

(تنویر لاثانی۔ طبع جدید صفحہ 82)

شیخ طریقت کے بارے میں

قبلۂ عالَم (شاہ لا ثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ) جن کا مبارک قلب محبت الٰہی میں لبریز تھا اور احکام شریعت کی ادائیگی میں ساعی تھا، مصفّی چراغ روغن بتی تھے۔ جب آپ کو بابا جی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، بابا جی کے ایک ہی تصرف نے دل جو آتشِ عشقِ الٰہی سے معمور تھا، روشن فرما دیا۔

بابا جی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت کے بعد شاہ لا ثانی بہت مدت تک مغلوب الحال اور مراقبہ اسم ذات جل شانہٗ سے مست و مجذوب رہے۔ نماز پنجگانہ با جماعت و نوافلِ تہجد سے کبھی تغافل نہ فرمایا۔ آپ نے بابا جی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے تلاوت قرآن کی اجازت چاہی تو بابا جی صاحب نے فرمایا

قرآن کریم کی تلاوت، نوافل اور وظائف بہت اچھے ہیں مگر مقصود مراقبہ اسم ذات جَلّ شَانُہٗ ہے

جب آپ ظاہراً و باطناً مکمل ہو چکے تو باِذنِ الٰہی بابا صاحب (جناب فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ) نے خلافت و اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا

فقیر جنا ہے یعنی جوانمرد و اولو العزم ہے۔

(تنویر لا ثانی، طبع جدید صفحہ 28)

اقوالِ زرّیں

اگر کسی شخص میں نوسو ننانویں برائیاں بھی ہوں تو فقیر کی نظر اس کی برائیوں پر نہیں بلکہ اچھائیوں پر ہوتی ہے، خواہ ایک ہی ہو۔

اگر کوئی پیر آٹھ پہر میں کم از کم ایک بار اپنے مریدین کے حال سے آگاہی نہ پائے تو اس پر بیعت لینا حرام ہے۔

بزرگوں کے پاس کچھ سننے کے لیے جانا چاہئے نہ کہ سنانے کے لیے۔

ابلیس لعین سے موت کے وقت تک مقابلہ رہتا ہے۔

ولی اپنی کرامتوں کو دنیا والوں سے اس طرح چھپاتا ہے جیسے باکرہ اپنے مخصوص ایام کو۔

حسنِ اُخلاق ہی سب کچھ ہے۔

اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اگر بھوکے، پیاسے ننگے پاؤں بھی سفر کرنا پڑے تو عین عبادت ہے۔

صدق ہی سے احوال کی صفائی ہوتی ہے اور باطن پاک ہوتا ہے۔

آپس کے لین دین میں تحریر ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں کے ایمان کی حفاظت کرتی ہے۔

مدعی ولایت اگر اڑتا بھی پھرے مگر شریعت کا پابند نہیں تو اس سے بچنا لازم ہے۔

عمل بے اخلاص کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

جمیع عبادات و مجاہدات اور ریاضاتِ شاقہ کا مقصود معرفت اسم ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ

ہے۔

اتنا کھاؤ کہ اپنے فرائض احسن طریقہ سے ادا کرسکو، اتنا نہیں کہ غفلت طاری ہوجائے۔

ولایت کسی کی میراث نہیں۔

پیر کا فتوح حاصل کرنے کی نیت سے مرید کے پاس جانا حرام ہے۔

اللہ کے بندے کے حضور باوضو حاضر ہونا چاہئے۔

شریعت وطریقت دو بازو ہیں جن کی قوت سے بندہ اپنے مولا کی راہ میں پرواز کرتا ہے۔

محبت اہل بیت ورسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام حفظِ ایمان کی ضمانت ہے۔

باب 7

سیرت و کردار

حُسنِ اَخلاق

اولیاء اللہ کی حیات مقدسہ کا ایک اہم وصف حُسنِ اَخلاق ہوتا ہے۔ ان کے اخلاق وعادات کو دیکھ کر اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ اپنی زندگی کو انوارِ سُنّت سے منور رکھتے ہیں اور اتباعِ سُنّت کو ہی اپنا نصب العین جانتے ہیں۔ حُسنِ اَخلاق ولایت ربانی کا دوسرا نام ہے۔ قبلۂ عَالَم جس طرح سے اخلاقِ نبوی کا اتباع کرتے تھے بالکل اسی طرح خدمتِ خلق کے تقاضوں سے بھی بخوبی عہدہ برآ ہوتے تھے۔ مہمان نوازی، ایثار و تعاون، خلوص و ہمدردی، شفقت و محبت اور عطاو بخشش آپ رحمتہ اللہ علیہ کے نمایاں اوصاف تھے۔ ان امور میں خاص و عام کی کوئی تخصیص نہ تھی۔

سلام میں ہمیشہ پہل کرتے، حسنِ سلوک تو گویا قبلۂ عَالَم کا شِعار تھا۔ دوسروں کی لغزشوں کو معاف کرنا، عفوودرگزر سے کام لینا اور حلم و بردباری آپ کی فطرت تھی۔ فرائض کی پابندی کرتے اور دوسروں کو شدت سے تلقین کرتے۔ اگر تساہل یا غفلت دیکھتے تو بلا لحاظ ناراضی و خفگی کا اظہار کرتے اور سرزنش فرماتے۔ دنیا داروں سے بے نیاز اور دین داروں سے محبت رکھتے تھے۔ طمع سے یکسر خالی تھے، قناعت پسند اور متوکل تھے۔ عابد و زاہد تھے لیکن طبیعت فراخ اور خوش رو رکھتے تھے۔ ہر شخص سے خندہ پیشانی سے ملتے اور حسب حال اس کی تکریم کرتے۔ گفتگو میں حفظ مراتب کا پاس رکھتے اور چھوٹے بڑے کو بلا تخصیص محبت بھرے انداز میں مخاطب کرتے۔ گفتگو میٹھی اور پرحلاوت تھی۔ گو کم بولتے مگر کلام مربوط و جامع ہوتا۔ دوسروں کی نارو ابات یا بے جا تکرار پر کبھی ترش رو نہ ہوتے بلکہ مسکراتے رہتے اور زیادہ شفقت کا اظہار کرتے۔ مجلس میں حاضر لوگوں کے دلوں کی بات کچھ اس سلیقے سے بیان کر دیتے یا اس کے دل میں پیدا ہونے والے سوال کا جواب کچھ اس طرح سے دیتے کہ وہ اپنی جگہ خود مطمئن

ہو جاتا۔ اسے مزید پوچھنے یا کہنے کی کم ہی ضرورت ہوتی۔ لوگوں کی باتیں بغور سنتے اور مناسب جواب دیتے۔ جواب ایسا ہوتا کہ سننے والوں کو اطمینان ہو جاتا۔ اگر وہ اپنے کلام میں غلطی پر ہوتا تو بغیر محسوس کیے اصلاح پا تا۔

ایک دفعہ قبلۂ عالَم ڈجکوٹ (فیصل آباد) میں تشریف رکھتے تھے۔ فضل محمد صاحب (گڑھا والے) جو کئی سال انگلینڈ میں رہنے کی وجہ سے فرنگیوں سے خاصے متاثر تھے، کالج کے چند پروفیسر صاحبان کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ وہ فرنگیوں کی عقل و دانش، فکر و ترقی وغیرہ پر ان کی بے محابا تعریف کرنے لگے۔ آپ نے ان کی باتیں سننے کے بعد فرمایا

"کیا ان لوگوں نے جن کی تم نے اس قدر تعریف کی ہے، اسلام قبول کر لیا ہے؟"

انہوں نے نفی میں جواب دیا۔

آپ نے فرمایا

"وہ عقل مند کیسے ہو سکتا ہے، جو اسلام کی حقانیت پر ایمان نہ لائے۔ اگر وہ فی الواقع دانا ہوتے تو اسلام ضرور قبول کر لیتے جو دینِ فطرت و پیغامِ حق ہے"

یہ سن کر وہ سب خاموش ہو گئے اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

(علامہ اقبال)

قبلۂ عالَم کو تمباکو نوشی سے سخت نفرت تھی۔ اس کی برملا مذمت فرماتے اور ختم خواجگان شریف میں تمباکو نوش حضرات کو شریک نہ ہونے دیتے اور نہ کسی تمباکو نوش کو ختم شریف پڑھنے کی اجازت دیتے۔

لباس

سادہ، کم قیمت اور سفید رنگ کا لباس پہنتے۔ لباس میں تہبند اور کھلا کرتا پسند تھا۔ بالعموم وہی زیبِ تن فرماتے۔ کپڑے کی چار ٹکڑیوں والی ٹوپی کے ساتھ پگڑی بھی باندھتے۔ عام حالات میں صرف ٹوپی پر اکتفا فرماتے۔ لباس میں سفید رنگ بہت ہی پسند تھا۔ کبھی کبھی نیلے رنگ کا تہبند بھی باندھ لیتے تھے۔

ریا سے نفرت

غایت درجہ مخلص اور ریا سے پاک تھے۔ نام و نمود اور شہرت کو ناپسند فرماتے۔ ساری زندگی سادگی میں گزاری۔ اپنے منصب و مقام کو کبھی دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ ہمیشہ متواضع رہتے اور انکسار کا اظہار کرتے۔ والٹن میں سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ہر سال شعبان کی 16 تاریخ کو باقاعدگی سے منعقد ہوتا تھا۔ جس میں قبلۂ عالَم کے مریدین کی بھاری تعداد شرکت کرتی۔ 1960ء میں شعبان کے چاند پر اختلاف ہو گیا، برادرانِ طریقت کی اطلاع اور سہولت کے پیشِ نظر صاحبزادہ حافظ سید ارشاد حسین صاحب نے عرس کی تاریخ اور خبر اخبارات میں چھپوانے کے لیے کہا تا کہ دور دراز سے آنے والے احباب کو مغالطہ نہ رہے۔ جب عرس کی اطلاع تمام اخبارات میں چھپ گئی تو اخبارات آپ کے حضور اس خیال سے لا کر رکھ دیے کہ آپ یہ دیکھ کر خوش ہوں گے اور تحسین فرمائیں گے۔ مگر ہوا اس کے برعکس۔

قبلۂ عالَم اخبارات دیکھ کر نہ صرف ناراض ہوئے بلکہ فرمایا

میاں یہ اشتہار بازی آخر کس نے، کیوں اور کس کے ایماء پر کی ہے

اس پر عرض کیا گیا کہ صاحبزادہ صاحب نے چاند کی تاریخ کے اختلاف پر ایسا کرنے کا حکم دیا تھا تا کہ لوگوں کو اِشکال باقی نہ رہے۔ آپ صاحبزادہ صاحب سے بھی ناراض ہوئے اور فرمایا

"کچھ بھی ہو ہمیں اشتہار بازی ناپسند ہے۔ ہمارے شیخ سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی پروپیگنڈا قطعاً ناپسند تھا۔ جس کے مقدر میں عرس میں شمولیت کی سعادت ہے، وہ کیسے محروم رہ سکتا ہے اور جسے یہ سعادت ملنا ہی نہیں ہے وہ کیونکر حاصل کر سکتا ہے"

ایک عرس کے موقع پر کسی مرید نے کپڑے کا بینر لکھوا کر محراب میں لٹکا دیا۔ جب قبلۂ عالم مسجد میں تشریف لائے اور آپ کی نظر محراب میں رکھے ہوئے بینر پر پڑی، آپ وہیں رک گئے اور ایسا کرنے پر اظہارِ ناراضی فرمایا۔

لٹکا ہوا بینر اتارے جانے کے بعد قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما ہوئے اور غصے سے یوں فرمایا

"کیوں میاں قبلۂ عالم سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی ایسا کیا تھا۔ ہمیں ایسے نام ونمود کی خواہش نہیں"

مخلوقِ خدا کی دلجوئی

قبلۂ عالم غایت درجہ رحمدل تھے اور لوگوں پر خصوصی شفقت فرماتے، ان کی ہر طرح سے دلجوئی فرماتے۔ ان کے جذبات کا بخوبی احساس فرماتے۔ اگر کوئی معاملہ ناگوارِ خاطر ہوتا تو بھی چشم پوشی سے کام لیتے اور احساس نہ ہونے دیتے۔

ایک دفعہ ایک خاتون نے جو قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ سے بہت ارادت رکھتی تھی، آپ کی خدمت میں کھیر پکا کر پیش کی۔ آپ نے اسے بخوشی قبول کیا اور شوق سے کھائی۔ جب قبلۂ عالم کھا چکے تو اس خاتون کو وہ برتن واپس کر دیا جس میں کھیر پکا کر لائی تھی۔ اس خاتون نے برتن میں لگی ہوئی کھیر بطور تبرک اپنی انگلیوں سے چاٹ لی۔ جونہی اس نے انگلی منہ میں ڈالی تو اسے احساس ہوا کہ کھیر میں چینی کے بجائے نمک اور وہ بھی خاصا تیز تھا۔ وہ بہت پشیمان ہوئی اور آپ سے معذرت کرنے لگی۔ قبلۂ عالم نے فرمایا

''بی بی خواہ مخواہ پریشان کیوں ہوتی ہو، مجھے تو یہ کھیر بہت پسند آئی۔ مجھے یہ نہ صرف اچھی لگی ہے بلکہ مزیدار جان کر میں نے خوب کھائی ہے''

یہ سن کر وہ خاتون مطمئن ہوئی اور خوشی خوشی واپس چلی گئی۔

ایک دفعہ گیمبر کے نزدیک کسی چک سے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مرید زیارت کے لیے دربار عالیہ والٹن شریف حاضر ہوا۔ اس کا لباس بوسیدہ تھا جس سے غربت کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ اس نے قدم بوسی کی اور آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی بوسیدہ تہبند کے پلو سے پانچ روپے کا انتہائی خستہ نوٹ نکال کر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی نذر کیا۔ آپ نے بخوشی قبول کر لیا۔ صاحبزادہ سید محمد ارشاد حسین شاہ قریب ہی بیٹھے تھے، انہوں نے عرض کیا

یہ انتہائی غریب آدمی معلوم ہوتا ہے، اس لیے پیسے اسے لوٹا دیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس جانے کے لیے کرایہ بھی نہ ہو۔ آپ نے فرمایا

''ہرگز نہیں مجھے اس کا نذرانہ بہت پسند ہے اور مجھے اس کی ضرورت ہے''

وہ شخص یہ سن کر بہت مسرور ہوا۔ اس کے بعد علیحدگی میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ صاحبزادہ سید ارشاد حسین شاہ سے بہت ناراض ہوئے۔ فرمانے لگے

''میاں اگر اس کے دل میں یہ خیال آجاتا کہ مجھے مسکین جان کر میرا ہدیہ قبول نہیں کیا تو اس طرح نہ اس کا کچھ رہتا اور نہ ہمارا''

پھر فرمایا

''میاں درویش میں تین صفات بہت ضروری ہیں''

درویش لاطامع ہوتا ہے۔ یعنی درویش کے دل میں کسی قسم کا لالچ، حرص یا طمع نہیں ہوتا۔

درویش لامانع ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی خلوص سے ہدیہ پیش کرے تو اسے قبول کرنے میں ردوکد نہ کرے کہ یہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سُنّت ہے۔

درویش لاجامع ہوتا ہے۔یعنی اسے جمع نہ کرتا ہو اور راہ خدا میں سب کچھ خرچ کرتا رہے"

چند روز ٹھہرنے کے بعد اس بوسیدہ حال شخص نے واپس جانے کی اجازت چاہی۔قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے بخوشی اجازت فرمائی اور صاحبزادہ صاحب کو علیحدگی میں حکم دیا کہ اسے سٹیشن تک چھوڑ آؤ۔اپنے پاس سے ٹکٹ خرید کر اسے گاڑی میں بٹھاؤ اور جب واپس آنے لگو تو اسے کچھ رقم بطور زادِراہ بھی دیتے آؤ۔صاحبزادہ صاحب نے تعمیلِ ارشاد کی جس سے وہ شخص بے حد مسرور ہوا۔قبلۂ عالَم کے گُن گاتا ہوا واپس ہوا۔اسے یہ احساس ہی نہ ہوا کہ وہ ایک غریب شخص ہے اور یہ سب کچھ اس کی دلجوئی کے لیے ہو رہا ہے۔

ایک دفعہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ گھوڑی پر سوار گاؤں کی طرف جا رہے تھے۔آپ کے ہمراہ صاحبزادہ سید محمد ارشاد حسین شاہ، مولانا غلام نبی رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا عبدالعزیز صاحب بھی تھے۔راستے میں ایک مفلوک الحال عیسائی ملا، اس نے بڑی عقیدت سے آپ کے مبارک قدموں کو بوسہ دیا۔درآنحالیکہ آپ گھوڑی پر سوار تھے اور آپ سے گھر جانے کے لیے عرض کیا۔قبلۂ عالَم قبول فرماتے ہوئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔اس نے چارپائی بچھا دی۔قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ اپنے ہمراہیوں سمیت اس پر بیٹھ گئے۔عیسائی اپنی بیوی سے اظہارِ مسرت کرتے ہوئے کہنے لگا

"جلدی اٹھو اس وقت کیڑی کے گھر نرائن آ گئے ہیں"

(یعنی بے حیثیت کے گھر بادشاہ آ گیا) اس نے بڑی منت سماجت کے بعد عرض کیا کہ جناب اجازت ہو تو آپ کے لیے کھانا تیار کروں۔آپ نے مسکرا کر فرمایا

"میاں کیا کھلاؤ گے"

اس نے کہا کہ اس وقت میرے ہاں ہاتھ کی بٹی ہوئی سویاں ہی ہیں، وہی پکا کر پیش کرتا ہوں۔آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔اس نے اپنے برتن اس مقصد کے لیے استعمال

کیے تو آپ کے ہمراہی کبیدہ خاطر ہونے لگے۔ سب نے خیال کیا کہ اس مشرک کے ہاں کھانا کیونکر جائز ہوگا۔ اس نے چولھے میں لکڑیوں کی جگہ کماد کا چھلکا جلانا شروع کر دیا۔

ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ چولھے سے دیگچی گر پڑی اور تمام سویاں جلتی ہوئی آگ میں گر گئیں۔ وہ شخص یہ دیکھ کر بہت سٹپٹایا۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں آپ کے پاس آیا اور لجاجت سے عرض کرنے لگا سویاں تو آگ میں جل گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا

"کیا تمہارے ہاں اور سویاں نہیں ہیں؟"

اس نے کہا جی نہیں بس یہی کچھ تھا۔

آپ نے فرمایا

"فکر نہ کرو ہم تمہارے لیے ایسے ہی دعا کر دیتے ہیں"

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور تشریف لے آئے۔ راستے میں آپ نے ساتھیوں کو جو زیادہ متشوش تھے، مخاطب کر کے فرمایا

"میاں درویشوں کو ناجائز کھانا کھلانا تو درکنار مشکوک لقمہ بھی درویش کی زبان پر نہیں آتا"

سبحان اللہ اس طرح سے آپ نے اس غریب عیسائی کی دلجوئی بھی فرمائی، مشرک کی دعوت سے بھی محفوظ رہے۔ یہ سب آپ رحمتہ اللہ علیہ کا تصرفِ خصوصی تھا۔

مریدین پر شفقت

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نہایت رحم دل اور شفیق تھے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر ملول ہو جاتے۔ اس کی مالی، اخلاقی اور روحانی امداد فرماتے۔ جب تک اس شخص کے معاملات درست نہ ہو جاتے، آپ کی خصوصی توجہ مسلسل رہتی۔ غریب اور مفلوک

الحال ارادت مندوں پر مہربانی فرماتے اوران کی خاطر خواہ دلجوئی فرماتے۔

میرے (مصنف مرزا ریاض احمد کے) والدِ بزرگوار 1967ء میں راہی ملکِ عدم ہوئے۔ میں اور دوسرے بھائی نوعمر تھے اورامورِ دنیا میں ناپختہ تھے۔ والدِ بزرگوار کی جدائی کے سانحے نے ایک طرف نڈھال کررکھا تھا تو دوسری طرف عزیز واقارب کی سردمہری اور معاندانہ روش خاصی پریشان کن تھی جس سے شدتِ غم دوچند ہوگئی۔

تمام بھائی اس صورتِ حالات سے پریشان رہنے لگے۔ ختم دسواں کے بعد میں اپنے دو بھائیوں حاجی مرزا سراج احمد عادل اور مرزا محمد سرور کے ہمراہ قبلۂ عالَم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدم بوسی کی۔ ہم تینوں بھائی خاموش بیٹھے تھے کہ آپ نے ہماری طرف دیکھا اور سرد آہ بھری اور فرمایا

"ہمیں بھائی عنایت اللہ (قبلۂ عالَم میرے والدِ محترم کو عنایت حسین کی بجائے عنایت اللہ فرمایا کرتے تھے) کی موت کا سن کر بہت صدمہ ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ ان کی عاقبت بخیر ہوئی۔ تم لوگ فکر نہ کرو۔"

ہم سب بھائیوں نے اعزہ واقربا کی بے رخی کا ذکر کیا۔ قبلۂ عالَم کی خصوصی شفقت کا یوں ظہور ہوا، آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

"تمہیں اِن شاء اللہ کوئی گزند نہیں پہنچائے گا، تم کوئی فکر نہ کرو۔ تمہارے والد فوت ہوگئے ہیں تو آج سے مجھے اپنا والد سمجھنا اور کوئی تکلیف ہو تو بلا جھجک مجھ سے کہہ دینا"

قبلۂ عالَم کی شفقت سے ہم بھائیوں کی مضطرب طبیعتوں کو قرار آ گیا۔ قبلۂ عالَم تاحیات ہم چاروں بھائیوں کو ہمیشہ بیٹوں کی طرح جانتے اور اپنی نوازشوں سے بہرہ مند فرماتے رہے۔ اب بھی آپ کی کرم نوازی میں فرق نہیں آیا حالانکہ آپ وصال فرما چکے۔ قبلۂ عالَم کے بلند مرتبت صاحبزادگان بھی اسی روش پر گامزن ہیں۔

قبلۂ عالَم کی اس مہربانی سے حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُس مبارک سُنّت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جسے ابنِ عساکر اور خصائص کبریٰ میں حضرت

بشیر بن عقرب جہنی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

''جب اُن کے والد جنگِ احد میں شہید ہو گئے تو وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انتہائی شفقت سے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تمہارا باپ اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) تمھاری ماں ہو جائیں'' (مفہوم)

سبحان اللہ قبلۂ عالَم کو ہر حال میں اتباعِ سُنّت کا کتنا خیال رہتا تھا۔

بچوں پر شفقت

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ بچوں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتے اور پیار سے چھوٹے میاں کہہ کر پکارتے۔ علالت کے دنوں میں اگر کسی وقت آپ قدرے مضطرب ہوتے تو فوراً کسی چھوٹے بچے کو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لایا جاتا۔ جونہی آپ ننھے منے بچوں کو دیکھتے، طبیعت کا تکدّر جاتا رہتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ مسرور ہو جاتے اور فرماتے

''میاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ ان سے پیار کرتے تھے۔ مجھے آپ کی یہ سُنّت مطہرہ بڑی ہی عزیز ہے''

صاحبزادہ حافظ سید محمد ارشاد حسین مدظلہ کے بڑے صاحبزادے سعید الحسن شاہ سے آپ خصوصی پیار کرتے تھے اور ایامِ طفولیت میں انہیں اکثر اپنے پاس ہی رکھتے تھے۔ غایت درجہ مہربانی فرماتے تھے۔

1954ء میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ حافظ آباد تشریف لائے اور شاہ سرمست رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر قیام فرمایا، جو شہر کی آبادی سے دور تھا۔ حافظ آباد میں آپ کے مریدین کی اکثریت تھی۔ سب نے شہر میں قیام کے لیے گزارش کی مگر آپ نہ مانے۔ جب خدام کی طرف سے اصرار ہوا تو فرمایا

''میں صاحب مزار کا مہمان ہوں، ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاؤں گا''
کھانے کی دعوت دینے والوں سے کہا کہ کھانا پکا کر یہیں لے آؤ۔
انہی دنوں میرے (مصنف کے) والد بزرگوار (جناب عنایت حسین) نے کھانے کی گزارش کی تو قبلۂ عالم نے فرمایا
''میاں ٹھیک ہے یہیں لے آؤ''
والد صاحب نے کھانے کی تیاری شروع کر دی۔ میں نے اور چھوٹے بھائی مرزا سراج احمد عادل نے (ہم دونوں اس وقت کمسن تھے) والد سے اصرار کیا
''میاں جی آپ قبلۂ عالم کو گھر لائیں تاکہ وہ یہاں کھانا تناول فرمائیں اور ہمیں خصوصی برکت حاصل ہو۔''
والد محترم قبلۂ عالم کا بہت ادب کرتے تھے۔ احتراماً قبلۂ عالم سے زیادہ گفتگو نہیں کرتے تھے۔ وہ مرشد کامل کے ارشاد سننے میں ہی فلاح جانتے تھے۔ انہوں نے کہا میں تو اس کی ہمت نہیں پاتا، تم جاؤ اور عرض کر کے دیکھ لو۔ ہم دونوں بھائی حاضر خدمت ہوئے اور بالاصرار عرض کیا کہ ہمارے گھر چلیے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے جب ہماری ضد دیکھی تو کہا
''ٹھہرو میں شاہ سرمست رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت لے لوں''
تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور پھر مسکرا کر کہنے لگے
''میاں حضرت نے کہا ہے کہ بچوں کو ناراض نہ کریں اور مجھے اجازت دے دی ہے''
جب ہم قبلۂ عالم کے ہمراہ گھر پہنچے تو آپ کی اس غیر متوقع تشریف آوری پر تمام احباب حد درجہ خوش ہوئے۔ جملہ مریدین نے اس موقع کو غنیمت جانا اور خوب برکت حاصل کی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا
''یہ سب کچھ بچوں کی خوشنودی کے لیے ہے ورنہ میں تو شاہ سرمست رحمتہ اللہ علیہ

کے ہاں حصول امانت کے لیے آیا ہوا تھا جو الحمد اللہ مجھے عطا ہو گئی ہے"

ایثار

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت میں حد درجہ ایثار تھا۔ اخلاص تو گویا آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ زہد کی شان نرالی تھی۔ اپنے بیگانے کے ساتھ یکساں محبت، ہمدردی اور تعاون آپ کے خلق کے نمایاں پہلو تھے۔ مراڑہ شریف کے گردونواح میں رہنے والے قادیانیوں نے ازراہ عداوت قبلۂ عالم کے چھوٹے بھائی کو زمین کی تقسیم پر اکسایا اور آپ کے خلاف خواہ مخواہ بھڑکایا۔ وہ سادہ آدمی تھے ان (حاسدوں) کے بہکاوے میں آ کر ایک روز علاقہ کے معزز شخص مولوی خیر دین کے ہمراہ قبلۂ عالم کے پاس آئے۔ قبلۂ عالم کو صورتِ حال کا علم ہوا تو آپ بڑی محبت سے فرمانے لگے

"میاں خیر دین ہم بھائیوں میں کوئی تنازعہ نہیں ہے۔ جو میری ملکیت ہے وہ سب میرے بھائی کا ہے۔ یہ ساری زمین کا انتظام سنبھال لیں اور جو ان کا دل چاہے مجھے دے دیا کریں"

یہ سن کر مولوی خیر دین خاموش ہو گئے اور بھائی سے کہا

"تم بہک گئے ہو یہاں تو مجھے خلوص کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ لوگوں کی باتوں پر خود کو خراب نہ کرو"

قیامِ پاکستان کے بعد قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کو ضلع ہوشیار پور (ہندوستان) کی متروکہ آبائی زمین کے بدلے میں چک نمبر 98 چشتیاں (ضلع رحیم یار خان) میں جو رقبہ الاٹ ہوا، آپ نے وہ سارا رقبہ اپنے چھوٹے بھائی کو بخوشی عطا فرما دیا اور اپنے لیے کچھ نہ اٹھا رکھا۔

احسان کا بدلہ

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ اپنے ابتدائی دور میں مکیریاں ضلع ہوشیار پور (ہندوستان)

تشریف لے گئے اور وہاں شدید بیمار ہو گئے۔ آپ ماسٹر نبی بخش کے ہاں قیام پذیر تھے۔ انہوں نے قبلۂ عالم کی خوب خدمت کی یہاں تک کہ آپ صحت مند ہو گئے۔ جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو ماسٹر صاحب نے اپنی تنگدستی اور قرضوں کی ادائیگی کے لیے خصوصی دعا و وظیفہ کی التجا کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

''میاں تمہیں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں، تمہارا وظیفہ میں خود پڑھ لیا کروں گا''

بس پھر کیا تھا چند ہی دنوں میں ماسٹر نبی بخش خوشحال ہو گئے۔ اس وقت ان کے تین صاحبزادے حاجی فضل کریم صاحب، حافظ فضل حق صاحب اور حاجی انعام الحق صاحب حافظ آباد میں وسیع کاروبار کے مالک ہیں۔ ان پر خدا کا فضل ہے اور بحمد اللہ سبھی متقی، دیندار اور آپ کے غلام بے دام ہیں۔ یہ خصوصی برکت اس خدمت و احسان کا بدلہ ہے جو ان کے والد نے کیا۔ قبلۂ عالم کی یہ خصوصی محبت ہے جس کا اثر ان کی اولاد تک میں قائم ہے۔

جیہڑے گھر وچ وی پے جاوے کدی لجپالاں دا پھیرا
او گھر لجپالاں دے صدقے سدا خوشحال ہوندے نیں

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے جب والٹن لاہور میں مستقل رہائش اختیار فرمائی تو آپ نے مسجد کے قریب آستانہ عالیہ کے لیے چار کنال اراضی چودھری اللہ بخش صاحب موضع کوڑے سے پچاس روپے مرلہ کے حساب سے خریدی۔ چودھری صاحب موصوف نے رجسٹری کرا دی مگر اراضی کی قیمت عدالت میں وصول نہ کی۔ یہ زمین کا وہ قطعہ ہے جس میں آج آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے۔ قبلۂ عالم کے خادم چودھری فخر الدین نمبردار ڈیرہ عالیہ نے رقم پیش کی مگر چودھری صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں رقم قبلۂ عالم کے ہاتھ سے وصول کروں گا۔ جب قبلۂ عالم سے یہ گزارش کی گئی تو آپ نے یہ رقم چودھری صاحب کو پیش کی۔ انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا

اور عرض کی

''ساری زندگی یوں ہی گزر گئی ہے، زادِراہ کے لیے کچھ بھی نہیں۔اب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں، پتہ نہیں کب بلاوا آجائے۔میں نے ارادہ کر رکھا ہے کہ اراضی آپ کو تحفہ میں پیش کروں گا۔شاید یہ عمل میری بخشش کا ذریعہ بن جائے''

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے قبول فرمایا اور خصوصی دعا فرمائی۔چند ہی ماہ گزرے تھے کہ چودھری صاحب کا انتقال ہو گیا۔قبلۂ عالَم کو معلوم ہوا تو ان کے ہاں تشریف لے گئے ،مولوی چراغ دین صاحب کوڑے والے نے (جو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے مخلص غلام ہیں) جنازہ پڑھایا اور آپ نے نماز جنازہ میں شمولیت فرمائی۔نماز جنازہ ادا کر لینے کے فوراً بعد قبلۂ عالَم نے مرحوم کے خاندان کے تمام افراد کو بلایا اور فرمایا

''یہ بہت خوش نصیب ہے اسے اللہ تعالیٰ نے شہیدوں میں شامل فرمالیا ہے''

تدفین کے بعد خصوصی دعا فرمائی اور کہا جلد ہی لوگوں پر واضح ہو جائے گا کہ یہ شخص کیسا سعادت مند ہے۔

چودھری صاحب کے انتقال کے تقریباً ایک سال بعد شدید بارشوں کی وجہ سے ان کی قبر بیٹھ گئی،ان کے پسماندگان جب قبر کی مرمت کروانے لگے تو دیکھا کہ میت اپنی صحیح حالت پر ہے،کفن بدستور ویسا ہی ہے اور داڑھی قریباً ایک بالشت کے برابر بڑھی ہوئی ہے حالانکہ بوقت انتقال صرف خط ہی تھا۔آنکھوں میں خصوصی چمک ، چہرہ نورانی اور پُر رونق تھا۔لحد مہک رہی تھی۔اس واقعہ کا گاؤں میں بہت چرچا ہوا،مخلوقِ خدا نے زیارت کی اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا۔ہر شخص کی زبان پر بے ساختہ جاری تھا چودھری سعادت مند شخص ہے اور واقعتاً شہید ہے۔

جناب کنور شجاعت علی خان صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سیکرٹری محکمہ مال پنجاب خواجہ عبدالرزاق صاحب دیپال پور رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔انہوں نے بیان کیا

''جن دنوں میں بطور تحصیلدار نارووال متعین تھا،ان دنوں چینی کی شدید قلت پیدا

ہوگئی اور تقریبات کے لیے چینی کا حصول بغیر پرمٹ مشکل تھا۔ صاحبزادہ سید محمد مقبول حسین شاہ سرکار لاثانی علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس کے سلسلے میں میرے پاس پرمٹ بنوانے پہنچے۔ میں نے ان سے پوچھا، کل کتنی چینی درکار ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا آپ کو صرف ایک من چینی کا پرمٹ جاری کرنے کا اختیار ہے، بس ایک من چینی دے دیں۔ اس پر میں نے کہا حضرت مجھے اپنے اختیار کا علم ہے میں نے تو مقدار پوچھی ہے، آپ وہ بتائیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ایک بوری سے کام چل جائے گا۔ میں نے مطلوبہ ایک بوری چینی بجھوا دی۔ صاحبزادہ صاحب بہت خوش ہوئے اور واپس آ کر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے سارا ماجرا عرض کیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے صاحبزادہ صاحب کو بھیجا کہ مجھے عرس پر حاضری کی دعوت دیں۔ میں عرس پر حاضر ہوا اس وقت قبلۂ عالَم سے میری پہلی دفعہ ملاقات ہوئی۔ آپ نے لنگر سے تواضع فرمائی اور مجھے ساتھ لے کر سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئے۔ میری کیفیت بدل گئی اور میں نے دیکھا کہ آپ میرے متعلق سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ سے خصوصی عرض کر رہے ہیں اور سرکار لاثانی گویا میرے سامنے مسکرا رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے مجھے مراڑہ شریف آنے کی دعوت دی۔ قبلۂ عالَم کا فرمانا تھا کہ میری طبیعت مراڑہ شریف کے لیے بیقرار رہنے لگی۔

ایک ہفتہ بعد موقع ملا تو میں مراڑہ شریف کی طرف چل دیا۔ جب آستانہ عالیہ کے سرکنڈوں کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا میرے شیخ خواجہ عبدالرزاق صاحب سامنے کھڑے ہیں۔ مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور میں جلدی سے قدم بوسی کے لیے آگے بڑھ گیا۔ جب میں مرشد کی قدم بوسی سے فارغ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے کھڑے بزرگ میرے مرشد نہیں بلکہ قبلۂ عالَم ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے مجھے گلے لگایا اور فرمایا ہم تمہارے انتظار میں تھے۔

قبلۂ عالَم کی یہ کرامت دیکھ کر میں دل و جان سے آپ کا گرویدہ ہوگیا اور تین

روز تک آستانہ عالیہ پر ٹھہرا رہا۔ قبلۂ عالَم نے خصوصی نوازشوں کے بعد جب مجھے واپسی کی اجازت دی تو میری کایا پلٹ چکی تھی اور میں مغلوب الحال تھا"

دشمنوں کے ساتھ حسنِ سلوک

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ اخلاقِ حَسَنہ سے متصف تھے۔ حُسنِ سلوک تو آپ کی روش اور روزمرہ کا معمول تھا۔ اس میں اپنے اور پرائے کی تخصیص نہ تھی۔ قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں اور بے ہودگیوں کے باوجود آپ نے ہمیشہ مروت سے کام لیا اور عالی حوصلگی کا مظاہرہ فرمایا۔ اس حسنِ سلوک کے نتیجہ میں کئی گمراہوں کو راہ حق ملی۔ تقسیمِ ہند کے وقت سکھوں کی زیادتیوں کے باوجود آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے ساتھ کریمانہ برتاؤ کیا۔ قبلۂ عالَم نے فرمایا

"ہمارے نزدیک ظلم کا بدلہ ظلم نہیں اور نہ ہم انتقامی کارروائی ہی پسند کرتے ہیں۔ ظالم حقیقی معلوم نہیں کون ہے اور نشانۂ انتقام کون بن جائے۔ ہمارے مہربان نبی کی روش رحمت اور عفوودرگذر ہے۔ ہم ان کے نقشِ قدم پر چلنے میں ہی کامیابی پا سکتے ہیں"

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا مظاہرہ فرمایا جس کے نتیجے میں وہ دشمن نہ صرف دوست بنے بلکہ غلام بے دام بن گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے سُنّتِ نَبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے التزام میں کبھی ذاتی انتقام نہ لیا اور ہمیشہ عفوودرگزر سے کام لیا۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی ساری زندگی سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بسر ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جبلت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیدا کیے گئے تھے۔ قبلۂ عالَم نے اپنے قاتلوں کو بھی مشکل وقت میں پناہ دی اور ان کی حفاظت فرمائی۔ ایک دفعہ علاقہ کے منہاس سکھوں اور مرزائیوں نے مل کر آپ کو قتل کرانے کا منصوبہ بنایا،

نامی گرامی قاتل تیجا سنگھ کو بلایا اور اسے رات کے وقت قبلۂ عالَم کو قتل کرنے کے لیے آمادہ کیا گیا۔ پروگرام کے مطابق رات کے آخری پہر جب قبلۂ عالَم نوافل تہجد کے لیے اٹھے اور تازہ وضو کرنے کی غرض سے باہر کھیتوں میں جا رہے تھے تو وہ بدمعاش قتل کی نیت سے آیا مگر دور ہی ٹھٹھک کر رہ گیا۔ ظاہری طور پر قبلۂ عالَم کو اس کا کچھ علم نہیں تھا۔ آپ حسبِ معمول رفع حاجت سے فارغ ہو کر حویلی میں تشریف لے آئے اور یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ دوسری طرف بدمعاش کرایہ کا قاتل کچھ دیر حیرانی کی تصویر بنا ششدر کھڑا رہا۔ واپس گاؤں جا کر میزبان کیسر منہاس جو کہ بستہ ب کا بدمعاش تھا، کے گھر لیٹ گیا۔ اتنی دیر میں علاقہ کی پولیس کسی دوسرے قتل میں تیجا سنگھ کو گرفتار کرنے کی غرض سے چھاپہ مارتے ہوئے اسی گاؤں پہنچ گئی اور کیسر منہاس کے گھر سے جہاں وہ بدمعاش لیٹا ہوا تھا، جا کر اسے گرفتار کر کے لے گئی۔

دورانِ تفتیش اس بدمعاش نے ازخود بتایا کہ مجھے شاہ صاحب کو قتل کرانے کی غرض سے گاؤں کے منہاس سکھوں اور مرزائیوں نے بلایا تھا۔ میں قتل کرنے کی غرض سے گیا لیکن جب میں نے انہیں دیکھا تو مجھے ایسا نظر آیا کہ یہ اوتار ہیں، یہ دیکھ کر میں گھبرا گیا اور واپس آ گیا۔

مرزائیوں اور سکھوں کے ایسے سلوک کے باوجود قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے کچھ تعرض نہ فرمایا۔ تقسیم ملک کے ساتھ ہی ہندو مسلم فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بھارت میں مسلمانوں کی عزت محفوظ نہ تھی اور پاکستان میں ہندو اور سکھ بھی مطمئن نہ تھے۔ گاؤں کے وہی سکھ جو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے ہمیشہ درپۓ آزار رہتے تھے جب بھارت جانے لگے تو سب اکٹھے ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ سے کہنے لگے

" ہم آپ کو ساری زندگی ناجائز تنگ کرتے رہے ہیں جس کی معافی چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ کو ایک زیورات کا بھرا ہوا صندوق دیا کہ یہ امانت رکھ لیں۔ اگر پرماتما کو

منظور ہوا تو کبھی لے جائیں گے ورنہ آپ کا مال ہے"

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے یہ دیکھتے ہوئے انہیں تسلی دی اور فرمایا

یہ صندوق میں نہیں رکھوں گا اسے آپ لے جائیں۔ آپ کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ آج سے آپ کی حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں۔ میری زندگی میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میری دلی خواہش تو یہ ہے کہ آپ سب اسلام قبول کر لیں اور یہیں رہیں۔ اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو پھر بھی مطمئن رہیں۔ جب آپ کے جانے کے لیے مناسب بندوبست ہو جائے گا آپ کو بھیج دیں گے۔

گاؤں کے سکھ واپس گھروں میں جا کر اطمینان سے رہنے لگے۔ اس دوران میں کئی بار حملہ کے منصوبے بنتے رہے مگر قبلۂ عالم ڈھال بن جاتے۔ آخر کار تھانیدار کی وساطت سے ٹرانسپورٹ کا انتظام ہو گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان سب سکھوں کو بسوں کے ذریعے با حفاظت ہندوستان بھجوا دیا۔

سبحان اللہ! آپ کا دشمنوں سے یہ سلوک اخلاقِ نبوی کا پرتو تھا۔ جب مکہ فتح ہوا، قریش مکہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرح کی تکلیف پہنچائی تھی ندامت سے سرنگوں تھے۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے **لاتثریب علیکم الیوم** (آج کے دن تم سے کوئی مواخذہ نہیں) کا اعلان فرما کر قیامت تک کے لیے عفوودرگزر کی انوکھی مثال پیدا کی۔

راست گوئی

حق گوئی اور سچائی ایک غیر معمولی امر ہے۔ یہ راستہ خاصا کٹھن اور دشوار ہے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ میں حق گوئی کا وصف بدرجۂ اتم موجود تھا۔ سچائی تو نقشبندیوں کے چہرے کی تازگی ہے، آپ جھوٹ سے سخت نفرت کرتے تھے۔ سچائی کی خاطر بڑے سے بڑے نقصان کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے تھے۔ کبھی اسے مصلحت

آمیزی کی بھینٹ نہ چڑھنے دیتے۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خدام کے ذریعے سارووال میں کچھ اراضی ڈیرہ کے لیے چار ہزار روپے میں خریدی۔ بائع نے چار ہزار روپے کی بجائے سات ہزار کی مالیت لکھوا دی۔ گاؤں سے ایک صاحب نے حق شفعہ کا دعویٰ دائر کر دیا۔ قبلۂ عالَم کی طرف سے چودھری انور علی بطور وکیل پیش ہوئے اور درخواست کی کہ دعویٰ خارج کر دیا جائے۔ وکیل صاحب، سول جج سیالکوٹ کانسی رام سے اس کے گھر ملنے کے بعد قبلۂ عالَم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی کہ آپ عدالت میں یہ بیان دے دیں کہ جو کچھ رجسٹری میں تحریر ہے ویسا ہی ہے اور اصلی مالیت کا ذکر نہ کریں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

''وقت پر جو مناسب ہوگا کہہ دوں گا''

اگلے روز جب جج نے اصلی مالیت کے بارے میں سوال کیا تو قبلۂ عالَم نے فرمایا

''میں نے چار ہزار روپے ادا کیے ہیں اور باقی کا مجھے علم نہیں''

اس پر وکیل صاحب سٹپٹا گئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ فیصلہ قبلۂ عالَم کے خلاف ہو گیا۔ وکیل صاحب اس پر بہت افسردہ ہوئے اور عرض کیا جناب مصلحت بھی کوئی چیز ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

''سچائی کو نقصان نہیں ہوتا۔ یہ زمین میرے قبلۂ عالَم (قبلہ لاثانی صاحب) رحمتہ اللہ علیہ نے عطا فرمائی ہے اسے کوئی نہیں لے سکتا، آپ کیوں گھبراتے ہیں''

اس پر وکیل صاحب خاموش ہو گئے۔

اس اراضی پر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے رہائش کے لیے چند کمرے تعمیر کر رکھے تھے اور کچھ درخت بھی لگائے ہوئے تھے۔ عدالت نے ان مکانوں اور درختوں کی مالیت بارہ ہزار روپے مقرر کی اور مدعی کو ایک ماہ کے اندر اس کی ادائیگی کا حکم دیا۔ مقررہ مدت گزر گئی اور مدعی رقم جمع نہ کرا سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود اپنے حق سے محروم

ہوگیا اور زمین بدستور قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس رہی۔ جب وکیل صاحب کو اس کا پتہ چلا تو وہ آپ کے پاس حاضر ہو کر معذرت خواہ ہوئے اور سچائی کی برکت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔

اہلحدیث علماء کی نظر میں آپ کا مقام

فرقہ اہلحدیث منکرین اولیاء اللہ میں شمار ہوتا ہے۔ یہ لوگ تصوف اور طریقت کے قائل ہی نہیں۔ اس کے باوجود اس طبقہ کے جن حضرات کو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کا اتفاق ہوا، وہ آپ سے نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ آپ کی عظمت کا انکار نہ کر سکے۔

مولوی ابوالحسن محمد یحییٰ صاحب حافظ آباد میں رہتے تھے اور جماعت اہلحدیث کے صدر تھے۔ اولیاء کرام کی شان میں بہت گستاخیاں کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ حافظ آباد تشریف لائے۔ قبلۂ عالَم احباب اور ارادت مندوں کے ساتھ بازار سے گزر رہے تھے۔ مولوی یحییٰ صاحب نے جو اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے جب قبلۂ عالَم کو گزرتے ہوئے دیکھا تو دوڑ کر آپ سے ملاقات کی۔ غایت درجہ احترام سے پیش آئے اور مؤدّب کھڑے رہے۔ جب آپ آگے بڑھ گئے تو مولوی صاحب کہنے لگے

"ایسے بزرگوں کے ہم دل و جان سے عقیدت مند ہیں۔ ان کی شان میں کچھ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتے"

مولوی یحییٰ صاحب نے انکشاف کیا کہ مجھے ریل گاڑی کے ایک ہی ڈبہ میں قبلۂ عالَم کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے پورے سفر کے دوران آپ کو سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتہائی پابند اور ہر گھڑی ذکرِ الٰہی میں مشغول پایا۔ آپ بلاشبہ درویشِ کامل اور مردِ خدا ہیں۔

کیپٹن میاں عبدالمجید صاحب کے تاثرات

کیپٹن میاں عبدالمجید صاحب ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ کالج شکر گڑھ بھی مسلکِ اہلحدیث سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ڈبل ایم اے ہیں، دینی تعلیم سے بھی بہرہ مند ہیں۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے قریباً پچیس سال تک وقتاً فوقتاً ملتے رہے۔ قبلۂ عالَم کے متعلق کیپٹن صاحب نے اپنے تاثرات تحریر کیے ہیں جس میں انہوں نے آپ کی پوری زندگی کا جائزہ اپنے نقطۂ نظر سے پیش کیا ہے۔ یہاں پر ان کے تاثرات ان ہی کی زبان میں من وعن درج ہیں۔

یادش بخیر! 1946ء کا زمانہ تھا۔ میں 29 سالہ اکھڑ مزاج، نماز کا پابند، سچائی کی حمایت اور بے اصولی کی مخالفت میں شدید رَوِیّہ کا حامل نوجوان تھا۔ کھیل کود میں پیش پیش، دینی طور پر اہل حدیث حضرات کے نزدیک، پیروں اور گدی نشینوں سے بہت دور۔ گورنمنٹ ہائی سکول ظفروال میں سینئر انگلش ٹیچر تھا۔

ایک دن ایک شخص نے کہا مجید صاحب! آپ مراڑہ والے شاہ صاحب سے ملیں، آپ یقیناً انہیں پسند کریں گے اور شاید وہ بھی آپ کو پسند کریں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ پیر صاحب ہیں۔ میں نے فوراً کہہ دیا کہ جیسے پیر ہوتے ہیں ویسے ہی ہوں گے اور بات ختم کر دی۔ ایک اور موقع پر کسی دوسرے شخص نے بھی پیر صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا۔ اب میں ذرا چونکا کہ دو مختلف موقعوں پر دو مختلف لوگوں نے ایک ہی بات کہی ہے۔ میں نے اپنے رفیق کار چودھری محمد ابراہیم صاحب سے پیر صاحب کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ واقعی بہتر قسم کے لوگوں میں سے ہیں۔ اس پر ہم دونوں نے اگلے اتوار کی صبح کو مراڑہ جانے کا پروگرام بنایا۔

مئی جون کے دن تھے، چھ آنے میں ہم نے پیر صاحب کے لیے ایک آموں کی ٹوکری خریدی۔ چودھری صاحب کی دونوں ازواج، میری بیوی اور بچوں کو راستے میں سکول کمپاؤنڈ میں چھوڑنے کا پروگرام تھا۔ ابھی ہم سکول کے گیٹ سے کوئی دو سو گز کے فاصلے پر ہی تھے کہ کالی گھٹا اٹھی اور چھم چھم برسنے لگی۔ ہم نے بھاگ کر سکول کے برآمدوں میں پناہ لی۔ آموں کی ٹوکری کھولی، آم دھوئے اور کھانا شروع کر دئے۔ کچھ آپ کھائے کچھ بچوں کو کھلائے۔ ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ شیرینی تو بالکے ہی کھا گئے۔

جب بارش تھمی، ہم نے اپنی قمیصوں کو اتار کر ہوا میں لہرایا اور مراڑہ کی طرف چل دیے۔ پیر صاحب کے ہاں ظہر اور عصر کے درمیان پہنچے۔ پیر صاحب سے بات چیت ہوئی۔ پاس سے گزرتے ہوئے ایک مرید کو پیر صاحب نے فرمایا کہ بھائی ماسٹر صاحبان کو کھانا کھلاؤ۔

میرا اندر والا چور اچھل پڑا، میں نے سوچا کہ اس دیہاتی سوسائٹی میں ہمارے کپڑے نسبتاً سفید ہیں، اس لیے یہ ہماری آؤ بھگت ہو رہی ہے۔ میں نے کہا

''یا حضرت یہاں بے شمار لوگ آتے ہوں گے، یہ تو ممکن نہیں کہ آپ سب کو کھانا کھلائیں۔ پھر ہمارے ساتھ یہ فرق کیوں؟''

پیر صاحب مسکرائے، میری طرف دیکھا اور فرمایا

''اگر یہ بات ہے تو ضرور کھائیے''

تھوڑی دیر بعد صفیں بچھا دی گئیں۔ درونِ خانہ سے بڑی ڈلوں سے روٹیاں لائی گئیں، ساتھ اچار اور شکر تھی، کوئی ایک سو کے قریب مرد ہوں گے جس کو جہاں جگہ ملی صفوں پر بیٹھ گئے۔ پیر صاحب بھی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے، ان کے بچے بھی غالباً اسی مجمع میں موجود تھے۔ میرے ذہن میں یہ خیال بار بار آ رہا تھا کہ پیر صاحب نے بھی وہی کھانا کھایا ہے جو عوام کو دیا گیا ہے۔ مجھے اس شکر اچار اور چپڑی ہوئی روٹی کا کچھ

خاص ہی لطف آیا۔ میں اب کچھ اثر محسوس کر رہا تھا۔

پیر صاحب کے ہاں اس کے بعد میں متعدد مرتبہ گیا، ہمیشہ ان کے ہاں سے کچھ نہ کچھ کھانے کو دل ضد کرتا تھا بلکہ میرا ایک شاگرد محمد بشیر جو کسی چھوٹے تھانیدار صاحب (چودھری غلام علی صاحب ملتان) کا بیٹا تھا۔ اس کے باپ نے اسے پیر صاحب کے ہاں چھوڑ رکھا تھا، میرے کہنے پر پیر صاحب کے ہاں سے میرے لیے ایک آدھ روٹی لے کر آیا کرتا تھا۔ پیر صاحب کے ہاں میں عموماً ہفتہ کے دن عصر کے وقت پہنچا کرتا تھا، رات وہاں ٹھہرتا اور اتوار کو بعداز دوپہر واپس آتا۔

حضرت صاحب سادہ لباس کُرتا، تہبند، چارکونی ٹوپی اور دیسی جوتا استعمال کرتے تھے۔ سردیوں میں موزے بھی پہنتے تھے۔ کرتے کا گلا ایک طرف کو ہوتا اور اوپر والا بٹن عموماً کھلا چھوڑتے تھے۔ حضرت صاحب کے چہرے پر ایک مسلسل مسکراہٹ کھلتی تھی، میں نے کبھی انہیں کھلکھلا کر ہنستے نہ دیکھا۔ زیادہ سے زیادہ چمکتے ہوئے دانتوں کا کچھ حصہ نظر آجاتا۔ حضرت صاحبؒ اپنے پیرومرشد سید جماعت علی شاہ صاحب کا ذکر نہایت ادب سے کرتے، ایک دو مرتبہ ان (سرکار لاثانی) کے صاحبزادے تشریف لائے، نماز کے لیے ان کو امام بناتے۔

میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب دنیاوی معاملات میں بھی مجھ سے زیادہ سُدھ بُدھ رکھتے تھے۔ اُس زمانہ میں میرے ہیڈ ماسٹر ایک برہمن تھے، وہ مجھے اچھا آدمی نہیں سمجھتے تھے اور ہمیشہ تنگ کرنے کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ میں اپنی مشکلات کا ذکر پیر صاحب سے کیا کرتا تھا، مجھے اُن کا یہ فقرہ ”ہر چہ برسر آدم آمد بگذشت“ (کوئی بھی مصیبت آئے بالآخر ٹل جاتی ہے) ساری عمر نہ بھولا۔

حضرت صاحب اپنے مریدوں سے بڑی ہی شفقت سے پیش آتے لیکن غیر اسلامی حرکات سے اُن کو سختی سے منع فرماتے۔ سردیوں اور گرمیوں کی کئی راتیں میں اُن کے ہاں ٹھہرا، جب بھی اٹھا حضرت صاحب کو نوافل میں مشغول پایا۔ شب

بیداری زندگی میں ان کا ایک ہتھیار تھا۔

مراڑہ کے گاؤں میں حضرت صاحب کے ڈیرہ کے نزدیک ہی ایک مرزائیوں کا گھرانہ تھا۔ جو یقیناً حضرت صاحب سے اختلاف ہی نہیں بلکہ دشمنی رکھتا تھا لیکن حضرت صاحب نے اپنے مریدین کو اس مرزائی گھرانے کو کسی قسم کی تکلیف دینے سے سختی سے منع کر رکھا تھا۔

مارچ 1947ء کے آخر میں گندم کے آٹے کی کمیابی تھی، گندم کا آٹا ہندو تاجروں سے منت سماجت کرنے اور زیادہ رقم ادا کرنے سے ہی ملتا تھا۔ مکئی کا آٹا عام ملتا تھا۔ ہندو کی منت سماجت مجھے گوارا نہ تھی۔ میں اور میرے گھر والے کوئی آٹھ دن سے صبح و شام مکئی کا آٹا کھا رہے تھے۔ اتفاقاً ایک دن دسویں کلاس میں ذکر ہو گیا اور میں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ ابھی تک مکئی کا آٹا طبیعت کو ناگوار نہیں گزرا۔

اتفاق یوں ہوا کہ اسی دن واپسی پر سکول کے چند لڑکے حضرت صاحب کو مل گئے۔

حضرت صاحب نے ازراہِ شفقت پوچھا

''ہمارے مجید صاحب کا کیا حال ہے''

ایک لڑکے نے کہہ دیا کہ

وہ آٹھ دن سے صبح و شام مکئی کی روٹی کھا رہے ہیں کیونکہ وہ ہندو دکاندار کی منت کر کے گندم کا آٹا نہیں لینا چاہتے۔

جب وہ لڑکے حضرت سے جدا ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے کہا

''کل صبح سکول جاتے ہوئے ہمارے ہاں سے ذرا ہوتے جانا''

اگلی صبح وہ لڑکے اپنی سائیکلوں پر حضرت صاحب کے ہاں پہنچے تو آٹھ آٹھ دس دس سیر کی دو گندم، ایک ستوؤں اور ایک دھانوں (چاول) کی گٹھڑیاں بندھی پڑی رکھی تھیں۔ لڑکوں سے آپ نے فرمایا

''یہ مجید صاحب کے گھر دے دینا اور ان سے کہہ دینا کہ جب تک آپ کے ہاں یہ

اناج ختم ہوگا، ہمارے ہاں بھی ختم ہو چکا ہوگا اور پھر ہم ایک جیسے ہو گئے ہوں گے"
مئی 1948ء میں میری تبدیلی لارنس کالج گھوڑا گلی ہوگئی۔ 1955ء اور 1957ء کے درمیان میں گورنمنٹ کالج جھنگ میں بطور لیکچرار کام کرتا رہا۔ اس دوران میں حضرت صاحب جب بھی گوجرہ تشریف لاتے میں حاضر خدمت ہوتا۔ وہ اس طرح شفقت سے پیش آتے جیسے کبھی جدا ہی نہیں ہوئے۔ دو مرتبہ دل نے چاہا کہ حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلوں مگر یہ نصیب کی بات ہے کہ آخر فیصلہ کی جرأت نہ کی اور نہ ذکر ہی کر سکا۔

حضرت صاحب کے وصال کے وقت 1969ء میں میں گورنمنٹ کالج لاہور میں تھا۔ اتفاق سے ایک اخبار میں حضرت صاحب کی وفات حسرت آیات کے متعلق سرخی پر نظر پڑی۔ دو دن بعد بروز اتوار دفن کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اتوار کی صبح کو بندہ ریلوے ٹریننگ سکول کے سامنے آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا۔ تھوڑے ہی وقت میں بہت سے پرانے واقف کار دوست شاگرد اور دوسرے اصحاب جو حضرت صاحب کے معتقدین میں سے تھے، جمع ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ پندرہ سال گزر جانے اور وفات کے بعد بھی حضرت صاحب کے چہرہ پر وہی سرخی اور وہی مسکراہٹ کھل رہی تھی۔ ایسا محسوس کر رہا تھا کہ حضرت صاحب ابھی اٹھ کر گویا ہو جائیں گے۔ دفن کرنے کا معاملہ طول پکڑ گیا۔ عصر کا وقت ہو چکا تھا، لوگوں کا جم غفیر تھا، باغ میں جنازہ کی ادائیگی کے بعد جب میت کو واپس ڈیرہ پر لایا گیا تو میں نے محسوس کیا کہ اب حضرت صاحب کے چہرہ پر کچھ زردی سی آگئی ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ حضرت صاحب کو فوت ہوئے تین دن ہو گئے ہیں، گرمی کا موسم ہے، یہ لوگ حضرت صاحب سے زیادتی کر رہے ہیں، ان کو بہت پہلے سے دفن کر دینا چاہئے تھا۔ بہر حال نماز مغرب کا وقت قریب تھا۔ میں نے واپس گھر آنے سے پہلے ایک نظر پھر حضرت صاحب کو دیکھا تو وہی سرخی اور وہی مسکراہٹ اب بھی موجود تھی۔ میرا دل ان کے بلند

مقام ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔

اِس وقت جب کہ میں عمر کے آخری حصہ میں پہنچ چکا ہوں۔ میں اپنی زندگی کے اس دور میں جن دنوں پیر صاحب سے یاری تھی، اپنے آپ کو روحانیت کے بلند مقام پر محسوس کرتا ہوں۔ وہ کیفیت پھر کبھی نصیب نہ ہوئی۔ حج کے دوران جب میں بیت اللہ شریف سے لپٹا تھا، اس وقت ویسی ہی ایک ہلکی سی کیفیت محسوس ہوئی مگر وہ بھی چند لمحوں کے لیے تھی۔

سید چراغ علی شاہ صاحب قبلہ کا دین سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی، ان کی زندگی کا واحد ہتھیار، اللہ تعالیٰ کی عبادت، ان کا خلق ہر چھوٹے بڑے سے شفقت اور ان کا گہنا ایک پیہم تبسم تھا۔ اس گہنے کو وہ اپنے ساتھ قبر میں بھی لے گئے، آپ بڑے ہی خوب مرد تھے۔

میں اب بھی کبھی کبھی سال میں کوئی دو یا تین مرتبہ مزار پر حاضری کے لیے جاتا ہوں اور چپکے سے فاتحہ پڑھ کر واپس آجاتا ہوں۔ حضرت صاحب کے مزار میں جنوب کی طرف کچھ جگہ خالی پڑی ہے، کاش کہ وہ مجھے قبر کے لیے نصیب ہو جائے۔

کیپٹن میاں عبدالمجید عفی عنہ
ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ کالج شکر گڑھ

باب 8

کشف وکرامات

کرامات

کسی مردِ کامل اور سالک بے ریا کا وجودِ مبارک اور روزمرہ کے معمولات چشمِ بینا رکھنے والوں کے لیے کشف و کرامات سے کم نہیں ہوتے۔ ان کی ایک ایک ادا میں رشد و ہدایت کے سرچشمے چھپے ہوتے ہیں۔ سلطان العارفین سلطان باہو کی زبان میں

لُوں لُوں دے مُدھ لکھ لکھ چشمہ اک کھولاں اک کجاں ہُو
اتنا ڈٹھیاں جے صبر نہ آوے ہور کسے ول بھجاں ہُو

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کو جن لوگوں نے بقیدِ حیات دیکھا ہے وہ شاہد ہیں کہ آپ کی حیات ظاہری لاریب ایک مَنارۂ نور تھی۔ دنیا میں بھٹکے ہوؤں کو وہ راہ دکھلاتی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کہا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے شب و روز سُنّتِ مصطفویہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مکمل پیروی سے مزّین تھے، یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو بذاتِ خود بہت بڑی کرامت تھی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کی ولایت کا شہرہ سن کر ایک شخص بیعت کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بیعت ہونے سے قبل کوئی کرامت دیکھنا چاہتا تھا۔ اس غرض سے کئی سال تک ان کی خدمت میں حاضر رہا۔ ایک روز مایوس ہو کر واپس جانے لگا تو حضرت بایزید بسطامی نے اس سے آنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے بتایا کہ میں آپ کی شہرت سن کر بیعت کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ بیعت سے پہلے آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا تھا لیکن افسوس کہ کئی سال خدمت میں رہنے کے باوجود مجھے آپ کی کوئی کرامت نظر نہیں آئی۔ اب مایوس جا رہا ہوں۔ خواجہ بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے دریافت فرمایا

"کیا تو نے اس مدت میں مجھ سے کوئی کام سُنّت کے خلاف سرزد ہوتے ہوئے

دیکھا ہے؟"

وہ شخص بولا

"ایسا تو کبھی نہیں ہوا"

بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

"پابندی سُنّت سے بڑھ کر اور کونسی کرامت ہوسکتی ہے"

یہ سن کر وہ شخص آپ کے دست اقدس پر بیعت ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کو یہ طاقت عطا کر رکھی تھی کہ آپ ہر آنے والے کی قلبی کیفیت سے واقف ہو جاتے تھے۔ بلا سوال اس کے معاملات کو درست فرما دیتے تھے۔ اسی مقام کے بارے میں خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حدیث شریف میں آتا ہے، جب اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو تو صاف دل سے بیٹھو، کیونکہ اہل اللہ دلوں کے جاسوس ہیں جو تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھتے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی مجدّد الف ثانی جلد اول)

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا تصرف عالی نہایت سریع الاثر تھا۔ ایک ہی نگاہ میں قلبی کیفیت کو بدل کر رکھ دیتے۔ جس پر نگاہ فرماتے کئی کئی روز تک مدہوش رہتا۔ تبلیغ کے دوران وارفتگی کے عالم میں اللہ کہتے تو تمام حاضرین پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، جب ہوش آتا تو دلوں کی دنیا بدل چکی ہوتی۔ سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ ایک ہی نظر میں دل کی دنیا کو بدل کر رکھ دیا جائے۔ آنے والے کے ذہن و قلب اور سوچ و فکر کے دھارے بدل جائیں۔ اعمال میں ایسا انقلاب برپا ہو جائے جیسا کٹھالی سے سونا نکل کر ہر قسم کی کھوٹ سے پاک ہو جاتا ہے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ہزاروں دلوں کی دنیا پلٹ دی۔ ایک لمحے میں تقویٰ و پرہیزگاری کی راہ پر گامزن کر دیا۔ بے نماز تہجد گزار اور شب بیدار بن گئے۔

کرامت کے بارے میں آپ کا اندازِ فکر

ایک روز قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ حسب معمول نماز ظہر کے بعد بزرگان دین کے حالات زندگی سن رہے تھے کہ ہفت روزہ ''الجمعیت'' موصول ہوا۔ اس میں حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات کے ذکر میں لکھا تھا کہ

ایک روز حضرت میاں میر گلی سے گزر رہے تھے، آپ نے گلی میں چوہا مرا ہوا دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اٹھ اور بھاگ جا۔ اتنا کہنا تھا کہ چوہا زندہ ہو کر بھاگ گیا۔

قبلۂ عالم نے یہ سنتے ہی سرد آہ بھری اور فرمایا

''میاں میں تو سمجھتا تھا کہ ایڈیٹر بہت سمجھ دار ہوتے ہیں مگر اس میں تو عقل کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ افسوس! اگر یہی کرامت کوئی غیر مسلم پڑھے تو وہ کیا سوچے گا۔ حضرت نے مردہ چوہا تو زندہ کر دیا مگر مخلوقِ خدا کی اصلاح کے لیے کیا کیا۔ اصل بات تو یہ تھی کہ حضرت نے اخلاق و کردار اور اعمال میں جس طرح اصلاح فرمائی، اس کا تذکرہ کیا جاتا تاکہ غیر مسلم بھی پڑھ کر متاثر ہوں۔ کاش ہم اس اہمیت کو سمجھ سکیں''

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی پاکیزہ روحانی زندگی میں بے شمار کرامات کا ظہور ہوتا رہا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے غلامانِ حلقہ بگوش اور عقیدت مندوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز کرتی ہے۔ کوئی فرد ایسا نہیں جس کے ساتھ زندگی میں قبلۂ عالم سے وابستہ فوق العادت واقعات سے واسطہ نہ پڑا ہو۔ آپ سے وابستہ کشف و کرامات کی مصدقہ روایات اتنی کثیر التعداد ہیں کہ اس کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ رنگ رنگ کے ہیرے اور جواہرات اتنے بکھرے پڑے ہیں کہ انتخاب کرنا ممکن نہیں۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ اپنی مبارک زندگی میں کرامات کے ظہور کو اتنا پوشیدہ رکھتے جیسے باکرہ اپنے پہلے مخصوص ایام کو۔ پھر بھی غیر اختیاری کرامات کا ظہور ہوتا ہی رہتا تھا۔ کرامات کا انتخاب ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ بطور تبرک چند ایک واقعات سپرد قرطاس کیے

جاتے ہیں۔

دربارِ رسالت سے حکم

ایک دفعہ جمعرات کے روز ایک خوش پوش نوجوان نے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوکر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا اور ایک ضروری کام سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت قبلۂ عالَم اندر تشریف رکھتے تھے۔ اجنبی کو بتایا گیا کہ آپ تھوڑی دیر تک باہر تشریف لائیں گے، کام کی نوعیت دریافت کرنے پر وہ اجنبی خاموش رہا۔ اتفاق کی بات کہ اس روز قبلۂ عالَم نمازِ ظہر تک باہر تشریف نہ لائے۔ اسی انتظار میں عصر کی نماز کا وقت بھی ہو گیا۔ اجنبی بے چینی سے انتظار کرتا رہا۔

جب قبلۂ عالَم باہر تشریف لائے تو آپ نے اجنبی شخص سے خیریت دریافت کی۔ آنے کی وجہ پوچھی، اس نے بتایا

''میں آج علی الصبح رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے اپنی حاجت عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سید چراغ علی شاہ کے پاس جاکر مدعا بیان کرو۔ وہ والٹن سکول کی مسجد کے پاس ہی رہتے ہیں۔ میں آپ کی تلاش میں یہاں پہنچا ہوں۔ اب آپ مہربانی فرما دیجیے''

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے کمال شفقت سے اسے گلے لگالیا پھر مراقب ہوکر نظرِ التفات فرماتے رہے۔ اس خوش بخت کی دنیا بدل چکی تھی وہ اپنی مراد پاکر کامیاب وکامران شاداں وفرحاں چلا گیا۔

ایک دفعہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما تھے، غلاموں اور حاجت مندوں کا ہجوم تھا، ایک شخص گرد آلود کپڑوں کے ساتھ حاضر ہوا اور آتے ہی آپ کی خدمت میں مؤدّبانہ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے خیریت دریافت فرمائی تو وہ رونے لگا۔ قبلۂ عالَم نے استفسار فرمایا تو وہ کہنے لگا

''چند ماہ قبل میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، میری ایک آنکھ تو پہلے ضائع ہوچکی تھی، دوسری کی روشنی بتدریج کم ہورہی تھی۔ میں نے اپنی بینائی کے لیے آپ سے عرض کیا تھا۔ آپ نے گیارہ بتاشے دم کر کے ہر روز ایک بتاشہ کھانے کو فرمایا تھا۔ میں نے یہ عمل صرف دو دن ہی کیا تھا کہ مجھے وساوس نے گھیر لیا اور سوچنے لگا کہ بینائی کبھی بتاشوں سے بھی واپس آئی ہے۔ میں نے باقی بتاشے نہ کھائے۔ میری بینائی روز بروز گھٹتی گئی۔ اب نظر برائے نام رہ گئی ہے۔ میں تلاوتِ قرآن بھی نہیں کرسکتا جس کا مجھے صدمہ ہے۔ میں ہر وقت اللہ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کے ساتھ بینائی واپس آنے کی دعا کرتا رہتا ہوں۔

دو روز قبل نمازِ تہجد ادا کر کے بیٹھا تھا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہربانی فرمائی اور زیارت بخشی۔ میں نے اپنا سر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں رکھ دیا اور عرض کیا کہ حضور میں اندھا ہو گیا ہوں مہربانی فرمایئے

نبی پاک نے حکم دیا

میرے چراغ علی شاہ نے جو بتاشے تمہیں دیے تھے وہ تم نے کیوں استعمال نہ کیے

میں نے اپنی کوتاہی پر ندامت کا اظہار کر کے معافی طلب کی

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال شفقت ورحمت سے فرمایا کہ

اگر آنکھ کا نور واپس لینا چاہتے ہو تو پھر والٹن چلے جاؤ''

اتنی بات کر کے وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ آپ نے جب رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علی وآلہ وسلم کا فرمان سنا تو طبیعت پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس خوش نصیب کو گلے لگایا، مہربانی فرمائی، بتاشے دوبارہ دم فرما کر دے دیے اور وہ شخص بینا ہو گیا۔

قلم ربانی ہتھ ولی دے لکھے جو من بھاوے
ولیاں نوں رب طاقت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے

(میاں محمد بخشؒ)

علماء پر خصوصی توجہ

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے علماء کرام کی باطنی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ظاہری رہنمائی بھی فرمائی۔ انہیں تبلیغِ اسلام میں ہمہ تن مشغول رہنے کی تلقین فرماتے، ان پر خصوصی باطنی توجہ فرما کر قال کے ساتھ حال بھی سدھارتے۔ ان کی مشکلات تصرف عالیہ سے حل فرماتے۔ آپ نے کبھی کسی عالم کو خالی ہاتھ روانہ نہ فرمایا۔ ان سے ہمیشہ شفقت سے پیش آتے اور انہیں خصوصی توجہ کا مستحق سمجھتے۔ علماء کرام بھی قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا بے حد احترام کرتے، آپ کے پاس عقیدت واحترام سے حاضر ہوتے۔

قبلہ سید محمد شاہسوار علی شاہ روایت کرتے ہیں کہ تقسیم ہند کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ جب ہجرت کر کے بریلی شریف سے پاکستان آگئے تو انہوں نے کئی جگہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کرنے کی کوشش کی مگر کسی مقام پر بھی مناسب بندوبست نہ ہوسکا۔ اس وجہ سے شیخ الحدیث مایوس ہو رہے تھے۔ مولانا غلام نبی صاحب نے اس کا تذکرہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے کیا اور عرض کی کہ دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صاحب کا تبلیغ وتدریس کا سلسلہ جاری فرمادے۔ قبلۂ عالَم نے خصوصی دعا فرمائی اور کہا

"مولانا صاحب کے لیے چھوٹی موٹی جگہ مناسب نہیں، ان کے لیے لائل پور (فیصل آباد) شہر ہی مناسب ہے"

قبلۂ عالَم کے اس ارشاد کو چند ماہ ہی گزرے تھے کہ شیخ الحدیث نے خود لائل پور (فیصل آباد) مستقل سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس کے ساتھ ہی درس و تدریس کا انتظام ہو گیا۔

دار العلوم جامعہ رضویہ کے قیام کے بعد پہلی دفعہ سیدنا امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس منعقد کیا گیا۔ ملک بھر سے مشاہیر علماء کرام تشریف لائے تھے۔ ان

دنوں سید محمد شاہسوار علی شاہ مدرس کی حیثیت سے اس ادارہ سے منسلک تھے، جلسہ کی کارروائی جاری تھی، قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ اچانک جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور چپکے سے جوتیوں کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ آپ نے ساتھیوں کو منع کر دیا کہ میرے آنے کی اطلاع نہ کریں۔ سٹیج پر سید محمد شاہسوار علی شاہ شیخ الحدیث کے پاس ہی بیٹھے تھے، جلسہ گاہ کی کیفیت بدلی ہوئی تھی، عجیب کیف و سرور تھا۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سید خادم حسین شاہ صاحب سید شاہسوار علی شاہ صاحب سے فرمانے لگے

"کیا آپ نے قبلۂ عالم سے ملاقات کر لی ہے"

شاہ صاحب نے پوچھا

"کیا قبلۂ عالم حج سے تشریف لا چکے ہیں؟"

صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے

"قبلۂ عالم اس وقت جلسہ گاہ میں تشریف رکھتے ہیں"

ابھی یہ بات ختم ہی ہوئی تھی کہ قبلہ شیخ الحدیث فرمانے لگے

"شاہ صاحب جلسہ کی عجیب نورانی کیفیت ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں، انوار کی خصوصی بارش ہو رہی ہے"

شاہ صاحب نے جواب دیا

"اس وقت قبلۂ عالم جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہیں"

شیخ الحدیث فرمانے لگے

"چلو میں بھی ان کی زیارت کرتا ہوں"

شاہ صاحب اور شیخ الحدیث سٹیج سے اتر کر جلسہ گاہ میں آپ کے پاس پہنچے۔ قبلۂ عالم چند احباب کے ساتھ جوتیوں کے پاس تشریف فرما تھے۔ شیخ الحدیث نے سٹیج پر چلنے کے لیے عرض کیا مگر آپ نے معذوری ظاہر کر دی۔ تھوڑی دیر بعد عصر کا وقت ہو گیا، آپ رحمتہ اللہ علیہ مسجد میں تشریف لے گئے، نماز کی ادائیگی کے بعد شیخ الحدیث

آپ کے پاس بیٹھ گئے، قبلۂ عالَم نے چند لمحے توجہ فرمائی۔ مولانا صاحب کی کیفیت بدل چکی تھی، آنکھیں پرنم تھیں، قبلۂ عالَم نے اپنی جیب سے چند روپے نکال کر دارالعلوم کے لیے مولانا کو دیے۔ انہوں نے ذرا تامل کیا آپ کے اصرار پر مولانا نے روپے رکھ لیے اور فرمانے لگے

''آپ کا یہ تبرک تاحیات اپنے پاس رکھوں گا''

اس کے بعد قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ شہر میں ایک دوست کے ہاں تشریف لے گئے۔ صبح کے وقت جب شیخ الحدیث کی شاہسوار علی صاحب سے ملاقات ہوئی تو افسوس سے کہنے لگے، کاش قبلۂ عالَم رات میرے ہاں تشریف رکھتے۔ اس کے بعد کہنے لگے

''میں اجمیر شریف رہا ہوں، اس دوران بڑے بڑے علماء کرام اور اولیاء اللہ کی زیارت کی، بریلی شریف میں بھی بڑے بڑے علماء کرام و اولیاء عظام کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا مگر آج تک قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ جیسا ولی نہیں دیکھا، جس کی ایک توجہ نے چند لمحوں میں میری حالت بدل دی''

قریباً ایک سال بعد قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ پھر فیصل آباد تشریف لے گئے۔ شیخ الحدیث کی خواہش پر آپ دارالعلوم بھی تشریف لائے۔ شیخ الحدیث آپ کو چند خاص احباب کی معیت میں اپنی بیٹھک میں لے گئے، جہاں پر بیش قیمت قالین بچھا ہوا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ جوتی اتارنے کے لیے رکے، مولانا صاحب آپ کو کھینچنے لگے کہ آپ جوتوں سمیت ہی اندر تشریف لائیں مگر آپ جوتے اتار کر ہی اندر داخل ہوئے۔ وہاں قبلۂ عالَم چند لمحے ہی ٹھہرے اور توجہ عالیہ فرمائی جس کی برکت سے شیخ الحدیث صاحب کی حالت یکسر بدل گئی۔ اس کے بعد دارالعلوم دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ مولانا صاحب کا حلقۂ ارادت بھی **یدخلون فی دین اللہ افواجا** کے مصداق بڑھتا گیا۔ قبلۂ عالَم کے تصرفِ عالیہ کی برکت سے دارالعلوم جامعہ رضویہ برصغیرِ پاک و ہند میں مثالی درسگاہ بن گیا۔

ایک دفعہ سرکارِ لاثانی علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس پر شیخ التفسیر مفتی احمد یار خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ (گجرات) کو شرکت کی دعوت دینے کے لیے مولانا غلام نبی صاحب نے مولوی عبدالحمید صاحب اور صاحبزادہ سید ارشاد حسین شاہ صاحب کو بھیجا۔ کچھ ردوکد کے بعد قبلہ مفتی صاحب نے دعوت قبول فرمائی ۔ مفتی صاحب تشریف لائے ، رات کو تقریر فرمائی اور صبح واپس گجرات جانے لگے تو قبلۂ عالَم کی خدمت میں اجازت کے لیے پیغام بھیجا۔ قبلۂ عالَم نے ناشتہ کے بعد جانے کے لیے کہا مگر مفتی صاحب پہلے ہی جانے پر مصر تھے۔ آپ مفتی صاحب کو الوداع کرنے کے لیے باہر تشریف لائے ، آپ نے مفتی صاحب کو ایک نظر دیکھا ہی تھا کہ ان پر بے خودی کی حالت طاری ہوگئی۔ کافی دیر کے بعد ہوش سنبھلا تو قبلۂ عالَم کی قدم بوسی فرمائی اور آپ کی کرم نوازی پر بہت ممنون احسان ہوئے۔ بعدازاں مفتی صاحب فرمانے لگے

میرے تین معاملے رُکے ہوئے ہیں، ایک میرا گھریلو معاملہ ہے، دوسرا مدینہ شریف جانے کی منظوری کا انتظار ہے اور تیسرا معاملہ یہ ہے کہ شرح مشکوٰۃ شریف لکھ رہا ہوں، ایک مقام پر رُک گیا ہوں، عقدہ حل نہیں ہو رہا۔ دعا فرمائیں میرے تینوں معاملے حل ہو جائیں۔

قبلۂ عالَم نے فرمایا مشکوٰۃ شریف میں کیا مسئلہ رُکا ہوا ہے بتائیں شاید ہمارے مولوی صاحب حل کر دیں۔ مفتی صاحب فرمانے لگے کہ قرآن مجید میں فرضیتِ نماز مکّہ میں ہوئی جبکہ وضو کی آیات مدینہ میں نازل ہوئیں۔ لہٰذا احکامِ وضو سے پہلے نماز کے لیے وضو کیونکر کیا جاتا تھا۔ آپ نے یہ سن کر پاس ہی بیٹھے ہوئے مولانا غلام نبی رحمتہ اللہ علیہ جو بہت ہی درویش صفت فقیر منش عالم تھے، سے فرمایا:

''مولوی صاحب آپ کو کچھ علم ہے؟''

مولانا غلام نبی صاحب نے فوراً ہی کئی مستند حوالوں سے معاملہ حل فرما دیا۔ مفتی

صاحب جواب سنتے ہی خوش ہو گئے۔ خوشی کے عالم میں مولانا غلام نبی صاحب کو گلے لگالیا اور فرمانے لگے

''اتنے بڑے عالم اور ایسا لباس، خدارا لباس تو ستھرا پہنا کریں۔ اپنا خیال نہیں تو کم از کم علم کی توہین تو نہ کریں''

مولوی صاحب یہ سن کر حسبِ عادت مسکراتے رہے۔

اس کے بعد قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور مفتی صاحب کو الوداع فرمایا۔ مفتی صاحب نے گجرات پہنچتے ہی آپ کی خدمت میں گرامی نامہ تحریر فرمایا کہ آپ کی دعا و برکت سے گجرات پہنچتے ہی میرے باقی دونوں معاملے بھی حل ہو چکے ہیں۔

صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب (آلومہار) کے والد صاحب اور اجداد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کے بلند پایہ بزرگ تھے۔ ان کا فیض متوسلین کے لیے بہت سریع الاثر تھا۔ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب نے اپنے اجداد کی راہ سے ہٹ کر اہل سُنّت و جماعت کی مخالف جماعت مجلس احرار میں شامل ہو کر سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ علماء اہل سُنّت و جماعت ان کے اس فعل کو مستحسن نہ سمجھتے تھے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ انہیں اسلاف کے طریقہ پر واپس لانا چاہتے تھے۔ آپ نے صاحبزادہ صاحب کو اپنے بزرگوں کی تقلید کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے مجلس احرار کو خیر باد کہہ کر جماعت اہل سُنّت میں شمولیت اختیار کی۔ بعض علماء ان کی سابقہ وابستگی کے پیشِ نظر انہیں چنداں اہمیت نہ دیتے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ (فیصل آباد) شہرت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ صاحبزادہ صاحب شیخ الحدیث سے ملنے کے لیے جامعہ رضویہ پہنچے تو اس وقت شیخ الحدیث صاحب دلائل الخیرات پڑھ رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے چنداں التفات نہ فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب مایوس واپس چلے گئے۔ جب اس واقعہ کا علم قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو ہوا تو آپ نے تاسف کا اظہار فرمایا۔

چند روز بعد آپ فیصل آباد تشریف لے گئے تو شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات فرمائی۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے سب سے پہلے سوال کیا کہ مولانا آپ نے صاجزادہ صاحب سے ملاقات کیوں نہ کی۔ شیخ الحدیث فرمانے لگے میں اس وقت دلائل الخیرات پڑھ رہا تھا۔ ان کے اس جواب پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

"آپ کو علم ہے کہ صاجزادہ صاحب کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ دلائل الخیرات تو ان کے گھر کی ہے"

قبلۂ عالَم کے یہ سادہ سے الفاظ سن کر قبلہ شیخ الحدیث پر رقت طاری ہوگئی اور فرمانے لگے مجھ سے بھول ہوگئی۔ اس کے بعد شیخ الحدیث صاجزادہ فیض الحسن صاحب کے ساتھ ہمیشہ حسنِ سلوک سے پیش آتے رہے۔

کرامات

موضع مرجال (سیالکوٹ) میں اہلحدیث علماء نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر دعوتِ مناظرہ دی۔ اُن کی طرف سے اس کا اعلان ٹانگہ پر گاؤں گاؤں جا کر کیا جارہا تھا۔ اعلان کرنے والا جب آستانہ عالیہ مراڑہ شریف کے قریب پہنچا تو مولانا غلام نبی صاحب نے جو قبلۂ عالَم کے غلام تھے، منادی کرنے والے سے کہا کہ جا کر انہیں بتادو کہ تمہاری دعوتِ مناظرہ قبول کر لی گئی ہے اور میں ابھی آرہا ہوں۔

منادی کرنے والے نے جا کر علماء اہلحدیث کو بتایا کہ مراڑہ شریف کے شاہ صاحب کے درویش نے آپ کا چیلنج قبول کرلیا ہے اور وہ ابھی آرہے ہیں۔ علمائے اہلحدیث جن میں مولانا محمد حسین شیخوپوری، مولانا محمد شریف سیالکوٹی اور مولانا احمد دین گکھڑوی شامل تھے، آستانہ عالیہ کے خادم کا سن کر بہت ہنسے۔

مولانا غلام نبی قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے اجازت لی۔ بخاری شریف اٹھا کر مرجال پیدل روانہ ہوگئے۔ مناظرہ کا سن کر اردگرد کے

موضعات (گاؤں) کے لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ مناظرہ کی شرائط میں یہ طے پایا کہ جو جھوٹا ہو وہ خود اٹھ کر عوام میں اس کا اعتراف اور اعلان کرے گا۔ شرائطِ مناظرہ طے ہونے کے بعد جماعتِ اہل حدیث کے بہت بڑے مناظر مولوی احمد دین گکھڑوی نے اصولِ مناظرہ پر گفتگو کرنا چاہی جس پر مولانا غلام نبی صاحب فرمانے لگے

''مولوی صاحب اصولِ مناظرہ سے میں بھی واقف ہوں اور آپ سب بھی جانتے ہیں۔ لہٰذا وقت ضائع نہ کریں اور اصل موضوع پر بلاتمہید دلائل پیش کیے جائیں''

گکھڑوی صاحب اپنی علمیت کا اظہار کرنے پر مصر تھے۔ دورانِ گفتگو میں مولانا غلام نبی صاحب نے انہیں ٹوکا اور فرمایا

''مولانا میں تو آپ کو بڑا فاضل سمجھتا تھا مگر آپ کو تو شارع اور شارح کا فرق بھی معلوم نہیں''

مولانا غلام نبی کی اس گرفت سے گکھڑوی صاحب اکھڑ گئے اور باقی پورا وقت خاموش بیٹھے رہے۔

مولانا غلام نبی رحمتہ اللہ علیہ نے بخاری شریف سے 80 احادیث مبارکہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثبوت میں پیش کیں۔ دلائل سن کر تمام علماء اہلحدیث خاموش ہو گئے اور کہنے لگے

'' ہم نے متعدد بار بخاری شریف کو خود پڑھا اور پڑھایا ہے مگر آج تک ان احادیث پر اس نقطۂ نظر سے غور نہ کر سکے''

شرائطِ مناظرہ کے مطابق مولانا محمد شریف صاحب صدر جماعت اہلحدیث ضلع سیالکوٹ اٹھے اور جلسۂ عام میں اپنی شکست کا اعتراف کیا۔ اس طرح قبلۂ عالَم کے تصرّفِ عالی سے حق کا بول بالا ہوا۔ موضعات کے لوگ خوشی خوشی اور مسرت کے ساتھ جلوس کی شکل میں آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی قدم بوسی کی۔

تقسیمِ ہندوستان کے بعد ہندوؤں نے مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کو ہجرت کر کے پاکستان جانے پر مجبور کردیا۔ راقم السطور کے آباؤ اجداد اور علاقہ کے تمام مسلمان ٹکیریاں (ہوشیار پور ہندوستان) سے نکل کر خالی ہاتھ پاکستان روانہ ہو گئے۔ ٹکیریاں سے قریباً دس میل کے فاصلے پر دسوہہ کے مقام پر اس تحصیل کے تمام مسلمانوں کو گھروں سے نکال کر ایک کھلے میدان میں کیمپ لگا دیا گیا۔ ایک ماہ تک وہاں رکنا پڑا۔ سکھوں کے حملوں کی وجہ سے مہاجر مسلمانوں کی زندگیاں ہر وقت خطرے میں رہتی تھیں۔ سب لوگ جلد پاکستان پہنچنے کے لیے بے تاب ہو رہے تھے۔

قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام ملا کہ اس کیمپ سے پہلے آنے والے قافلے کے ساتھ نہ آئیں اور دوسرے قافلہ میں روانہ ہوں۔ ساتھ ہی یہ حکم بھی فرمایا کہ

یَاحَافِظُ یَا نَاصِرُ

کا ہر وقت ورد کرتے رہیں۔ قبلۂ عالَم کے اس پیغام سے تمام احبابِ طریقت کو آگاہ کر دیا گیا۔ اس پیغام کے چند روز بعد انتظامیہ کی طرف سے نصف کیمپ کو پاکستان کی طرف روانہ ہونے کا حکم دے دیا گیا۔ کیمپ میں مقیم تمام لوگ دوڑ دوڑ کر جلد پاکستان پہنچنے کے لیے قافلہ میں شامل ہونے لگے۔ قبلۂ عالَم کے تمام عقیدت مند اور غلام آپ کے حکم کے مطابق وہیں رکے رہے۔ پہلے قافلے کو روانہ ہوئے ابھی چند روز ہی گزرے ہوں گے کہ دریائے بیاس کے کنارے سکھوں اور ہندوؤں نے اس نہتے قافلہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کا قتلِ عام کر دیا۔ اس قافلہ میں شامل کوئی خاندان ایسا نہیں بچا جس کو جانی نقصان کا صدمہ برداشت نہ کرنا پڑا ہو۔ اس اطلاع پر سب ہی غمگین ہوئے اور قبلۂ عالَم کے ارشادِ گرامی کی مصلحت کا علم ہوا کہ آپ نے کس طرح اپنے غلاموں کو قبل از وقت آگاہ فرما کر جانی نقصان سے بچا لیا۔

دوسرے قافلے پر قبلۂ عالَم کے تصرفِ عالیہ سے کسی دشمن کو حملہ کرنے کی جرات نہ ہوئی اور سارا قافلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں ہر وقت

یَا حَافِظُ یَا نَاصِرُ

کا ورد کرتے ہوئے بخیریت تمام پاکستان پہنچ گیا۔ یہ وظیفہ آج بھی اتنا ہی بابرکت ہے کہ کسی بھی مشکل پریشانی اور مصیبت کے وقت پڑھنے سے قبلۂ عالَم کے تصرّفِ عالیہ سے معاملات ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

صاحبزادہ الحاج سید محمد ارشاد حسین شاہ مدظلہ نے جب قرآن مجید حفظ کر لیا تو اسی سال ستائیسویں رمضان المبارک (لیلۃ القدر) کو قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ نے شبینہ میں قرآن مجید سنانے کا حکم فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب بیان کرتے ہیں

آپ کے اس حکم نے میرے اوسان خطا کر دیے کیونکہ میری منزل ابھی اتنی پختہ نہیں تھی کہ شبینہ پڑھ سکوں۔ مگر انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ چار و ناچار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کر کے مصلیٰ پر کھڑے ہو کر نیت باندھی۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں سورۃ فاتحہ کے بعد الم پڑھنے کا علم ہے، اس کے بعد کچھ معلوم نہیں۔ عالم بے خودی طاری تھا، جب سلام پھیرا تو پتہ چلا کہ اڑھائی گھنٹے میں قرآن مجید سنایا گیا ہے۔ سامعین میں حفاظ کرام کی کثیر تعداد تھی، سب کے سب اس کرامت پر ششدر تھے۔

اسی دن سے تادمِ تحریر صاحبزادہ صاحب ہر سال ستائیسویں رمضان المبارک کو باقاعدگی سے شبینہ میں قرآن مجید سناتے چلے آ رہے ہیں۔ قبلۂ عالَم کی یہ کرامت آج بھی زندہ و تابندہ ہے جس سے مخلوقِ خدا مستفیض ہو رہی ہے۔

صاحبزادہ سید یعقوب حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ دہلی گئے ہوئے تھے۔ آپ کی عدم موجودگی میں ان کا ذہن پراگندہ رہنے لگا، جس کی وجہ سے عبادات میں کوتاہی ہونے لگی۔ اسی ذہنی کیفیت کے پیشِ نظر ضمیر میں ایسی خلش پیدا ہوئی کہ انہوں نے زندگی سے کنارہ کش ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک روز چھری لے کر گنے کے کھیت میں خودکشی کرنے کی نیت سے چلے گئے۔ جونہی

انہوں نے چھری حلق پر پھیرنے کے لیے ہاتھ اُٹھایا، یکدم ان کا ہاتھ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے غیبی ہاتھ نے پکڑ لیا اور فرمایا

ایسا کیوں؟

آپ کے یہ الفاظ سن کران کا ذہن ہر قسم کی بے چینی سے یک لخت خالی ہو گیا اور سکونِ قلب کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ زندگی میں انقلاب آ گیا، ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہنے لگے۔

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ چند روز بعد جب قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ دہلی سے واپس تشریف لائے تو آپ نے آتے ہی پوچھا

''یعقوب حسین ایسا کیوں کیا تھا؟''

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے یہ الفاظ سن کران کے ایمان میں مزید استحکام پیدا ہو گیا۔

غازی عطا محمد مدظلہ بیان کرتے ہیں کہ انقلاب 1947ء سے کافی عرصہ پہلے جب کبھی بندہ کی طبیعت پریشان ہوتی تو قبلۂ عالَم ارشاد فرماتے

''تھوڑا سا وقت ہے وہ مل کر کاٹ لیا جائے تو بہتر ہو گا۔ ارشاد عالی ہوتا کہ یہ جگہ (آستانہ عالیہ مراڑہ شریف) بندہ نے اپنے خالق سے مانگ لی ہے اور کبھی کبھار ڈیرہ کے احاطے میں خوش وخرم پھرتے اور پوچھتے، میاں اس میں کتنی مخلوق سما سکتی ہے''

بندہ عرض کرتا

''جناب اس میں سارا جہاں سما سکتا ہے''

آپ خوش ہو جاتے۔ اس واقعہ کے کئی سال بعد جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو یہ علاقہ بھی پاکستان میں شامل ہو گیا اور مہاجرین کثیر تعداد میں آنے لگے تو پھر بندہ پر حقیقت منکشف ہوئی کہ قبلۂ عالَم کا اشارہ اس طرف تھا۔

شیخِ طریقت سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ نے جب قبلۂ عالَم کو حکمِ خداوندی سے مسند

ارشاد پر متمکن فرمایا تو آپ رشد و ہدایت کی غرض سے قلعہ سوبھا سنگھ بھی تشریف لے گئے۔ آپ کی تلقین سے پیشہ رقص (ناچنے گانے والا) ایک خاندان آپ کے دستِ اقدس پر تائب ہو کر داخل سلسلہ ہو گیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر و فکر کی تلقین فرما کر توجہ باطنی فرمائی تو سب کے سب افراد بے خود ہو گئے۔ جذبہ عشق الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی، نعرہ ہائے اللہ اللہ کی آواز دور دور تک جانے لگی۔ جب کئی روز گزرنے کے بعد بھی ان کے جذبہ میں فرق نہ آیا تو گاؤں کے لوگ گھبرا کر سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال سے آگاہ فرمایا۔ سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے توجہ فرمانے سے ان لوگوں کی وہ کیفیت جاتی رہی۔

سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ ایک بدکردار خاندان کو منحوس پیشہ سے نکال کر نیک و پارسا بنا دینے پر قبلۂ عالم سے بہت خوش ہوئے۔ ساتھ ہی فرمایا

''شاہ صاحب کستوری (روحانیت) رُوڑی (کوڑے کے ڈھیر) کا مال نہیں''

میرے (راقم الحروف کے) دفتر میں افسران کی پارٹی بازی تھی۔ میرے شعبہ کا انچارج تبدیل ہو گیا اور مخالف گروپ کا افسر ہمارے شعبہ میں لگا دیا گیا۔ وہ انتقام لینے اور کینہ پروری میں بہت ہی مشہور تھا۔ میرے تعلقات پہلے افسران سے اچھے تھے لہٰذا نئے افسر نے مجھے بھی مخالف گروپ میں سمجھ کر میرے خلاف انتقامی کارروائی کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا جس کا اظہار انہوں نے اپنا عہدہ سنبھالتے ہی برملا کر دیا اور مجھے دھمکی بھی دی۔ میں ایک ماتحت ہونے کی حیثیت سے بتقاضائے بشری پریشان تھا۔ اسی پریشانی میں قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آستانہ عالیہ والٹن شریف پہنچا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نمازِ عصر ادا فرما کر چارپائی پر لیٹے ہوئے وظائف ذکر و فکر میں مشغول تھے۔ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چہرۂ اقدس کے سامنے غمگین بیٹھا دفتری پریشانی کی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

قبلۂ عالم عصر کی نماز ادا فرما کر مغرب تک وظائف میں مشغول رہتے تھے اور کسی

سے کلام نہ فرمایا کرتے تھے، مجھے بھی کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ میرا یہ خیال تھا کہ آپ خود ہی سب حال سے واقف ہیں، زبان سے عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اپنی سوچ میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک قبلۂ عالَم نے ذرا اونچی آواز میں پڑھا جس کا مجھے کچھ احساس نہ ہوا۔

آپ نے پھر دہرایا تو مجھے احساس ہوا۔

جب آپ نے تیسری بار ایسی ہی تکرار کی تو میں نے سنا کہ قبلۂ عالَمؒ

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَ ءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ

بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

(سورۃ الحج آیت 65)

پڑھ رہے تھے۔

یہ آیت مبارکہ سنتے ہی مجھے سکون مل گیا۔ آیت کا مفہوم بھی از خود سمجھ میں آ گیا اور میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اس آیت مبارکہ کو ہر وقت پڑھتے رہنا چاہئے۔ اس کی برکت سے تمام معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ جونہی مجھے ایسا احساس ہوا، آپ رحمتہ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔ مجھے بھی سکون مل چکا تھا اور کسی قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی کا احساس تک نہ رہا تھا۔ اس کے بعد میں اکثر اس کا ورد کرتا رہا۔ چند ہی روز بعد وہی افسر جو مجھے انتقامی دھمکیاں دے رہا تھا، آپ کے تصرف عالیہ سے نہ صرف میرا مداح ہو گیا بلکہ اپنی ریٹائرمنٹ تک میری بہت ہی عزت کرتا رہا۔ میرا اب بھی یہی معمول ہے کہ جب دنیاوی فروگزاشتوں کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہوں، اسی وظیفہ کا تکرار کرنا شروع کر دیتا ہوں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی برکت سے تمام مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔

جناب حاجی غلام محمد صاحب (چک نمبر 215 گ ب) فیصل آباد بہت درویش صفت اور سادہ لوح انسان ہیں، انکی مالی حالت بہت اچھی نہ تھی۔ اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ حج کی نعمت سے مشرف ہوئے تو گاؤں کے حاسد قرابت داران کے درپے آزار ہو گئے۔ کئی بار جھوٹے مقدمات میں پھنسانے کی کوشش کی مگر قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ کرم سے مخالفین ہی ذلیل و رسوا ہوتے رہے۔ مسلسل رسوائی نے انہیں غلام محمد صاحب کو قتل کر دینے کی سازش کرنے پر مجبور کر دیا۔ دشمنوں کے اس مذموم ارادہ کی خبر غلام محمد صاحب تک بھی پہنچ گئی، وہ بہت گھبرائے اور سیدھا آستانہ عالیہ مراڑہ شریف قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رو رو کر تمام واقعات بیان کیے۔ اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے آپ سے مفتاح اللطائف پڑھنے کی اجازت مانگی۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ قصیدہ فارسی میں ہے، کس طرح یاد کرو گے۔ تم نے قصیدہ غوثیہ نہیں پڑھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ پڑھا ضرور ہے لیکن زبانی یاد نہیں۔

قبلۂ عالم فرمانے لگے، میاں اسی طرح غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ان کا ایک مرید حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ مجھے فلاں فلاں شخص ناحق قتل کرنا چاہتا ہے۔ میں ان کے ظلم سے ڈرتا ہوں۔ مرید کی یہ بات سن کر غوث پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَال

اے میرے مرید ڈر نہ، میرا رب اللہ ہے، جو تجھے قتل کرنے آئیگا خود قتل ہو جائیگا۔

جب قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے یہ پڑھا اور اللہ کے نام پر ضرب لگائی تو ساری مجلس پر رقت طاری ہو گئی۔ بے خودی میں سب کی زبان پر اسم ذات ''اللہ'' کا ورد جاری ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے اس شعر کو اپنے دستِ اقدس سے کاغذ پر لکھ دیا۔ غلام محمد

صاحب جب واپس گھر آئے تو ان کا ایک دشمن کسی قتل میں ملوّث ہو چکا تھا اور دوسرا دشمن جو کسی اور معاملہ میں قید تھا پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ باقی سب شرمسار تھے اور اپنی سابقہ زیادتیوں پر نادم ہو کر معافی مانگنے لگے۔ اس طرح آپ کے تصرف عالی سے دشمن ذلیل و خوار ہو کر معافی مانگنے پر مجبور ہو گئے۔

حاجی حسن دین صاحب (ڈجکوٹ ضلع فیصل آباد) بیمار ہو گئے۔ جب بیماری بڑھی تو حاجی صاحب کو لاہور میو ہسپتال داخل کروا دیا گیا۔ ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد آخری مرحلہ کی تپدق کے مہلک مرض کا انکشاف کیا اور بتایا کہ زندگی کی امید کم ہے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو ان کی بیماری کا علم ہوا تو آپ اُن کی عیادت کے لیے ہسپتال تشریف لائے۔ حاجی صاحب کی صحت واقعی مخدوش تھی۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ حاجی صاحب کو اپنے ساتھ ہی مراڑہ شریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر حاجی صاحب سے پوچھا

"آپ کا دل کس چیز کے کھانے کو چاہتا ہے"

انہوں نے کہا

"مکئی کا سٹہ کھانے کے لیے دل بے تاب ہے"

قبلۂ عالَم نے خدام کو حکم دیا

"حاجی صاحب کو ان کی خواہش کے مطابق مکئی کا سٹہ بھون کر کھلائیں"

یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ خدام جب سٹہ دینے لگے تو صاحبزادہ سید محمد مقبول حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ جو حکیم حاذق بھی تھے، فرمانے لگے

سٹہ مت دینا، یہ ان کے لیے زہر قاتل ہے

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ جب دوبارہ باہر تشریف لائے تو آپ نے استفسار فرمایا

حسن دین کو سٹہ کھلا دیا ہے؟

خدام نے صاحبزادہ صاحب کی رائے بتائی۔ آپ نے پھر حکم دیا اور اپنے سامنے

حاجی حسن دین صاحب کوسٹہ کھلا دیا۔

صاحبزادہ سید مقبول حسین شاہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ مریض اب چند گھنٹوں کا مہمان ہے مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ حاجی صاحب لمحہ بہ لمحہ صحت یاب ہونا شروع ہو گئے۔ حاجی صاحب چند ہی روز میں چلنے پھرنے لگے۔ صحت یابی کے بعد حاجی صاحب واپس ڈجکوٹ جانے لگے۔ خدام نے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی کہ جناب اب حاجی حسن دین صاحب محنت مزدوری کرنے کے قابل نہیں رہے ان کے لیے کسی اور کاروبار کا بندوبست فرمادیں۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے دعا فرمائی۔ اس وقت حاجی صاحب بہت وسیع کاروبار کے مالک خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔

ایک دفعہ قبلۂ عالَم سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے، قلعہ سوبھا سنگھ کی مائی لکھی جو سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی برکت سے پیشہ رقص سے تائب ہو کر نہایت پرہیز گار اور پابند صوم وصلوٰۃ ہو چکی تھی، اپنے برادرِ عزیز عمر حیات کو شہنشاہ لاثانی کے پاس داخلِ سلسلہ کروانے کے لیے حاضر ہوئی۔ قبلہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اسے داخلِ سلسلہ فرما کر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو فرمایا

''شاہ صاحب! عمر حیات کو علیحدگی میں لے جا کر ذکر شغل مراقبہ اسم ذات جل سلطانہ مع وظائف بتلا دیں''

ساتھ ہی ارشاد فرمایا

''یہ لوگ ذرا سخت جان ہوتے ہیں۔''

حسب الحکم قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے عمر حیات کو مراقبہ کا طریقہ بتلا کر توجہ فرمائی تو اس کے دل میں جذبۂ عشقِ الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی اور بے خود ہو کر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ نعرہ ہائے اللہ اللہ دور دور تک سنائی دے رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شاید اب یہ بھی خواجہ باقی باللہ کے نانبائی کی طرح اسی حال میں واصل بحق ہو جائے

گا۔اس کی یہ حالت ظہر سے لے کر مغرب تک برقرار رہی۔مغرب کے بعد جذبہ ساکن ہوا،عمر حیات منحوس پیشہ سے نکل کر دیندار ہو گیا۔

حاجی دین محمد صاحب کے بڑے بیٹے میاں عبدالعزیز کے ہاں یکے بعد دیگرے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔حاجی صاحب دل گرفتہ ہو کر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اولادِ نرینہ کے لیے ملتجی ہوئے۔آپ نے ارشاد فرمایا

''اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اب تین بیٹے عطا فرمائے گا۔ایک کا نام نثار احمد دوسرے کا نام مختار احمد اور تیسرے کا نام سردار احمد رکھنا''

قبلۂ عالَم کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں یکے بعد دیگرے تین صاجبزادے عطا فرمائے۔

ایک بڑے زمیندار کے پاس قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا ایک غلام مسمی محمد شریف ملازم تھا۔زمیندار نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں مگر کسی بیوی سے اولاد نہ ہوئی۔دولت کی فراوانی تھی، بے شمار ڈاکٹر اور اطبا سے علاج کروانے کے علاوہ بزرگوں کے پاس بھی حاضر ہوتا رہا مگر اولاد کی نعمت سے محروم رہا۔اپنی عمر کی ساٹھ بہاریں گزار چکا تھا،امید کی کوئی کرن نظر نہ آئی۔مایوسی غالب ہو چکی تھی۔ایک روز زمیندار اپنے ملازم سے کہنے لگا

''میں اولاد کی امید سے مایوس ہو چکا ہوں اگر تم اپنے مرشد سے عرض کرو تو شاید اللہ تعالیٰ مجھے اولاد کی نعمت سے نواز دے''

محمد شریف نے زمیندار سے کہا

''آپ میرے ساتھ چلیں۔میرے مرشد کی دعا سے اللہ تعالیٰ ضرور کرم فرمائے گا''

چودھری صاحب محمد شریف کے ہمراہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آستانہ عالیہ والٹن شریف حاضر ہوئے اور عرض کی۔آپ نے تھوڑا سا توقف فرما کر صاحبزادہ حافظ سید محمد ارشاد حسین شاہ مدظلہ کو سورۃ مریم کا پہلا رکوع لکھ کر چودھری صاحب کو

دینے کا حکم فرمایا۔ تعویذ لکھنے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

''اسے اپنی بیوی کے گلے میں ڈال دینا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے'' چودھری صاحب نے تعویذ لے کر عرض کی

''میری چار بیویاں ہیں، کس بیوی کے گلے میں تعویذ ڈالوں؟''

قبلۂ عالَم نے اس پر خفگی کا اظہار فرمایا اور کہا

''اچھا جس بیوی سے اولاد چاہتے ہو اس کے گلے میں ڈال دینا''

چودھری صاحب تعویذ لے گئے اور تقریباً ایک سال بعد حاضر ہوئے اور بتایا کہ قبلۂ عالَم کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں چاند سا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ اب وہ لڑکا جوان ہو چکا ہے اور اپنے باپ کی جائیداد کا وارث ہے۔

تھا قابل امداد میرا حال پریشاں
کر ہی نہ سکا کوئی بھی مشکل میری آساں
کام آئے مصیبت میں مگر سید جیلاں
سرکار کی امداد مجھے یاد رہے گی
دیوانے کی دنیا ہے یہ آباد رہے گی

صاحبزادہ سید عبداللہ شاہ (سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے) بیان فرماتے ہیں راولپنڈی کا ایک شخص سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر کاروبار کے سلسلے میں کوئٹہ چلا گیا۔ بیعت کے تیس چالیس سال بعد اس کے دل میں اپنے مرشد کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ وہ سیدھا کوئٹہ سے علی پور شریف پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کو وصال فرمائے عرصہ دراز گزر چکا ہے۔ یہ سن کر اسے بہت صدمہ ہوا۔ زیارت کا شوق بے قرار کیے ہوئے تھا۔ اس نے آہ و بکاہ شروع کر دی اور کہنے لگا کہ اگر مجھے سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت نہ ہوئی تو میں یہیں

سر پٹخ پٹخ کر مر جاؤں گا۔ اس کا یہ دیوانہ پن دیکھ کر صاحبزادہ سید عبداللہ شاہ صاحب اس کو ساتھ لے کر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ والٹن تشریف لائے تا کہ آپ سے عرض کی جائے کہ اس شخص کو سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف فرمائیں۔

صاحبزادہ سید عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں

جونہی ہم دونوں قبلۂ عالَم کے حجرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سامنے چارپائی پر سرکار لاثانی رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ ہم نے سلام کیا، محویت کے عالم میں قبلہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے مستفیض ہوتے رہے۔ ذہن میں یہ خیال تک نہ گزرا کہ ہم کہاں بیٹھے ہیں۔ دس منٹ تک اسی کیفیت میں گردوپیش سے بے نیاز قلبی طمانیت حاصل کرتے رہے۔ جب قبلۂ عالَم کی آواز کانوں میں پڑی کہ صاحبزادہ صاحب کیسے تشریف لائے۔ اس آواز کے ساتھ ہی دیکھا تو یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ سامنے چارپائی پر سرکارِ لاثانی علی پوری رحمتہ اللہ علیہ نہیں بلکہ قبلۂ عالَم تشریف فرما تھے۔ صاحبزادہ صاحب اس مہربانی پر آپ کے بہت شکر گزار ہوئے اور فرمانے لگے

''جس آرزو کو لے کر ہم علی پور شریف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، وہ آپ نے آتے ہی پوری فرمادی''

جرپال (سیالکوٹ) سے موج دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے بچے کمسنی ہی میں مر جایا کرتے تھے۔ ایک روز مایوسی کے عالم میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اولاد کے لیے التجا کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے صاحبزادہ سید محمد ارشاد حسین شاہ سے تعویذ لکھوا کر دیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا، اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا۔ آپ کے تصرف عالیہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا عطا فرمایا مگر تین برس کا ہو جانے کے باوجود قوّتِ گویائی سے محروم تھا۔ قبلۂ عالَم جرپال تشریف لائے تو اس بچے کو آپ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا جناب یہ باتیں نہیں کرتا۔

آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا

"نہیں میاں یہ بہت جلد باتیں کرے گا"

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے اس ارشاد کے تیسرے روز ہی بچے نے باتیں شروع کر دیں۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے وصال مبارک سے قریباً ایک سال قبل راقم الحروف، چھوٹے بھائی مرزا سراج احمد اور برادر طریقت قاضی محمود مظفر صاحب آپ کی زیارت کے لیے آستانہ عالیہ والٹن حاضر ہوئے۔ اس وقت قبلۂ عالم درخت کے سائے میں بالکل اسی مقام پر جہاں اس وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار اقدس ہے، چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر حاجی مہر دین صاحب سمندری والے چند قلمی آم لے کر آئے تھے، جو وہ کاٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہے تھے۔ قبلۂ عالم اس وقت بہت خوش نظر آرہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا

"کیا آج ہم جس طرح آپ کے پاس خوش وخرم بیٹھے ہیں، قیامت کے روز بھی اسی طرح اکٹھے ہوں گے؟"

قبلۂ عالم نے مسکراتے ہوئے فرمایا

"اِنْ شاءَ اللہ ہم قیامت کے روز بھی شہنشاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی برکت سے اسی طرح اکٹھے ہوں گے"

پھر فرمایا

دوستوں (مریدوں) کی بات ہی الگ ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر کسی نے فقیر کی مجلس میں ایک لمحہ بھی گزارا ہوگا، وہ بھی اِنْ شاءَ اللہ آخرت میں ناکام ونامراد نہ رہے گا

موضع بھیٹاں (ہوشیار پور ہندوستان) میں ایک فقیر سائیں کالو شاہ قیام پذیر تھا۔ جو آگ پر پکی ہوئی کوئی چیز نہ کھاتا تھا۔ جب دل چاہتا کسی کے گھر سے دودھ منگوا لیا کرتا۔ اگر کسی وقت کسی نے دودھ دینے سے انکار کر دیا تو اس کی بھینس دودھ کی

بجائے خون دینا شروع کر دیتی تاوقتیکہ اس فقیر بابا کو راضی نہ کر لیا جاتا۔ گاؤں کے باشندے ہر وقت خوفزدہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ اس گاؤں میں تشریف لائے، آپ کو اس صورتِ حال سے مطلع کیا گیا، راستے میں ایک شخص فقیر بابا کے لیے دودھ لیے جارہا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے استفسار فرمانے پر اس شخص نے بتایا کہ میں فقیر بابا کے لیے دودھ لے کر جارہا ہوں۔ قبلۂ عالَم نے اس دودھ میں اپنی انگلی ڈالی اور چل دیے۔

سائیں بابا دودھ پینے لگا تو اس نے دیکھا کہ اس کے برتن میں دودھ کی بجائے خون ہے۔ اس پر فقیر بابا سمجھ گیا کہ اب اس کا یہ دور ختم ہو چکا ہے۔ وہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مؤدّب ہو کر معافی کا طلبگار رہا۔ اس کے بعد گاؤں والوں کو اس فقیر بابا سے نجات مل گئی۔ قبلۂ عالَم کا تصرف عالی داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ (لاہوری) کے رائے راجو (جوگی) والے واقعہ سے کتنی مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ اکبر۔

بابا بڈھے خان صاحب قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے ڈیرے میں خدمت سرانجام دیا کرتے تھے۔ ضعیف العمری کے باوجود طبیعت کے ہنس مکھ تھے۔ ایک روز معمول کے مطابق مکئی کے کھیتوں میں نگرانی کے لیے جانے لگے تو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا

''میاں کہاں جارہے ہو؟''

بابا نے کہا مکئی کے کھیتوں میں نگرانی کے لیے جارہا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا

''یہاں ڈیرے ہی پر رہو جس کے کھیت ہیں وہ خود ہی نگرانی کرے گا''

تعمیل حکم میں بابا صاحب ڈیرے ہی پر رہے۔ بابا جی ڈیرہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد خدام کا گزر ہوا تو دیکھا کہ بابا صاحب انتقال فرما چکے تھے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو علم ہوا تو آپ بہت افسردہ ہوئے۔ جب انہیں غسل دینے لگے تو قبلۂ عالَم نے فرمایا

''انہیں تالاب میں نہانے کا بہت شوق تھا لہٰذا انہیں ڈیرہ سے ملحقہ تالاب پر لے جا کر غسل دیں''

میت کو تالاب کے کنارے پر رکھ کر غسل دینا شروع کیا تو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ خود اپنے دست مبارک سے پانی ڈالتے رہے۔ غسل اور کفن دینے کے بعد آپ نے چودھری فخر دین صاحب سے فرمایا کہ بابا صاحب کی قمیص کی جیب میں دیکھیں کیا ہے، جب جیب میں ہاتھ ڈالا تو ایک نمک کی ڈلی نکلی۔ اس پر آپ نے فرمایا

''نہ گائے نہ بچھی طبیعت رہی اچھی''

اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ قبلۂ عالَم کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلنے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہونے تھے کہ بابا جی کا چہرہ جو وفات کے بعد مرجھایا ہوا تھا، عالم شباب کی طرح چمک اٹھا اور چہرہ سے نور کی شعاعیں اٹھنے لگیں۔ اس پر قبلۂ عالَم نے چودھری فخر دین صاحب کو حکم دیا کہ بڈھے خان کو جلد دفن کر دو۔ بابا صاحب کے چہرے پر اتنی نورانیت موجزن تھی کہ نظر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ مگر آپ کے اصرار پر فوراً دفن کر دیا گیا۔ بعد ازاں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے دفن میں جلدی کرنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا

''میاں سرکارِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی برکت سے بابا بڈھے خان صاحب پر حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اتنی رحمت ہو رہی تھی کہ اگر مزید کچھ دیر باہر رکھا جاتا تو سارا ڈیرہ چمک اٹھتا اور قیامت تک روشنی مدھم نہ ہوتی۔ جس کی شریعت مطہرہ اجازت نہیں دیتی''

ایک دفعہ مائی حاجن والدہ ملک بلوچ دین اپنے چھوٹے بیٹے ملک فضل دین اور اپنی برادری کے چند ساتھیوں کو لے کر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کرنے لگی کہ میں انہیں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لائی ہوں۔ ان پر ایسی توجہ فرمائیں کہ ان کے دل اللہ کریم کی یاد میں مشغول ہو جائیں۔

مائی صاحبہ کی اخلاص بھری التجا پر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان پر توجہ فرمائی تو سبھی پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ سکر کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مسلسل ذکر میں مشغول تھے اور ظاہری ہوش وحواس نہ رہے۔

دو دن تک ایسی کیفیت دیکھ کر مائی حاجن صاحبہ پریشان ہوگئیں اور گھبرا کر قبلۂ عالَم سے عرض کرنے لگیں کہ اگر یہی حالت رہی تو یہ سب مر جائیں گے، ان پر رحم فرمائیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے پھر توجہ فرمائی اور آپ کے تصرف عالیہ کی برکت سے سب ہوش میں آ گئے۔ ملک فضل دین صاحب پر توجہ عالیہ کا ایسا اثر ہوا کہ ان کے دل کی دنیا بدل گئی اور ذکر وفکر کے ساتھ ساتھ سُنّتِ نبویؐ اور عشق مصطفوی علیہ الصلوٰۃ و التسلیم میں تادم زیست سرشار رہے۔

صاحبزادہ سید امداد حسین شاہ صاحب کا پہلا بچہ بیمار تھا۔ ایک روز یکا یک گھر سے رونے کی آواز آئی۔ چودھری فخر دین صاحب نے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو آ کر بتایا کہ بچے کی حالت غیر ہوچکی ہے، آپ گھر تشریف لے چلیں۔ جب آپ اندر پہنچے تو دیکھا کہ بچہ زندگی کے آخری سانس لے رہا ہے۔ قبلۂ عالَم بچے کے سرہانے کھڑے ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا

"مولا کریم، یہ سبھی گھر والے تیری بارگاہ سے اس بچے کو مانگ رہے ہیں"

ابھی زبان سے اتنے الفاظ نکلے ہی تھے کہ بچہ یکا یک ٹھیک ہوگیا۔ اس بات پر تمام اہل خانہ بہت خوش ہوئے اور آپ باہر تشریف لے آئے۔ دوسرے روز بچے کی طبیعت پھر اچانک خراب ہوگئی، آپ کو اندر بلایا گیا، قبلۂ عالَم نے پھر دعا فرمائی، بچہ پھر تندرست ہوگیا۔ تیسرے روز جب بچے کی طبیعت پھر خراب ہوئی تو آپ بچے کے پاس تشریف لے گئے اور ہاتھ اٹھا کر فرمانے لگے

"اگر تیری رضا اس بچے کی موت ہے تو میں اس پر راضی ہوں"

یہ الفاظ ابھی ختم نہ ہوئے تھے کہ بچے کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ اس پر

اہلِ خانہ رونے لگے تو آپ نے رونے سے منع کرتے ہوئے فرمایا

"ایسا نہ کرو اللہ تعالیٰ جلد ہی اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا"

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صاحبزادہ صاحب کو نو بچے عطا فرمائے۔

ایک دفعہ سردی کے موسم میں چک نمبر 26 (ضلع رحیم یار خان) سے حاجی محمد دین صاحب کے ہمراہ ایک ضعیف العمر مائی صاحبہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ رات کا کچھ پہر گزرا تھا کہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ بار بار اپنی زبان سے کہہ رہے تھے کہ میں مر گیا مجھے بچاؤ۔ طبیعت میں بہت زیادہ بے قراری تھی، خلاف معمول آپ کی زبان سے ایسے الفاظ سن کر خدام حیران پریشان ہو رہے تھے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بالآخر آپ نے خدام کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ ساتھ والے کمرے میں دیکھو، جب خدام بھاگ کر اس کمرے میں گئے، جہاں مائی صاحبہ ٹھہری ہوئی تھیں تو دیکھا وہ بی بی مصلیٰ پر نماز پڑھتے ہوئے سخت سردی کی وجہ سے ٹھٹھری ہوئی بے ہوش پڑی تھی۔ سردی کی شدت کی وجہ سے وہ اپنے پاس پڑا ہوا لحاف بھی نہ اوڑھ سکیں، مائی صاحبہ کی یہ حالت دیکھ کر تمام خدام گھبرا گئے، فوری طور پر لحاف دیا گیا اور کمرے کو گرم کیا گیا۔ کئی گھنٹے کے بعد مائی صاحبہ کی حالت سدھری، تب خدام پر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی اس بے قراری کا عقدہ کھلا۔

موضع کوڑے کے سامنے والٹن روڈ کی دوسری طرف سینکڑوں ایکڑ زرعی زمین بارڈر پولیس نے اپنی تحویل میں لے کر اس پر دفاعی منصوبے کے تحت نشانات لگا دیے۔ موضع کوڑے کے اس زرعی زمین کے مالکین کا قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلۂ ارادت تھا، موضع کے امام مولوی چراغ دین صاحب کو لے کر چودھری جلال الدین نمبردار، چودھری علی محمد صاحب اور چند دیگر ساتھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے

"ہمارا سارا اثاثہ یہی زرعی زمین تھا، جس پر بارڈر پولیس نے باضابطہ قبضہ کر لیا

ہے۔آپ مہربانی فرمائیں تاکہ ہماری یہ اراضی ہمیں واپس مل جائے"

قبلۂ عالَم نے توجہ عالیہ فرمائی اور فرمایا

"تمھاری زمین پر کوئی قبضہ نہیں کرسکتا۔اس پر تمہارا ہی قبضہ ہے، ابھی جاؤ اور اس پر اپنی فصل کاشت کرو"

سب خوشی خوشی واپس چلے گئے اور کاشت شروع کردی۔چند روز ہی گزرے تھے کہ بارڈر پولیس نے اس زمین سے ازخود دستبرداری کا اعلان کردیا۔

حکیم عنایت اللہ صاحب ظفروال (ضلع سیالکوٹ) بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز حج پر جانے کے لیے ان کی طبیعت یک لخت بے قرار ہوگئی۔حج کے لیے درخواستیں جمع کرانے کا وقت بھی گزر چکا تھا۔خوش نصیب حضرات حج کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ طبیعت کی بے قراری نے فوراً ہی حج پر روانہ ہونے کے لیے مجبور کر رکھا تھا۔اسی جذبے میں اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر حج کے لیے روانہ ہونے سے پہلے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ کی قدم بوسی کی۔بعدازاں حج پر روانہ ہونے کا اظہار کیا۔آپ نے سن کر فرمایا

"حکیم صاحب حج پر ضرور جانا چاہئے"

خصوصی دعا فرما کر حکیم صاحب کو کراچی کے لیے روانہ کردیا اور فرمایا

"اللہ تعالیٰ کوئی سبب بنادے گا"

کراچی چند روز قیام کے دوران میں انہوں نے بہت کوشش کی کہ جہاز میں دو سیٹیں مل جائیں مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔پریشانی کے عالم میں اپنی اہلیہ سے کہنے لگے اگر خدانخواستہ حج پر جانے کا کوئی بندوبست نہ ہوا تو ہم واپس گھر نہیں جائیں گے۔ پریشانی کے عالم میں رات سو گئے خواب میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ ملے اور فرمانے لگے

"حکیم صاحب فلاں لانچ میں دو جگہیں خالی ہیں، فوراً جا کر کرایہ جمع کرادو"

حکیم صاحب اسی وقت اٹھے اور اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ کام بن گیا ہے۔ ابھی قبلۂ عالَم بتا کر گئے ہیں میں ابھی جا رہا ہوں تا کہ کرایہ جمع کرا سکوں۔ حکیم صاحب کی بیوی کہنے لگیں حکیم صاحب آپ کو وہم ہو گیا ہے اور کوئی بات نہیں۔ حکیم صاحب اسی وقت آپ کی بتائی ہوئی لانچ کی طرف گئے، وہاں جا کر خالی سیٹ کا معلوم کیا تو لانچ والوں نے جواب دیا کہ دو سیٹیں خالی ہیں، اگر جانا ہے تو صبح کرایہ جمع کرا دو۔ حکیم صاحب خوشی خوشی واپس آئے اور اپنی اہلیہ کو بتایا کہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا حکم درست تھا۔ اگلی صبح حکیم صاحب نے کرایہ جمع کروایا اور حج پر روانہ ہو گئے۔

سید محمد شاہ سوار علی شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ رائے چک ضلع فیصل آباد کا پانی کڑوا اور نا قابل استعمال تھا۔ گاؤں کے لوگ پینے کے لیے نہر اور تالاب کا پانی استعمال کرتے تھے۔ جامعہ چراغیہ کے قیام کے بعد وہاں ایک ہینڈ پمپ لگوایا گیا جس کا پانی شیریں اور خوش ذائقہ تھا۔ اس گاؤں کے تمام نلکے کڑوے تھے، گاؤں کی ساری آبادی جامعہ کے ہینڈ پمپ سے اپنے استعمال کے لیے پانی لے جاتی۔ جس روز جامعہ چراغیہ رائے چک سے گوجرہ منڈی منتقل ہوا، اسی ہینڈ پمپ سے پانی کڑوا آنے لگا۔

غازی عطا محمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ ستمبر 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دنوں میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سمندری (فیصل آباد) میں موجود تھے۔ آستانہ عالیہ مراڑہ شریف میں صوفی عظمت علی اور بشیر احمد صاحب غازی عطا محمد صاحب کے ہمراہ تھے۔ اس محاذ پر بھارتی فوجوں کا زبردست زور تھا۔ بھارتی فوج مراڑہ شریف کے بالکل قریب پہنچی ہوئی تھی مگر ہم ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے ماں کی گود میں محفوظ ہوں۔ ارد گرد سے جو بھی آستانہ عالیہ پر آ جاتا اس پر بھی سکینہ طاری ہو جاتا اور محفوظ رہتا۔ کئی بار بھارتی توپوں کے گولے آتے رہے مگر ہمیشہ آستانہ عالیہ کی حدود سے باہر ہی گرتے۔

اگر کوئی قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرتا کہ غازی عطا محمد صاحب اکیلے ہی ہیں تو آپ فوراً فرماتے

''میاں وہ اکیلے کیوں؟ وہاں پر میرے سرکارِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام علی الحق رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ) اور حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ (مراڑہ شریف) ہیں، وہ اکیلے کس طرح ہیں''

غازی عطا محمد صاحب فرماتے ہیں کہ جنگ ابھی جاری تھی۔ ایک روز نمازِ ظہر ادا کر کے بیٹھے ہوئے تھے کہ آستانہ عالیہ کے مغرب کی جانب دیوار سے قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ننگی شمشیر ہاتھ میں لیے اور سرکارِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں عصا پکڑے ہوئے نمودار ہوئے، قبلۂ عالَم نے شمشیر اِدھر اُدھر گھمائی۔ اس کے بعد دونوں بزرگوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور واپس چلے گئے۔ اسی روز جنگ بند ہوگئی اور دشمن کی فوج ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکی۔

محمد صادق صاحب جھال خانوآنہ (فیصل آباد) روایت کرتے ہیں

میری شادی کو بارہ برس گزر چکے تھے مگر اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ ایک دفعہ قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں تشریف لائے تو میری زوجہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن پکڑ کر عرض کی

یا تو مجھے اولاد کی نعمت سے بہرہ ور فرمائیں ورنہ اجازت دیں کہ میں محمد صادق کی دوسری شادی کر دوں

اس پر آپ نے فرمایا

''بی بی دوسری شادی کی کیا ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں ہی اولاد سے نوازے گا''

چند ماہ بعد قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ پھر فیصل آباد تشریف لائے تو محمد صادق صاحب نے قبلۂ عالَم کی دعوت کی۔ جب آپ کھانا تناول فرمانے لگے تو آپ نے صاحبزادہ سید محمد ارشاد حسین شاہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

''کیوں میاں ارشاد حسین، کیا ہم بھائی محمد صادق کے بچے کے عقیقہ کی دعوت کھا رہے ہیں؟''

اس پر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا

''جناب بھائی صادق کے ہاں تو ابھی تک کوئی اولاد ہی نہیں ہے، آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اولاد نرینہ عطا فرمائے''

اس پر آپ فرمانے لگے

''اچھا آپ دعوت عقیقہ سمجھ کر ہی کھانا کھائیں۔ انشاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا''

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ عالیہ کی برکت سے قریباً ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے صادق صاحب کو بیٹا عطا کیا۔ اس وقت خدا کے فضل اور قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی دعا سے محمد صادق کے پانچ بچے ہیں۔

غیر مسلموں پر تصرف

قبلۂ عالم حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس پر ہر سال سرہند تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے خیمے کے نزدیک ایک ہندو سادھو دھونی سلگائے ہوئے تھا۔ قبلۂ عالم پہاڑ کی طرف گئے ہوئے تھے، وہ ہندو سادھو آپ کے خیمے میں آیا، خیمے میں اس وقت صوفی جلال دین صاحب، صوفی غلام محمد صاحب (چک 215 گ ب۔ فیصل آباد) اور چند دوسرے احباب موجود تھے۔ سادھو نے پوچھا

''تمہارا پیشوا کون ہے؟''

صوفی جلال دین صاحب نے فرمایا کہ باہر تشریف لے گئے ہیں۔ سادھو کہنے لگا

''جب آئیں تو بتانا مجھے ان سے کچھ کام ہے''

صوفی صاحب نے کام کی نوعیت پوچھی تو وہ سادھو کہنے لگا

''مجھے اپنے مقصود کی تلاش ہے اور آپ لوگوں میں اس کے آثار پاتا ہوں''

جب قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ واپس تشریف لے آئے تو سادھو کو اطلاع دی گئی۔ وہ سادھو خیمے میں آیا اور آتے ہی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گیا اور قدم بوسی کی۔ قبلۂ عالَم نے بھی نہایت شفقت فرمائی، اپنے ساتھ بٹھایا اور آنے کی وجہ دریافت فرمائی۔ سادھو نے بہت آہستگی سے کان میں کچھ عرض کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اُٹھ کر سادھو کے ساتھ اس کی دھونی کے پاس چلے گئے اور چٹائی پر بیٹھ گئے۔ سادھو نے سامنے بیٹھ کر پھر سرگوشی کی، قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے سادھو کی گردن پکڑ کر اس کو جھکا دیا اور ساتھ ہی زبان سے اسم اللہ کی ایسی ضرب لگائی کہ سادھو اور اس کے ساتھیوں پر بے خودی کا عالم طاری ہو گیا۔ وہ سب وارفتگی کے عالم میں اللہ اللہ کرنے لگ گئے۔ چند ساعت کے بعد وہی سادھو اللہ اللہ کا نعرہ مستانہ بلند کرتا ہوا ناچتا گھومتا دھونی کو چھوڑ چھاڑ کر چلا گیا اور پھر کبھی نظر نہ آیا۔ اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا

''میاں یہ صوبہ یو پی (بھارت) کا رہنے والا تھا اور طریقت کی راہ سے بھٹکا ہوا تھا، اب خدا کے فضل سے اس کا راستہ کھل گیا ہے''

موضع ڈھلی والا (سیالکوٹ) میں ایک سکھ صوبیدار کو قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے بہت محبت تھی، قلبی لگاؤ کے باعث وہ جب بھی آپ کی زیارت کے لیے مراڑہ شریف کی طرف آتا، موضع ہربنس پورہ سے ہی جوتا اتار دیتا اور ننگے پاؤں آستانۂ عالیہ پر حاضری دیتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس مؤدّب ہو کر بیٹھ کر خاموشی سے آپ کو دیکھتا رہتا اور بپاسِ ادب آپ کو کبھی ہاتھ نہ لگاتا۔ جب طبیعت سیر ہو جاتی تو چپکے سے اٹھتا اور ہربنس پورہ تک الٹے قدموں چل کر جاتا۔ تقسیم ہند کے وقت جب اس علاقہ کے غیر مسلم مکین بھارت جانے لگے تو وہ سکھ صوبیدار اس خیال سے کہ شاید پھر زندگی میں آپ کی زیارت نصیب نہ ہو، بھارت جانے سے قبل آپ کے دیدار کے لیے آیا۔

ان دنوں آپ موضع کالا میں موجود تھے چنانچہ وہ سکھ اس طرف روانہ ہوگیا۔ ہندو مسلم فساد کا زمانہ تھا، کوئی نفس بھی اپنے آپ کو محفوظ خیال نہیں کرتا تھا۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا دیوانہ سکھ بھی مسلمانوں کے نرغے میں آ گیا۔ مسلمان اسے قتل کرنے لگے تو سکھ کہنے لگا

''ٹھہرو! مجھے قبلۂ عالَم کی زیارت کر لینے دو، پھر میں اسی جگہ آ جاؤں گا، تب مجھے قتل کر دینا، میں مرنے سے پہلے آپ کی زیارت ضرور کرنا چاہتا ہوں''

حملہ آور تمام مسلمان قبلۂ عالَم کے عقیدت مند تھے، آپ کا نام سن کر انہوں نے سکھ کو چھوڑ دیا۔

وہ سکھ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی بے ہوش ہوگیا۔ آپ اپنے دست مبارک سے اس کے سر پر لوٹے سے پانی ڈالتے رہے۔ جب بھی سکھ کو ہوش آتا وہ آپ کو دیکھتے ہی جدائی کے غم سے پھر بے ہوش ہو جاتا۔ اس کی یہ کیفیت کئی پہر رہی۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے اسے بہت تسلی دی اور فرمایا

''گھبراؤ نہیں تم پھر بھی ملتے رہو گے۔ اب چلے جاؤ، وہ سکھ ہندوستان چلا گیا''

آپ کی زندگی مبارک میں دو بار آستانہ عالیہ والٹن لاہور ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ ظاہراً وہ سکھ تھا مگر وہ قبلۂ عالَم کے دستِ اقدس پر ایمان لا چکا تھا۔ اس کا قلب جاری تھا جس سے ہر وقت ذکر کی آواز آتی تھی۔

مراڑہ شریف میں ایک ہندو کراڑ منشی نامی پاگل ہوگیا۔ بے شمار علاج کرائے گئے مگر وہ صحت یاب نہ ہوا۔ بالآخر اس کے قرابت دار اسے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے آئے۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال دیا، وہ اسی وقت تندرست ہو کر گھر چلا گیا۔ اس کے بعد وہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کا بہت ہی معتقد ہوگیا۔ ہر روز جب آپ نماز تہجد پڑھ کر چارپائی پر مراقبہ اور ذکر میں مشغول ہوتے، اس وقت وہ گلے میں پٹکا ڈال کر اور ہاتھ باندھے ہوئے

تیری ہر جا پہ دیکھی نرالی پھبن
تیرا بھید کسی کو مگر نہ ملا!

گنگناتا ہوا قبلۂ عالم کے پاس آتا۔آپ کی چارپائی کے نیچے لیٹ جاتا اور چند لمحوں بعد چپکے سے اٹھ کر واپس چلا جاتا۔ برسوں سے اس کا یہی معمول تھا۔ایک دفعہ جب قبلۂ عالم فیصل آباد کی طرف تبلیغ کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ نے اس ہندو کراڑ کے بیٹے کو بلا کر فرمایا

"اگر تمہارا باپ فوت ہو جائے تو اسے دفن کرنا جلانا نہیں۔وہ ہمارا دوست ہے"
چند روز بعد ہی وہ کراڑ بیمار ہو گیا۔علاج معالجے کے باوجود اس کی حالت بگڑتی گئی، حالت جب زیادہ ہی خراب ہو گئی تو اس نے کہا کہ میرے پیر کو بلاؤ اگر وہ نہ ہوں تو ان کی اولاد میں سے ہی کسی کو لے آنا۔ باپ کی یہ حالت دیکھ کر اس کا بیٹا بادلِ نخواستہ آستانہ عالیہ مراڑہ شریف پہنچا۔اس وقت قبلۂ عالم موجود نہ تھے۔صاحبزادہ یعقوب حسین شاہ صاحب (جو اس وقت بچے ہی تھے) کو ساتھ لے گیا۔صاحبزادہ صاحب کو دیکھتے ہی اس ہندو کراڑ کا چہرہ کھل گیا اور کہنے لگا میرے پیر آ گئے۔اب مجھے کچھ غم نہیں، تھوڑی دیر بعد اس کی روح جسد خاکی سے پرواز کر گئی۔
اس کراڑ کا سارا گھرانہ ہندو تھا۔انہوں نے قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی نہ جلانے کی ہدایت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، اپنے مذہبی طریقہ کے مطابق اس کی لاش کو جلانا چاہا۔
آگ دینے کے باوجود اس کی لاش کو آنچ تک نہ آئی۔ تین دن تک ہندو اسے جلانے کی کوشش کرتے رہے مگر ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔اردگرد کے مسلمانوں کو بھی اس واقعہ کا علم ہو چکا تھا۔تیسرے روز علاقہ کے تمام مسلمان موقع پر پہنچ گئے۔ اور اس کراڑ کی لاش کو جلانے کی اس کوشش میں مزاحم ہوئے۔بالآخر ہندوؤں کو اس کی لاش مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑی۔مسلمانوں نے ازسرِنو اس کی تجہیز و تکفین کرنے

کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ تمام علاقہ قبلۂ عالَم کے اس تصرف پر گواہ ہے۔

مرد ملے تے درد نہ چھوڑے اوگن دے گن کردا
کامل پیر محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

(میاں محمد بخشؒ)

ایک دفعہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ موضع بھٹیاں میں مسجد تعمیر کروا رہے تھے کہ ایک ہندو سردار آلہ سنگھ نمبردار سے مسجد کی تعمیر کے لیے دو صد روپیہ بطور قرضِ حسنہ حاصل کیا۔ کچھ دیر بعد جب رقم کا انتظام ہو گیا تو قبلۂ عالَم نے آلہ سنگھ کو بلا کر رقم واپس کی۔ اس نے واپس لینے سے انکار کر دیا اور مسجد کی تعمیر میں قبول کرنے پر اصرار کیا۔ قبلۂ عالَم نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہندو نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا ''تمہارا کاروبار جائز نہیں ہے۔ تم لوگوں سے سود لیتے ہو اور سودی روپیہ نیک کام پر صَرف نہیں ہو سکتا''

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان الفاظ نے ہندو پر جادو کا اثر کیا۔ وہ فوراً گھر گیا اور تمام کھاتے اٹھا لایا۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے رکھ کر آگ لگا دی اور کہنے لگا

جناب میں سود کے ساتھ اصل زر بھی چھوڑتا ہوں
اس نے اپنا تمام قرض لوگوں کو معاف کر دیا۔

جانوروں پر تصّرف

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت نے انسانوں ہی کو عروج کمال تک نہیں پہنچایا بلکہ جانور بھی آپ کی برکات سے محروم نہ رہتے تھے۔ ان کو ایسی جلا ملتی کہ ان کی حرکات و سکنات سے ذی شعور ہونے کا گمان ہوتا۔ آپ کے آستانہ عالیہ مراڑہ شریف پر ایک

کتا رہتا تھا جسے خدام چھترو کے نام سے پکارتے تھے، اسے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے والہانہ لگاؤ تھا۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ دوسری مرتبہ حج پر تشریف لے گئے تو اس کتے نے غمِ فراق میں کھانا پینا چھوڑ دیا۔ گوشت اور دودھ تک کو بھی منہ نہ لگاتا تھا۔ آستانہ عالیہ کے خدام نے ہر ممکن کوشش کی مگر بے سود۔ کبھی کبھی آسمان کی طرف منہ اٹھا کر آہستہ آہستہ آوازیں نکالتا جیسے جدائی پر نالہ آہ وفغاں کر رہا ہو۔

بیس روز اسی طرح گزر گئے، آستانہ عالیہ کے تمام خدام پریشان تھے۔ انتہائی مایوسی میں اکیسویں دن صاحبزادہ سید امداد حسین شاہ صاحب روٹی کے چند ٹکڑے پکڑ کر لائے اور کتے کے قریب جا کر فرمانے لگے

''ہم پہلے ہی سب قبلۂ عالَم کی جدائی میں اداس ہیں، اب تو نے بھی پریشان کر رکھا ہے''

روٹی سامنے رکھ کر فرمانے لگے

''اب کھالے، زیادہ تنگ نہ کر''

یہ کہنا تھا کہ اس کتے نے روٹی کھانا شروع کردی۔ جب قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ حج سے واپس تشریف لائے تو دربار عالیہ پر صوبیدار علی محمد صاحب نے اطلاع دی کہ آپ نارووال سے بس پر ظفروال تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر تمام احباب قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے استقبال کے لیے ظفروال پہنچ گئے۔ وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کتا ازخود وہاں پہنچا ہوا ہے۔ بس ابھی اڈہ سے دور ہی تھی کہ کتا اس بس کے سامنے آ کر گھومنے لگا، پیچھے نہ ہٹتا تھا۔

قبلۂ عالَم کی نگاہ اس پر پڑی تو آپ بس کو رکوا کر نیچے اترے، دیکھتے ہی کتا دوڑتا ہوا آیا اور آپ کے قدموں کے نزدیک لیٹتا رہا اور خوش ہوتا رہا۔ چند لمحوں کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا اب ڈیرہ پہنچ جا۔ آپ کے منہ سے یہ کلمات نکلنے تھے کہ وہ آستانہ عالیہ کی طرف جو تین میل کے فاصلے پر تھا، بھاگتا ہوا پہنچ گیا۔

آستانہ عالیہ مراڑہ شریف گاؤں سے چند میل کے فاصلے پر ہے، ایک روز مائی صاحبہ (قبلۂ عالَم کی زوجہ محترمہ) قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے فرمانے لگیں

گاؤں میں اپنے گھر میں کسی کو رات کے وقت سونے کے لیے بھیج دیا کریں تاکہ سامان کی حفاظت رہے

اس پر قبلۂ عالَم فرمانے لگے

کسی آدمی کو بھیجنے کی کیا ضرورت ہے، ہم چھترو (کتے) کی ڈیوٹی لگا دیں گے۔ وہ چلا جایا کرے گا۔

اسی شام آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

''چھترو رات کے وقت مراڑہ شریف کے مکانوں پر جا کر حفاظت کیا کرو''

وہ کتا اسی روز سے عشاء کے بعد مراڑہ شریف چلا جاتا اور گھر کے قریب جا کر تھوڑی دیر بھونکتا جیسے وہ اپنی آمد کی اطلاع کر رہا ہو۔ ساری رات وہاں ٹھہرتا اور تہجد کے وقت پھر واپس آستانہ عالیہ آجاتا۔ اس جانور نے اپنی اس ذمہ داری کو اپنی زندگی کے ساتھ نبھایا۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کی قربت نے ایک عام کتے میں ایسا شعور پیدا کر دیا کہ اس سے اصحابِ کہف کے کتے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

تصرّفات بعد از وصال

میرے (راقم الحروف کے) دادا اور والدہ صاحبہ 1971ء میں حج پر گئے ہوئے تھے۔ مدینہ منوّرہ کی حاضری سے مکّہ مکرمہ واپسی پر ان کی بس راستے میں الٹ گئی۔ چند افراد اس حادثے میں شہید ہو گئے اور باقی زخمی۔ میرے دادا جان اور والدہ صاحبہ کو شدید چوٹیں آئیں جس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ اس حالت میں انہوں نے دیکھا کہ قبلۂ عالَم ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور دونوں کو پکڑ کر الٹی ہوئی بس سے باہر نکالتے ہیں۔ دادا جان اور والدہ صاحبہ کا مشترکہ بیان ہے

''ہم نے دیکھا کہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ ہمارے سروں پر دستِ شفقت رکھے ہوئے ہمارے پاس بیٹھے ہیں، جس وقت ہم ہوش میں آ گئے اور طبی امداد بھی پہنچ گئی، آپ رحمتہ اللہ علیہ اٹھے اور چلے گئے''

میں (راقم السطور) قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی برکت سے 1973ء میں حج بیت اللہ اور زیارت روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت سے سرفراز ہوا۔ ادائیگی حج کے بعد دورانِ قیامِ مکّہ مکرمہ جمعرات کے روز طبیعت غمگین تھی، نماز عصر بیت اللہ شریف میں ادا کر کے مطاف کے ساتھ حنفی مصلےٰ کے چبوترہ پر بیت اللہ شریف کے میزاب رحمت کی طرف منہ کر کے بیٹھے ہوئے ختم خواجگان پڑھ رہا تھا۔ میرا منہ کسی غیر مرئی طاقت نے دائیں طرف موڑ دیا۔ میری نظریں باب العمرہ کی طرف گئیں تو دیکھا قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ مسکراتے ہوئے میری طرف تشریف لا رہے ہیں۔ میرے سامنے مطاف میں آ کر کھڑے ہو گئے اور مسکراتے رہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت اور تشریف آوری سے مضمحل طبیعت میں سکون آ گیا۔ میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے نورانی چہرے کو دیکھتا رہا اور سورۃ الم نشرح پڑھتا رہا۔ جونہی میں نے الم نشرح کی گنتی پوری کی، آپ یک دم غائب ہو گئے۔ یہ واقعہ آپ کے وصال کے چار سال بعد کا ہے۔ اُس وقت آپ بہت صحت مند اور خوش نظر آ رہے تھے۔

حافظ محمد سلیمان صاحب (کوٹ سمابہ رحیم یار خان) جو نابینا ہیں، روایت کرتے ہیں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے وصال پر وہ آستانۂ عالیہ والٹن حاضر ہوئے۔ نماز جنازہ کے بعد بے پناہ ہجوم کی وجہ سے آپ کی چارپائی کو ہاتھ لگانا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ رات عشاء کے بعد صاحبزادہ سید محمد ارشاد حسین شاہ صاحب از خود ہی انہیں فرمانے لگے

حافظ صاحب آپ زندگی میں قبلۂ عالَم سے مصافحہ کیا کرتے تھے، اب بھی آ کر مصافحہ کر لیں

صاحبزادہ صاحب نے قبلۂ عالَم کا دست مبارک کفن سے باہر نکال کر حافظ صاحب سے مصافحہ کرایا۔ مصافحہ کرتے ہوئے میں نے وہی لذت محسوس کی جو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں کیا کرتا تھا۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے بہت اچھی طرح مصافحہ فرمایا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے آپ رحمتہ اللہ علیہ زندہ ہیں۔

حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں دریاؤں میں بہت سیلاب آیا ہوا تھا، کوٹ سمابہ بھی زبردست سیلاب کی زد میں تھا۔ لوگ حفظ ماتقدم کے طور پر کوٹ سمابہ چھوڑ کر محفوظ مقام پر جا رہے تھے۔ چند احباب ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ پانی بہت آ گیا ہے لہٰذا یہاں سے چلے جانا چاہئے۔ حافظ صاحب نے جواب دیا کہ اللہ فضل فرمائیں گے، جانے کی ضرورت نہیں۔ بیان کرتے ہیں

میں چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک مجھ پر خفیف سی غنودگی طاری ہو گئی۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا

حافظ صاحب فکر کرنے کی ضرورت نہیں، میری ڈیوٹی یہاں پر ہے

کوٹ سمابہ میں جو لوگ موجود رہے، اللہ کے فضل سے ان کا کسی قسم کا جانی یا مالی نقصان نہ ہوا۔ البتہ جو شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے، بہت پریشان ہوئے اور انہیں نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔

جب راقم السطور (مؤلف کتاب ھذا) حج پر گیا تو مکہ مکرمہ پہنچ کر گھر خیریت کا خط لکھا جس میں اطلاع دی کہ ہم جلد ہی مدینہ منورہ جا رہے ہیں۔ وہاں سے خیریت کی اطلاع دیں گے مگر وہاں پہنچ کر منظر ہی عجب دیکھا، گھر بار کی خبر کسے، خیریت کا خط لکھنے کا احساس نہ رہا۔ اس سفر میں میرے ساتھ سات اور ساتھی تھے، جن میں عم محترم الحاج انعام الحق صاحب، شیخ عبدالغنی صاحب اور ہمشیرہ سرفراز بیگم بھی تھیں۔ سب کے سب پڑھے لکھے تھے مگر کوئی بھی خط نہ لکھ سکا۔ جس وجہ سے ادھر تمام عزیز و اقارب پریشان تھے۔ چھوٹا بھائی سراج احمد عادل زیادہ ہی پریشان تھا کیونکہ دو سال قبل جب

دادا جان اور والدہ محترمہ حج پر گئے تو بس کے حادثہ کی وجہ سے شدید زخمی ہو گئے تھے۔ایک مہینہ تک ان کی خیریت معلوم نہ ہوسکی تھی، وہ اسی واقعہ کے پیش نظر اس وسوسہ میں مبتلا ہو گئے کہ کہیں ایسا ہی حادثہ پیش نہ آ گیا ہو۔ گھر والے بھی پریشان تھے۔

پریشانی نے بھائی سراج کی طبیعت پر بہت اثر کیا۔ وساوس کی وجہ سے رات بھر نیند نہ آئی، تہجد کے وقت اٹھے تازہ وضو کر کے نوافل ادا کیے اور مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ جونہی مراقب ہوئے تو دیکھا کہ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ ایک ہاتھ میں عصا لیے اور دوسرے ہاتھ میں تسبیح پکڑے پاس کھڑے فرماتے ہیں

''میاں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں، ریاض احمد اور تمام ساتھی اس وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان ہیں اور خیریت سے ہیں۔تمہاری پریشانی سے میں پریشان ہو جاتا ہوں''

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے انہیں تسکین ہوگئی۔اسی صبح برادر طریقت صوفی عبداللطیف صاحب بھی ان کے دفتر تشریف لائے اور کہنے لگے

''میں آج رات مزار شریف پر حاضر تھا۔قبلۂ عالَم رحمت اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوا''

قبلۂ عالَم نے فرمایا

'' میاں سراج دین (سراج احمد عادل) بہت پریشان ہے کہ اس کا بھائی کہیں حادثے کا شکار نہ ہو گیا ہو''

اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

''دیکھو میاں لطیف! ریاض احمد اور تمام ساتھی سرکار دو عالم کے در اقدس پر بیٹھے ہوئے ہیں''

اشارہ کرتے ہی صوفی صاحب نے دیکھا کہ ہم سب ریاض الجنۃ میں بیٹھے ہوئے

ہیں۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے

''صوفی صاحب تم نے دیکھ لیا ہے کہ یہ تمام دوست بخیریت ہیں، اب جا کر سراج دین کو بتا دینا اور کہنا کہ فکر نہ کریں''

سراج احمد عادل بیان کرتے ہیں کہ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے اس فرمان کے دوسرے روز انہیں ہماری خیریت کا خط بھی مل گیا۔

باب 9

وظائف و اوراد

شجرۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

بِسۡمِ اللہ الرحمٰن الرحیم

یا عمیم الفضل ذات با بقا کے واسطے
رحم کرنا مجھ پر ختم الانبیاء کے واسطے

اس شفیع المذنبین و رحمتہ للعالمین
صاحب عالی مناقب والضحی کے واسطے

ہو عطا مسکین کو یارب ترک ماسوا
حضرت صدیق ذوالفضل و عطا کے واسطے

فارسی سلمان و قاسم جعفر صادق امام
بایزید و بوالحسن ذوالاتقیا کے واسطے

نیش نفس سرکش بدکیش سے رکھنا بچا
بوعلی اور یوسف صاحب صفا کے واسطے

اور خواجہ عبدالخالق خواجہ عارف بحق
خواجہ محمود عزیز الاتقیا کے واسطے

یعنی آنحضرت عزیزان علی رامیتنی !
عالم اکمل شہ جود و سخا کے واسطے
حضرت بابا سماسی سید میر کلال
اور بہاء الدین امیر خواجہا کے واسطے

خواجہ اکبر بخاری یعنی شاہ نقشبند
نور چشم اس شہید کربلا کے واسطے

شاہبازِ لامکاں اور طائرِ باغ وصال
حضرت عطار علاء الدین باصفا کے واسطے

عشق اپنے میں ترقی بخش مجھ کو ربّنا
خواجہء یعقوب چرخی بے ریا کے واسطے

دن بدن ہو یا الٰہی ! اتحاد و رابطہ
پیر سے خواجہ عبیداللہ ہما کے واسطے

خواجہ زاہد محمد خواجہ درویش ولی
خواجہ امکنگی محمد مقتدا کے واسطے

حضرت باقی باللہ خواجہ ہمت بلند
اور مجدد الف ثانی بادشاہ کے واسطے

جو اولوالعزموں کے درجے پر ہوئے نائب مناب
یعنی سر ہندی شہ کشور کشا کے واسطے

آتش حرص و ہوا کو سرد کر دل سے مرے
خواجہء معصوم تارک ماسوا کے واسطے

جملہ دشواری و خواری حشر کی آسان ہو
حجتہ اللہ اور زبیر اولیا کے واسطے

شکر ہے لاکھوں کہ یہ ہر چار قیوم زماں
پیر بخشے ہیں خدا اس بے نوا کے واسطے

یعنی فاروقی و سرہندی یہ چاروں غوث حق
کان ہیں فیضان کی خلق خدا کے واسطے

دولت صبر و قناعت ہو عنایت قادرا
شاہِ قطب الدین حیدر مقتدا کے واسطے

اے خدا تیری رضا کی التجا رکھتا ہوں میں
شاہ جمال اللہ آں صاحب رضا کے واسطے

یہ دل سدا زندہ رہے اے شہ کون و مکاں
سید عیسیٰ چو عیسیٰ فی السماء کے واسطے

بہر بابا جی ولی اللہ جو فیض اللہ تھے
اور شہِ نورِ محمد پارسا کے واسطے

قبلہ عالم جناب اور کعبہ دنیا و دیں
والی تیراہ ذی نور ضیا کے واسطے

جوکہ ہیں حضرت لحاظائی شہ عالی مقام
شاہبازِ اوج عرفاں باوفا کے واسطے

جن کا اصلی نام نامی ہے فقیر محمدی
اور حاجی گل بھی مرد خدا کے واسطے

سرخروی دو جہاں یارب ہو میرے نصیب
مالک ملک یقین داعی ہدا کے واسطے

شاہ جماعت علی شاہ صاحب جو کہ ہیں سید ولی
اے خدا کر رحم اس مرد خدا کے واسطے

قطبِ عالم کان عرفاں دستگیر بے کساں
قبلہء اہل یقیں اس رہنما کے واسطے

فیض سے جن کے ہوئے سرسبز ہیں مردہ قلوب
ہو خاتمہ بالخیر اس نجم ہدا کے واسطے

ذوق وشوق و درد دل ہو اے خدا میرے نصیب
چراغ دل روشن رہے اہل ضیا کے واسطے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِجَمِیعِ الْمُؤمِنِیْنَ وَ الْمُؤمِنَاتُ
انبیاء و اولیاء و اصفیا کے واسطے

شجرۂ عالیہ قادریہ مجددیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہے ثنا و حمد ذات کبریا کے واسطے
اور ذات کبریا حمد و ثنا کے واسطے

گرچہ ہوں عاصی مگر شاہ رسل کا ہوں غلام
ہاتھ اٹھاتا ہوں مرے مولا دعا کے واسطے

حشر میں رسوا نہ کیجو میری مشت خاک کو
یارب اپنی رحمت بے انتہا کے واسطے

دل عطا کر سوختہ عشق شہ ابرار میں
آنکھ روتی دے جمال مصطفیٰ کے واسطے

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
حیدر صفدر علی مشکل کشا کے واسطے

حضرت خاتون جنت قرۃ العین رسول
یعنی بی بی فاطمہ خیرالنساء کے واسطے

ہوگئے دونوں منور نور سرور پاک سے
مرتضیٰ اور فاطمہ اہل ہدا کے واسطے

گلستان سید عالم کے دو گلہائے تر
کان ہیں فیضان کی خلق خدا کے واسطے

کشتہ شمشیر تسلیم و رضا شاہ حسن
صاحب اہل شفا ہیں ہر بلا کے واسطے

کر کرم کی اک نظر اور دیکھ میرا حال زار
یا خدا حسن مثنیٰ مجتبیٰ کے واسطے!

محض عبداللہ کی برکت سے مرا دل شاد کر
اور موسیٰ الجون سید با خدا کے واسطے

بخش مجھ کو شاہ عبداللہ موارث کی طفیل
اس شہ موسیٰ امام باصفا کے واسطے

کر عطا اپنی محبت بحر داؤد ولی
خواجۂ شاہ محمد مورثا کے واسطے

مشکلیں حل ہوں مری ہر غم سے ہوجائے نجات
سید یحییٰ کے زہد بے ریا کے واسطے

دل مرے کو نور عرفاں سے منور رکھ سدا
شاہ عبداللہ جیلی پیشوا کے واسطے

بخش توفیق عبادت دُور ہوں دل سے حجاب
سید بو صالح پیر ہدا کے واسطے

قبلہ ارباب عرفاں کعبہ اہل یقیں
پیر پیراں غوث اعظم پیشوا کے واسطے

دستگیر بے کساں و پیشوائے انس و جاں
شاہ محی الدین امام اولیاء کے واسطے

کر عطا صدق مقال اور رزق دے مجھ کو حلال
شاہ عبدالرزاق ولی صاحب عطا کے واسطے

از طفیل پاک خواجہ سید عبدالوہاب
صاحب فیضان کامل ذوالعطا کے واسطے

کر مشرف مجھ کو تو دیدار پرانوار سے
شاہ شرف الدین امیر خواجہا کے واسطے

حشر میں زیر لواء حمد ہو میرا مقام
خواجہ شاہ عقیل اہل ھدا کے واسطے

بہر شمس الدین صحرائی میرا دل شاد کر
اور گدا رحمٰن اول باصفا کے واسطے!

کر عطا قلب سلیم از بہر شمس الدین ولی
اور گدا رحمٰن ثانی باخدا کے واسطے

ہادی سلطان عالم پیر کامل شاہ فضیل
اور کمال کیتھلی صاحب حیا کے واسطے

رحم کر مجھ پر طفیل شاہ سکندر قادری
اور مجدد الف ثانی بادشاہ کے واسطے

حضرت قیوم ثانی خواجہء معصوم حق !
حجتہ اللہ اور زبیر اولیا کے واسطے

از طفیل شاہ اشرف یعنی قطب الدین ولی
شاہ جمال اللہ آں صاحب رضا کے واسطے

درد دل کی تو دوا کر اے مولا کریم !
خواجہء عیسیٰ ولی ذوالاتقیا کے واسطے !

بہر فیض اللہ پیر و پیشوائے کاملاں !
اور شہ نورِ محمد پارسا کے واسطے

قبلہ گاہ جان و دل شاہ فقیر محمدی
یعنی حاجی گل شہ مشکل کشا کے واسطے

بہر سلطان حقیقت سید عالی مقام
وارث تاج و سریر انبیاء کے واسطے

قبلہ دیں کعبہ ایماں شاہ لاثانی لقب
مالک اقلیم تسلیم و رضا کے واسطے

سایہ حق بر زمین فرزند ختم المرسلین
حضرت شاہ جماعت مقتدا کے واسطے

حضرت کی سچی محبت یا الٰہی ہو عطا
اس گدائے بے نوا را چراغ ہدا کے واسطے

اللھم اغفر لجمیع المومنین و المومنات

انبیاء و اولیاء و اصفیا کے واسطے

طریقہ ختمِ خواجگان

ختم شریف حضور اکرم و جمیع انبیاء کرام علیہم السلام

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ — 7 بار

درود شریف خضری

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

101 بار

کلمہ طیبہ — 1000 بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ — 7 بار

درود شریف مذکورہ بالا — 101 بار

ختم شریف سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ — 7 بار

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْفَاتِحِیْنَ

101 بار

یَا کَرِیْمَ الْعَفْوِ یَا خَیْرَ النَّاصِرِیْنَ — 2070 بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ — 7 بار

درود شریف مذکورہ بالا — 101 بار

ختم شریف سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا و سلام اللہ علیہا

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7 بار

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْفَاتِحِیْن

101 بار

یافتاح 500 بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7 بار

درود شریف مذکورہ بالا 101 بار

(ہر تسبیح کے آغاز میں ایک بار اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَ فَضْلِکَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدَۃِ النِّسَاءَ فَاطِمَۃَ الزَّھْرَاءَ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْھَا پڑھ کر پھر صرف یافتاح پڑھ کر تسبیح مکمل کی جاتی ہے)

ختم شریف امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7 بار

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُحْسِنِیْن 101 بار

یَا حَیُّ یَا قَیُّوم 1000 بار

یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ 1000 بار

یَا ذَاالْجَلَالِ وَالاِکْرَام 1000 بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ — 7 بار

درود شریف مذکورہ بالا — 101 بار

ختم شریف سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ — 7 بار

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِالْقَادِرِیْنَ

101 بار

یا قَادِرُ

(ہر تسبیح کے آغاز میں ایک بار اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لِلّٰہ پڑھ کر باقی تسبیح میں صرف یَاقَادِرُ پڑھنا)

1100 بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ — 7 بار

درود شریف مذکورہ بالا — 101 بار

ختم شریف خواجگان عالیہ رحمہم اللہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہم

(خواجہ صدیق اکبر، خواجہ بایزید بسطامی، خواجہ ابوالحسن خرقانی، خواجہ عبدالخالق غجدوانی، خواجہ سید امیر کلال، خواجہ بہاء الدین نقشبند اور خواجہ عبیداللہ احرار رحمہ اللہ اجمعین)

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ — 7 بار

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ

بَارِکْ وَسَلِّمْ

101بار

سورۃ الم نشرح 79بار

سورۃ اخلاص 1100بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7بار

درود شریف مذکورہ بالا 101بار

مندرجہ ذیل اسماء حسنیٰ کی ایک ایک تسبیح

یَا قَاضِیَ اَلْحَاجَاتُ، یَا حَلَ الْمُشْکَلَاتُ، یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتُ، یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتُ، یَا مُنَزِّلَ الْبَرَکَاتُ، یَا مُجِیْبَ الدَّعَوَاتُ، یَا شَافِیَ الاَمْرَاضُ، یَا اَمَانَ الْخَائِفِیْنَ، یَا شَفِیعَ الْمُذْنِبِیْنَ، یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنُ، حَسْبُنَا اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَ نِعْمَ النَّصِیْر آمِیْنُ.

ختم شریف امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7بار

درود شریف

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّم

101بار

کلمہ تمجید (ہر تسبیح کے آغاز میں تیسرا کلمہ ایک بار پورا پڑھا جاتا ہے۔ پھر بقایا تسبیح میں

لاحول ولاقوۃ الا باللہ تک پڑھا جاتا ہے اور تسبیح کے آخری دانہ پر

وَلاحَوْلَ وَلاقُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پڑھتے ہیں) 500 بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7بار

درود شریف مذکورہ بالا 101بار

ختم شریف خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7بار

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمَعْصُوْمِیْنَ

101بار

آیت کریمہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

500بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7بار

درود شریف مذکورہ بالا 101بار

ختم شریف خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7بار

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْوَاصِلِیْن

101بار

یا حضرت شیخ مُعَظَّمُ الْوَاصِلِ شیئاً لِلّٰہ

500بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7بار

درود شریف مذکورہ بالا 101 بار

ختم شریف سرکار لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7 بار

درود شریف

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّم

101 بار

حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم

500 بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7 بار

درود شریف مذکورہ بالا 101 بار

ختم شریف حافظ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7 بار

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِالْحَافِظِیْنَ

101 بار

ہر تسبیح کے آغاز میں ایک بار آیت الکرسی پڑھ کر بعد میں

یَاحَافِظُ یَا نَاصِرُ اِنَّ اللّٰہَ خَیْرُ النَّاصِرِیْنَ 500 بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7 بار

درود شریف مذکورہ بالا 101 بار

ختم شریف قبلۂ عالم السیّد محمد چراغ علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7 بار

درود شریف 101 بار

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدَ الرَّاحِمِیْن

ہر تسبیح کے آغاز میں ایک بار

لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْم پڑھ کر بقایا تسبیح میں صرف بِالْمُؤمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْم پڑھا جاتا ہے اور تسبیح کے آخر میں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمُ پڑھتے ہیں۔

500 بار

سورۃ فاتحہ مع تسمیہ 7 بار

درود شریف مذکورہ بالا 101 بار

تسبیحات

درود شریف ہزارہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
بِعَدَ دِکُلِّ ذَرَّۃٍ مِئَۃَ اَلْف اَلْف مَرَّۃٍ وَ بَارِک وَسَلِّمْ

درود شریف خضری

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ و اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ

اِستغفار

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّي مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہ

اسمِ ذات

اَللّٰہ

باب 10

خلفائے کرام

خلافت

راہِ طریقت میں مرشدِ کامل اپنے مریدوں کی روحانی تربیت فرماتا ہے۔ اہلیت رکھنے والے غلام کو سلوک کے مدارج طے کرانے میں توجہ باطنی فرما کر کاملیت کے مقام پر پہنچاتا ہے۔ جب کسی مرید کی تربیت مکمل ہو جاتی ہے اور فضلِ خداوندی سے وہ دوسروں کی تربیت کی اہلیت حاصل کر لیتا ہے تو اس کو بحکمِ خداوندی خرقہ طریقت سے سرفراز فرما دیا جاتا ہے۔ جسے عرف عام میں خلافت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ پیر طریقت کی اہلیت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے

اس وقت تک پیر کو بیعت لینا حرام ہے جب تک وہ آٹھ پہر میں کم از کم ایک بار اپنے تمام مریدوں کے احوال سے آگاہ نہ ہو جاتا ہو۔

خلافت کی شرعی حیثیت

خلافت کی اہلیت اور بیعت موروثی کے متعلق ایک سوال کے جواب میں شیخ الحدیث قبلہ سید محمد شاہسوار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ چراغیہ گوجرہ منڈی تحریر فرماتے ہیں۔

فقہائے کرام رحمتہ اللہ عنہم کی صاف تصریح موجود ہے۔

الارشد فالارشد

یعنی اس سلسلہ روحانی نورانی کا سزاوار وہی ہوسکتا ہے جو نہایت اعلیٰ درجہ کا متقی اور پرہیز گار ہو، گناہ کبیرہ وغیرہ سے بچنے والا ہو، یہ کوئی مالی ورثہ نہیں جس میں ورثا کو مطالبہ کرنے کی اجازت اور جرأت ہو۔ اس سلسلے میں اہلیت اور قابلیت ملحوظ و مشروط ہے چونکہ امامت و بیعت ورثہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے لہٰذا اس میں اعلمیت شرط ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام وخلیفہ

بنایا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کے متعلق ارشاد فرمایا

وکان ابوبکر اعلمنا

یعنی حضرت ابوبکر زیادہ عالم تھے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے:

العلماء ورثه الانبياء

یعنی علماء حضرات پیغمبروں کے وارث ہیں۔

مزید براں پیرومرشد ہونے کے لیے پانچ شرطیں ہیں۔

احدها علم الكتاب والسنة	پہلی شرط یہ ہے کہ اس کو قرآن وحدیث کا علم ہو۔
والثانی العدالة والتقویٰ	دوسری شرط یہ ہے کہ عادل اور متقی ہو۔
والثالث ان يكون زاهداً في الدنيا و راغباً فئ الآخر	تیسری شرط یہ ہے کہ دنیا میں زاہد ہو اور آخرت کا راغب ہو۔
والرابع ان يكون اٰمراً بالمعروف وناهياً عن المنكر	چوتھی شرط یہ ہے کہ نیک کاموں کا امر فرما دے اور برے کاموں سے روکے۔
والخامس ان يكون صاحب المشائخ و تادب عليهم دهراً طويلاً	پانچویں شرط یہ ہے کہ مشائخ کی صحبت میں عرصہ طویل اور مدت مدید رہا ہے اور مشائخ حضرات کا ادب آموختہ ہو۔

(القول والجمیل مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

جن اصحاب میں مندرجہ بالا شرائط بیعت پائی جائیں، وہ صاحب نائب سرکار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہو کر لوگوں سے بیعت لے سکتا ہے اور جس صاحب میں مذکورہ

شرائط نہیں پائی جاتیں، اس کو لوگوں سے بیعت لینا حرام ہے۔ قرآن شریف میں لاینال عھدي الظالمین۔ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا (آیت نمبر 124 سورۃ بقرہ) مسئلہ بیعت و امامت میں نص قطعی اظہر من الشمس ہے، محتاج تفصیل نہیں۔ نیز بیعت کا مقصد ہدایت پر آنا ہے اور ہدایت وہی کر سکتا ہے جو خود ہدایت پر ہو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے

أطیعوا اللہ و أطیعوا الرسول o

(سورۃ محمد آیت نمبر 33)

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ جو جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کی شرعی امر میں خلاف ورزی کرتا ہے، شرعاً وہ بیعت لینے کا حقدار نہیں۔ مقام آخر میں ارشاد ہے

فاتبعونی یحببکم اللہ o

(سورہ آلِ عمران آیت 31)

یعنی میری اتباع کرو اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بن جاؤ۔ یعنی جب تک کہ اتباع رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ منقوص (ناقص) ہے بیعت سخت منع ہے۔ نیز اگر کسی کا باپ پیر وقت اور شیخ وقت شرعی معیار کے مطابق ہے تو ان کی اولاد بزرگواروں میں ہے، وہی ان کی جانشینی کا صحیح معنوں میں حقدار ہے، جو شرائط بالا منقولہ سے موصوف و مشروط ہے ورنہ اولاد میں سے کسی کو حق حاصل نہیں کہ روحانی سلسلہ کی کڑی میں ان کی جانشینی کرے۔ نام کے صوفیوں کا یہ کام نہیں بلکہ اصلی اور شرعی معیار کے مطابق جو صوفی ہیں وہی صحیح معنوں میں شیخ وقت کے جانشین ہو سکتے

ہیں۔ باقی سب کھیل اور نفس پرستی ہے۔ فتاویٰ شامی کتاب الوقف میں ہے

ان لفظ الصوفیه انمایراد به فی العادة من کانو اعلی طریقة مرضیه اماغیرهم فلیسوا منهم حقیقة

یعنی صوفیہ کا لفظ ان پر ہی اطلاق کیا جاتا ہے جو طریقہ مرضیہ پر ہوں، غیر حضرات جو ایسے نہیں وہ نام کے صوفی ہیں، حقیقت میں صوفیائے کرام کو بدنام کرنے والے ہیں عبارت مذکورہ سے یہ بات واضح اور روشن ہو جاتی ہے کہ جو صاحب صحیح معنوں میں اپنے سلسلہ کے پیرو بزرگ کے نقش قدم پر چلنے والا ہے، وہ شرعاً ان کا جانشین ہے۔ اولادیں سے یا دوسرا غیر شرع کوئی شخص بھی اس سلسلہ میں جانشینی نہیں کر سکتا نہ ہی اس روحانی و نورانی سلسلہ میں وراثت جاری ہو سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں العلماء ورثۃ الانبیاء کے ماتحت مذکورہ بالا شرائط کے مطابق وراثت روحانی ہے، لفظی لحاظ سے اور جسمانی جسدی لحاظ سے وراثت نہیں پائی جاتی۔ حدیث شریف مندرجہ ذیل میں نحن معشرُ الانبیاء لا نرث ولا نورث سلسلہ ہذا میں نص قطعی ہے۔

واللہ تعالیٰ و رسولہ علی اعلم باالصواب

منقولہ بالا فتویٰ سے معیار خلافت کی شرعی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک دفعہ آپ کے چند منظور نظر خلفاء اور صاحبزادگان نے ایک دیرینہ خادم کو خلافت سے سرفراز فرمانے کی سفارش کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس پر بہت برانگیختہ ہوئے اور فرمانے لگے

خلافت کسی کے باپ کی میراث نہیں جو کسی کی سفارش پر عطا کر دی جائے۔ میاں! مجھے جب تک حضور علیہ السلام کا حکم مبارک نہیں ہوتا میں نے آج تک کسی کو خلافت نہیں دی۔

خلافت کی فضیلت

ایک روایت کے مطابق جب حکیم حاجی فضل دین صاحب کانوانوالی کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا تو حکیم صاحب عرض کرنے لگے

میں انتہائی کمزور انسان ہوں، میں یہ ذمہ داری کیسے نبھا سکوں گا

اس پر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

حکیم صاحب جب دستار خلافت باندھی جاتی ہے تو اس کا ایک سرا عرش معلیٰ پر ہوتا ہے اور دوسرا مرشد کے ہاتھ میں، یہ کوئی معمولی فضیلت نہیں ہے اور نہ ہی اپنی مرضی سے دی جاتی ہے۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے جن بے شمار طالبان راہ سلوک کی روحانی تکمیل فرما کر بحکم خداوندی خلافت سے سرفراز فرمایا، ان میں سے چند مشہور حضرات کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

1- شیخ الحدیث سید محمد شاہ سوار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ جامعہ چراغیہ گوجرہ

2- حضرت مولانا غلام نبی رحمتہ اللہ علیہ گوجرہ

3- غازی عطا محمد رحمتہ اللہ علیہ

4- صوفی جلال دین رحمتہ اللہ علیہ موضع کالا ضلع فیصل آباد

5- میاں فضل دین بھوگن ضلع فیصل آباد

6- صوفی رحمت اللہ صاحب نمبردار چک مہرہ ضلع فیصل آباد

7- حکیم حاجی فضل دین رحمتہ اللہ علیہ کانوانوالی ضلع شیخوپورہ

8- بابا رمضان دین صاحب موضع گھڑتل کلاں ضلع فیصل آباد

9- حاجی غلام حیدر صاحب موضع گنہ گوجرہ

10- صوفی جمال دین صاحب موضع ولہ ویرکا

11- حافظ محمد صدیق صاحب بہاولپور

12- مولوی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ موضع گھڑتل ضلع فیصل آباد

13- حاجی حسن دین صاحب ڈجکوٹ ضلع فیصل آباد

14- صوفی محمد اسماعیل صاحب عرف مجنوں رائے چک ضلع فیصل آباد

15- حاجی خیر دین صاحب موضع نرنڈا بہاولپور

16- حاجی مہر دین صاحب سمندری ضلع فیصل آباد

17- چوہدری غلام علی صاحب ملتان

18- میاں محمد غوث صاحب چک نواباں والا ضلع فیصل آباد

19- صوفی غلام علی صاحب ڈجکوٹ ضلع فیصل آباد

20- چوہدری فخر دین صاحب ضلع سیالکوٹ

21- صوفی عبداللطیف موضع کٹیانوالی ضلع شیخوپورہ

22- صوفی عبدالکریم صاحب گوجرہ

23- مولوی خیر دین صاحب موضع کٹیانوالہ ضلع شیخوپورہ

24- حافظ محمد سلیمان صاحب کوٹ سمابہ ضلع رحیم یار خان

25- حافظ نور محمد صاحب موضع مریڈ والا ضلع فیصل آباد

26- حکیم عنایت اللہ صاحب ظفروال ضلع سیالکوٹ

27- شیخ الحدیث حضرت مولانا سید جلال شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھیکی ضلع گجرات

28- مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سانگلہ ہل شیخوپورہ

29- شیخ التفسیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، گجرات

30- صوفی غلام محمد صاحب موضع سنگووال ضلع ہوشیار پور ہندوستان

31- حکیم محمد دین صاحب فیصل آباد

32- ملک عظمت علی صاحب سنگووال ضلع ہوشیار پور ہندوستان

33- صوفی دین محمد انصاری چک نمبر 210 چشتیاں ضلع رحیم یار خان

34- ملک محمد مشتاق احمد صاحب ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ

35- خان غلام محمد صاحب کالا افغاناں

36- صوفی عبدالکریم صاحب موضع بھٹیاں ضلع شیخوپورہ

37- سائیں صادق علی رحمتہ اللہ علیہ موضع کوڑے والٹن لاہور

38- صاحبزادہ سید عاشق حسین شاہ، سرہندی۔

39- صوفی محمد اشرف لاہور۔

40- چوہدری علی اکبر صاحب ضلع فیصل آباد۔

41- مستری غلام رسول صاحب ضلع سیالکوٹ۔

چند خلفاء پر تعارفی نوٹ بطور تبرک شامل کتاب کیے جاتے ہیں۔

شیخ الحدیث سید محمد شاہ سوار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ قبلۂ عالَم قدس سرہ العزیز کے تمام خلفاء میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنی اولاد میں شامل کیا ہوا تھا۔ آپ کے والد صاحب کا نام سید مبارک علی شاہ تھا۔ آپ 1924ء میں موضع پیپل والا نزد موڑ کھنڈا ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے، پرائمری تک سکول سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کو دینی تعلیم کے حصول کے لیے درسگاہ پیر صلاح الدین متصل ماموں کانجن ضلع فیصل آباد میں داخل کیا گیا جہاں دو سال تک مولانا محمد عظیم صاحب سے پڑھا۔ بعدازاں ایک سال شرقپور شریف اور پھر امرتسر (ہندوستان) میں مناظر اسلام مولانا عنایت اللہ صاحب (سانگلہ ہل والے) سے اسباق پڑھتے رہے۔ یہاں پر ہی قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ سے پہلی بار شرف ملاقات ہوا اور بیعت کر لی۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے آپ امرتسر (ہندوستان) سے مولانا حافظ محمد مہر دین صاحب کے پاس اچھرہ لاہور آگئے اور ان سے تفسیر بیضاوی، قاضی مبتنی، ہدایہ وغیرہ پڑھیں۔ 1947ء میں دورۂ حدیث دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف (ہندوستان) سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مکمل کیا اور وہاں سے سیدھے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مراڑہ شریف تشریف لے آئے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ نے چند روز اپنے پاس ٹھہرایا اور آپ کو خرقہ خلافت کے ساتھ 125 روپے عطا فرمائے۔

ابتدائی دو سال اپنے گاؤں میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ قبلہ شیخ الحدیث مولانا سردار محمد صاحب کی خواہش پر آپ دارالعلوم جامعہ رضویہ فیصل آباد میں بطور مدرس چند سال خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعدازاں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے دارالعلوم جامعہ چراغیہ رائے چک (فیصل آباد) مولانا غلام نبی صاحب کے ساتھ تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دینا شروع کیا۔ 1955ء میں یہی مدرسہ گوجرہ

منڈی منتقل ہو گیا۔ آپ اس دار العلوم کے منتظم اعلیٰ ہونے کے علاوہ طلبا کو دورہ حدیث پڑھاتے رہے۔

آپ بلند پایہ عالم تھے، اس کے ساتھ ساتھ سلاسل اربعہ میں اجازت تھی مگر نقشبندیہ اور قادریہ نسبت کا غلبہ تھا۔ مدارج سلوک میں بلند مقام پر فائز تھے۔ اعلیٰ درجے کے منتظم، اعلیٰ اخلاق کے مالک، فقیر منش طبیعت اور حد درجہ مہمان نواز تھے۔ مخلوق خدا سے پیار کرتے، حق گو اور باطل کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا جاتے۔ جلال اور جمال کے حسین امتزاج کے حامل تھے، بڑے سے بڑے دنیادار اعلیٰ عہدیدار کی کچھ پرواہ نہ کرتے۔ پیر بھائیوں سے بے حد شفقت اور ساتھ ہی روحانی تربیت فرماتے۔ آپ کا سلسلہ ارادت بہت وسیع اور سریع الاثر ہے۔ آپ سے بے شمار کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ شریعت مطہرہ کی تبلیغ و تلقین فرماتے، آپ کی شخصیت ایسی پرکشش تھی کہ جو ایک بار چند لمحات آپ کے پاس گزار لیتا، ایسا گرویدہ ہو جاتا کہ ہمیشہ کے لیے آپ کا ہو رہتا۔ آپ نمود و نمائش کو قطعاً پسند نہ فرماتے۔

آپ نے 19 فروری 1980ء بمطابق 2 ربیع الثانی 1400 ہجری میو ہسپتال لاہور میں وصال فرمایا۔ آپ کو دار العلوم جامعہ چراغیہ گوجرہ منڈی میں آپ کی والدہ مرحومہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

مولانا غلام نبی رحمتہ اللہ علیہ

آپ موضع بہادر پور رجوعہ ضلع گورداسپور (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں آپ جسمانی طور پر بہت کمزور اور ناتواں تھے۔ جب قریباً دس برس کے ہوئے تو آپ کے والد حاجی عمر دین رحمتہ اللہ علیہ آپ کو لے کر جمعہ کے روز موضع بھیٹ گورداسپور (ہندوستان) قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی

جناب یہ بچہ بہت کمزور ہے، زمیندارہ کا کام بھی نہیں کر سکے گا، اس کے لیے میں پریشان ہوں

قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے فوراً ہی بچے سے پیار کرتے ہوئے فرمایا

میاں یہ اجل عالم ہوگا، تم اس کی کیا فکر کرتے ہو، جاؤ اسے دینی مدرسہ میں داخل کروادو

چنانچہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے گاؤں ہی میں داخل کروا دیا گیا۔ ابتدائی تعلیم وہاں حاصل کی پھر امرتسر (ہندوستان) میں مناظر اسلام حضرت علامہ عنایت اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ (سانگلہ ہل والے) سے کچھ عرصہ سبق پڑھا۔ بعد ازاں حضرت علامہ حافظ محمد مہر دین رحمتہ اللہ علیہ (اچھرہ لاہور) سے علم حاصل کیا۔ مفتی اعظم حضرت قبلہ ابوالبرکات سید محمد احمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ دینی تعلیم کی تکمیل کے ساتھ ساتھ قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ روحانی تربیت بھی فرماتے رہے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قبلہ شیخ الحدیث سید محمد شاہسوار علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہی آپ کو بھی خلافت سے سرفراز فرمایا اور ساتھ 125 روپے بھی عطا فرمائے۔

مولانا بہت ہی بلند پایہ عالم اور مناظر تھے، حافظہ بھی بہت اچھا تھا، اہل حدیث حضرات سے کئی مناظرے ہوئے اور ہر بار مسلک حقہ اہل السنّت والجماعت کی حقانیت منواتے رہے۔ دقیق مسائل کو چند لمحوں میں حل فرما دیتے، صرف ونحو میں مہارت رکھتے تھے، منازل سلوک میں انفرادی مقام حاصل تھا۔ قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے شیدائی تھے۔ سلوک میں ملامتی طریقہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ لباس سادہ پہنتے تھے اور دربار عالیہ کے مویشیوں کو چارہ ڈالتے رہتے تھے۔ طبیعت میں ٹھہراؤ نہ ہونے کی وجہ سے ایک جگہ زیادہ دیر نہ بیٹھتے۔ درس وتدریس کے زمانے میں بھی سبق پڑھاتے ہوئے اچانک ہی اٹھ کر چلنا شروع کر دیتے۔ بہت ہی پاکیزہ اوصاف کے حامل

تھے۔ انتہائی صبر وشکر کی طبیعت پائی، اپنے علم وفضل کو ہمیشہ چھپائے رکھا۔ چند ہفتے بیمار رہ کر جنوری 1981ء میں وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دارالعلوم جامعہ چراغیہ گوجرہ منڈی میں قبلہ سید محمد شاہ سوار علی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر کئی برس تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخری ایام میں انوار العلوم جامعہ چراغیہ اڈہ پنواں ضلع شیخوپورہ میں پڑھاتے رہے۔ کبھی کبھار فرمایا کرتے کہ اگر قبلۂ عالَم کی غلامی نصیب نہ ہوتی تو میں بہت بڑا وہابی مولوی ہوتا۔

آپ منکسر المزاج، کم گو اور خلوت پسند تھے۔ لباس سے بالکل ان پڑھ نظر آتے مگر جب علمی بحث ہوتی تو بڑے بڑے علماء دم بخود رہ جاتے۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے تمام عقیدت مندوں میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ ہر وقت ذکر وفکر میں مشغول رہتے، بہت ہی ہمدرد اور ہنس مکھ تھے۔

غازی عطا محمد رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے 1925ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا تو محکمہ انکم ٹیکس دہلی سیکرٹریٹ (ہندوستان) میں ملازمت اختیار کرلی۔ قریباً چار سال بعد ملازمت چھوڑ کر قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور تادم زیست آستانہ عالیہ ہی سے وابستگی قائم رہی۔ آپ کے والد محترم چوہدری رحمت اللہ صاحب بھی قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں شامل ہیں۔

آپ گاؤں کے نمبردار ہونے کے باوجود کبھی آستانہ عالیہ سے گاؤں نہیں گئے۔ آپ آستانہ عالیہ مراڑہ شریف میں قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی غیر حاضری میں نیابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور مخلوق خدا فائدہ اٹھاتی رہی۔

قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد سے ہی آپ مزار اقدس پر تشریف لے آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ قبلہ صاحبزادگان عالیہ کی عدم موجودگی میں

آستانہ عالیہ پر حاضری دینے والوں کی دینی ودنیاوی امور میں رہنمائی فرماتے۔

قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی تمام اولاد کو آپ سے بہت ہی پیار تھا، آپ بھی سب سے محبت وشفقت کرتے۔ آپ بلند پایہ حکیم، علوم دینیہ میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ بہت ہی خلیق، بلند کردار اور شب بیدار، طبیعت میں مستقل مزاجی اور مہمان نوازی کے اوصاف بدرجہ اتم تھے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت تھی، قبلۂ عالم کے تمام غلام بھی آپ سے بہت مانوس تھے۔ جوانی میں قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے حاسدوں اور دشمنوں سے جوانمردی سے مقابلہ کرنے پر آپ کو غازی کا خطاب عطا فرمایا گیا۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ آپ سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ جوانی میں سفر وحضر میں قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رہے۔ آپ مقام سلوک میں بہت ہی بلند مقام پر فائز تھے۔ نام ونمود کو پسند نہ کرتے، آپ بچوں کے ساتھ بہت ہی شفقت فرماتے۔ بات بہت ہی آہستہ آواز میں کرتے۔ آپ نے اصحاب صفہ کی سنت پر عمل پیرا کرتے ہوئے اپنی زندگی آستانہ عالیہ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آپ کو آستانہ عالیہ کے نجی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

صوفی جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ

آپ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے منظور نظر غلاموں میں شمار کیے جاتے تھے۔ زندگی کا زیادہ وقت قبلۂ عالم قدس سرہ کی خدمت میں گزارا۔ قبلۂ عالم جب والٹن لاہور سے مراڑہ شریف چلے جاتے تو اپنی عدم موجودگی میں صوفی صاحب کو نیابت کے لیے لاہور چھوڑ جاتے۔ صوفی صاحب قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے شیدائی اور عاشق تھے، بے حد احترام کرتے، احترام کی وجہ سے قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا نام زبان سے ادا نہ کرتے بلکہ آپ اور قبلۂ عالم کہہ کر ذکر کرتے۔

والٹن شریف میں صوفی صاحب جن دنوں اکیلے ہی رہا کرتے تھے، اس وقت یہ

علاقہ بالکل بے آباد تھا۔ ایک دفعہ راقم السطور نے صوفی صاحب سے عرض کیا

آپ اکیلے یہاں اداس نہیں ہوتے

تو صوفی صاحب فرمانے لگے

میں یہاں اکیلا کب ہوتا ہوں، میرے ساتھ ہر وقت قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ ہوتے ہیں، دن میں ایک بار ہر روز آ کر مل جاتے ہیں

آپ صاحب کرامت بزرگ تھے، وصال کے بعد بھی آپ سے کرامات کا ظہور ہونا ثابت ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ابدال کے منصب پر فائز تھے، بہت ہی پاکیزہ طبیعت کے مالک تھے، دنیا سے کسی قسم کی رغبت نہ رکھتے تھے۔

آپ کو آستانۂ عالیہ کے نجی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

سائیں صادق علی رحمتہ اللہ علیہ

آپ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے اولین خلفاء میں سے ہیں۔ بہت بہادر اور قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے فدائی تھے۔ تبلیغ و ارشاد کے سلسلے میں موضع کوڑے نزد والٹن سکول لاہور میں قیام رکھتے تھے۔ آستانہ عالیہ والٹن شریف سے ملحقہ مسجد سائیں صاحب ہی نے خود تعمیر کرائی تھی۔ مسجد کا سنگِ بنیاد قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ سے جب رکھوایا گیا تو سائیں صاحب نے باصرار آپ سے وعدہ لیا کہ اس مسجد کو آپ آباد کریں گے۔ آپ نے وعدہ فرما لیا مگر یہ کسے علم تھا کہ اس واقعہ کے قریباً 30 برس بعد آپ مستقل طور پر یہیں تشریف لے آئیں گے۔

سائیں صاحب کا حلقۂ ارادت کافی وسیع تھا۔ تبلیغ و ارشاد کے سلسلہ میں سندھ کی طرف گئے ہوئے تھے اور وہیں انتقال فرمایا۔

الحاج چوہدری غلام علی رحمتہ اللہ علیہ

آپ 1904ء میں چک نمبر 431 ج ب بھوانہ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ گوجرہ سے میٹرک پاس کر کے پولیس میں ملازمت اختیار کر لی۔ تھانہ ظفروال (سیالکوٹ) میں تعیناتی کے دوران میں آپ کی ملاقات قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی۔ ایک ہی ملاقات میں قلبی حالت بدل گئی، آپ سے بیعت ہو کر ڈیوٹی کے علاوہ وقت ذکر و فکر میں گزرنے لگا۔ آپ نے تمام زندگی دوران تفتیش کسی پر زیادتی نہ کی اور نہ ترش روئی سے پیش آئے جس کی وجہ سے غیر مسلم افسران آپ کے خلاف تھے۔

آپ کو قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ سے بے حد محبت تھی۔ پیر بھائیوں سے بہت ہی شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ کی کشفی کیفیت بہت ہی اچھی تھی۔ آپ شب بیدار اور زہد و تقویٰ میں مثالی کردار کے حامل تھے۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے ممتاز آباد ملتان میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ اور وہیں انتقال فرمایا۔

ملک عظمت علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ

ملک عظمت علی سنگھووال ضلع ہوشیار پور (ہندوستان) کے رہنے والے تھے۔ آپ بھی قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ طبیعت کے مضبوط اور ارادے کے پکے تھے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ پر اپنی جان تک نچھاور کرنے پر ہر وقت تیار رہتے تھے۔ قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کیے بغیر طبیعت میں قرار نہ آتا۔ ان کا گاؤں قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ڈیرے سے کوسوں میل دور تھا اور راستہ میں دریائے راوی اور بیاس پڑتے تھے۔ اکثر اوقات بیٹھے بٹھائے طبیعت اچاٹ ہو جاتی تو اسی وقت قبلۂ عالم رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے پیدل روانہ ہو جاتے۔ کئی بار دونوں دریاؤں میں طغیانی ہوتی، کناروں پر بیٹھے ہوئے ملاح انہیں دریا عبور کرنے سے منع کرتے مگر وہ جذبہ صادق رکھے ہوئے دریا میں کود جاتے اور طغیانی کے تھپیڑوں سے مردانہ وار

ہلہ کرتے ہوئے دریا کو عبور کر جاتے اور قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے اپنی
) کیفیت کو سکون بخشتے۔ زیارت کرتے ہی راستے کی تمام تکلیفیں بھول جاتے اور
ہوٹ کا احساس تک نہ رہتا۔

یک بار گندم سے لدی ہوئی بیل گاڑی کے ساتھ آ رہے تھے، ڈیرہ سے تھوڑی دور
بوری سے کچھ دانے زمین پر گر گئے۔ آپ نے گاڑی کو روکا اور خود اپنے ہاتھوں
کرے ہوئے دانے اٹھانے لگے کہ اچانک بیل چل پڑے اور گاڑی کا پہیہ ہاتھ
اوپر سے گزر گیا۔ ہاتھ کی ہتھیلی بری طرح مسل گئی مگر اف تک نہ کی اور نہ اپنے
یوں کو (جن میں چوہدری فخرالدین صاحب نمبردار ڈیرہ بھی تھے) خبر تک نہ
نے دی۔ اس چوٹ کا اثر تو ساری زندگی رہا مگر آخری وقت تک نہ تو کسی سے
ہ کیا اور نہ ہی اس کا علم ہونے دیا۔

زندگی کے آخری ایام میں جب ضعف بڑھ جانے کی وجہ سے ہاتھ ناکارہ ہو گیا،
وں نے ہاتھ کی خرابی کا سبب پوچھا تو انہوں نے بامرِ مجبوری واقعہ سنایا جس پر
ری فخرالدین نے کہا

آج تک بتایا کیوں نہیں؟

س پر وہ عاشقِ صادق کہنے لگا

جونہی میں نے قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کی مجھے ہاتھ کی اس تکلیف کا
اس تک نہ رہا۔ قبلۂ عالَم رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے مجھے اپنی زندگی کا احساس
نہ رہتا

یہ تھا وہ جذبۂ صادق جس سے زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت
شرف ہونے پر ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ لیں مگر احساس تک نہ ہوا۔

مرزا ریاض احمد